سے ہے فائدہ نامند ہوویگے جو بزرگ جواب اسکا تحریر فرمادین تو مہربانی کرکے سخت
کلامی سے خاکسار کو معاف کریں اور امر حق سے تجاوز نفرما کے انصاف کرین ترتیب
اسکی دو باب پر ہے باب اولی رد اجمل مقصود استبشار التراویح مین ہے اور
باب دوم رد مین ہفوات اصحاب استبشار التراویح کے باب اول مخفی نرہے کہ
راقم نفس قیام رمضان کو جسکو نماز تراویح کہتے ہین بدون تخصیص و تعیین عدد رکعات سنت
جانتا ہی کہ اوسپر ترغیب او تحریص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے چنانچہ امام
مسلم نے اپنی صحیح مین ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم رغبت دلاتے تھے صحابہ کرام کو قیام رمضان مین بدون اوسکے کہ حکم فرماوین
اوسمین ساتھ تاکید اور ایجاب کے پس فرماتے تھے جو شخص کہ قیام کرتا ہے رمضان کا
ازروی ایمان اور تصدیق بہ ثواب اور طلب اجر و ثواب کے بخشے جاتے ہین گناہ اوسکے
جو کہ آگے ہوچکے ہین اور ابن ماجہ نے اپنے سنن مین عبد الرحمان بن عوف سے روایت
کیا ہے کہ کہا عبد الرحمان بن عوف نے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا مہینا
رمضان کا پس فرمایا آپ نے کہ یہ مہینہ ہے کہ فرض کیا ہے اللہ تعالی نے واسطے
تمہارے اوسکے روزہ کو اور سنت کیا ہے مینے تمہارے لیئے اوسکے قیام کو
پس جو شخص کہ روزی رکہتا ہی رمضان کی مہینہ کے اور قیام کرتا ہے اس مہینہ کا ازروی
ایمان اور طلب ثواب کے تو نکل آتا ہے اپنے گناہوں سے مانند اوس دن کے
کہ جنا تہا اوسکو ماں اوسکی نے اور اٹھ رکعت تراویح کو فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جانتا ہے
اور بیس رکعت سنت خلفای راشدین ہین کہ اسی پر اجتک عمل ایا ہی لیکن صرف کلام اسمین ہے
کہ جو شخص اٹھ رکعت تراویح اس نظر سے کہ عدد ثابت آنحضرت سے اٹھ ہی رکعت ہے پڑہی
تو بموجب اس آیت کریمہ کے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوہ حسنۃ ایا ملام ہے یا نہین اور
محرز ثواب اتباع آنحضرت ہے یا نہین اور ظاہر ہے کہ یہ شخص ملام نہین بلکہ محرز ثواب اتباع

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جیسا کہ صحیحین وغیرہ میں مروی ہے کہ عبد اللہ ابن عمر نے
تنہا تین شب میں اور لوگوں سے کہا کہ صحبت پائی میں نے رسولخدا صلی اللہ علیہ
وسلم کی آخر وقت تک لیکن نہ زیادہ کیا رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ رکعت وتر
پر تشریف میں پھر فرمایا لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ گو بیس رکعت پڑھنے میں بھی با
بسبب اتباع سنت خلفای راشدین اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے لیکن معلوم کرنا چاہیے
کہ اول مولوی محمد زین العابدین نے کہ جسپر تصحیح مولوی محمد علی فصیح نامی پوری کی
ہے لکھا ہے کہ پڑھنا تراویح کا سنت موکدہ ہے اور تعداد اسکی بقول صحیح بیس رکعت
ہے چنانچہ تمام کتب معتبرہ میں موجود ہے انتہی پھر اس تقریب میں جو روایات نقل کیں
وہ یہ ہیں فی الدر المختار التراویح سنۃ موکدۃ وہی عشرون رکعۃ وفی رد المحتار وہی
عشرون رکعۃ وہو قول الجمہور وعلیہ عمل الناس شرقا وغربا وفی الکافی سب فی رمضان
عشرون رکعۃ بعشر تسلیمات اور بھی معتبرات سے نقل کیا فی فتاوی الحجۃ التراویح سنۃ
موکدۃ باجماع الصحابۃ رضی اللہ عنہم وعمل الامۃ ومن انکر کونہا سنۃ فہو مبتدع ضال غیر مقبول
الشہادۃ اور فی الراوی سنیۃ لا یسع ترکہا لان الامۃ اجمعت علی مراعاتہا وجوازہا ولم ینکرہا احد
من اہل القبلۃ الا الروافض ویصلون فی کل لیلۃ عشرین رکعۃ اور دوسرے مولوی عبد الرحمان
صاحب مدراسی نے لکھا کہ تمام کتاب فقہ بالاتفاق ہے کہ تراویح بیس رکعت سنت موکدہ ہے
اور تیسرے مولوی عبد الاحد غازیپوری نے بھی بیس رکعت کو سنت موکدہ کہا اور چوتھے
مولوی علی محمد عباسی نے لکھا تراویح میں سنت موکدہ بیس رکعت ہیں اکثر کتب فقہ سے
یہی ثابت ہوتا ہے اور اس تقریب میں فتح القدیر سے نقل کیا فالاصح انہا سنۃ موکدۃ
لمواظبۃ الخلفاء الراشدین اور پانچویں مولوی شجاعت حسین صاحب اور مولوی
امیر علیشاہ صاحب نے بیس رکعت تراویح کو سنت ہی فرمایا اور کہا کہ آنحضرت نے بیس
رکعت پڑھی ہیں اور مولوی سراج الدین نے کہا کہ بیست رکعت میں حصر کیا سو سنتا

تراویح کو سب علمای اہل سنت جماعت نے اتفاقیہ مولوی نے منقول اخوات سے لکہا ہے
سب کتابوں فقہ میں بیس رکعت سنت ہونے تراویح میں صراحۃ مذکور ہے اور اجماع اہل الاسلام
شرقاً وغرباً اور حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً جاری ورایج ہیں کسی شخص نے اہل اسلام سے
اس امر میں آج تک خلاف نہیں کیا اور مخالف اوسکا مبتدع ہے اور اقم ... ظاہر ہے کہ جو شخص ان اجماع چہوڑکے
متین سے قایل اسکا ہے کہ بیس رکعت تراویح سنت موکدہ ہیں قول اوسکا صریح غلط ہے اس لیے
کہ سنت موکدہ وہ ہے کہ جسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس مواظبت فرمائی ہو جیسا کہ
بالجملہ عبارات کتب فقہ اور اصول فقہ جو نقشہ میں بعد اسکی مندرج ہیں ظاہر ہو جائیگا اور بیس
رکعت کا پڑہنا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے چہ جائیکہ مواظبت آپ
کی بیس رکعت پر ثابت ہوا اور حدیث ابن عباس میں جو آیا ہے کہ آنحضرت پڑہتے تہے رمضان
میں بیس رکعت ساتہہ وتر کے سوا ایک راوی اوسکا ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ ضعیف ہے اتفاق
ہی نقادین رجال کا اوسکے ضعف پر اور مستند ایہ حدیث مخالف ہے ساتہہ حدیث حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا کے جو صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ فرماتی ہیں حضرت عائشہ کہ نہ تہی آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کہ زیادہ کرتی ہوں رمضان میں اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت پر اور ساتہہ حدیث
جابر رضی اللہ عنہ کی جو ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ کہا جابر
نے کہ نماز پڑہائی ہمکو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں آٹھ رکعتیں پہر وتر پڑہائی
پس بعض کتب حنفیہ میں جو سنت موکدہ ہونا تراویح کا لکہا ہے اور پہر لکہا ہے کہ وہ بیس رکعتیں ہیں
تو حتی الامکان اونکی کلام کو محمل صحیح پر حمل کرنا مناسب ہے اسطور پر کہ مراد اونکی تراویح سے
اس حکم میں کہ تراویح سنت موکدہ ہے نفس تراویح ہے نہ عدد معین تراویح کا اور مراد اس سے کہ تراویح
بیس رکعت ہے یہ ہے کہ عدد رکعات تراویح میں مختار اور معمول بیس رکعت ہیں قطع نظر اس سے
کہ یہ عدد سنت موکدہ ہے یا مستحب پس تقدیر ہی عشرون رکعۃ کی یعنی عشرون رکعۃ علی القول
المختار من الاقوال فی عدد رکعاتہا والمعمول منہا ہے بالجملہ سنت موکدہ ہونا بیس رکعت کا اونکی کلام

سے لازم نہین آتا ہو عینی نے صحیح بخاری کی شرح مین لکہا ہے کہ عدد مستحب قیام رمضان
مین اختلاف علما اقوال کثیرہ پر ہے اور اونہین اقوال مین سے قول حنفیہ کو ساتھہ بیس
رکعت کی شمار کیا ہے ہر چند نفس تراویح کو بہی سنت موکدہ کہنا بطور جمہور غلط ہے مخالف
اصول کے لیکن بیس ... سنت موکدہ کہنے سے انہون نے ہے اور باقی متون اور
شروح اور فتاوای جمہور حنفیہ مین سنت ہونا تراویح کا یا بیس رکعت تراویح کا بدون قید
موکدہ کے لکہا ہے جو کہ تراویح یا بیس رکعت تراویح کا سنت ہونا بمعنی الیسی نفل کے
کہ جسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادۃً مواظبت فرمائی ہو متصور نہین ہے اس لیے
کہ تراویح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد تہے اور نماز تہجد آنحضرت پر نزدیک جمہور کے
فرض تہی پس تراویح نفل ہو گی کہ مواظبت آنحضرت سے ہمارے لیے سنت ہو جاوے
اور بیس رکعت کا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑہنا ہی ثابت نہین ہے پس مواظبت
بیس رکعت پر کیونکر خیال مین آسکتی ہے حمل کرنا سنت کا کتب جمہور مین اس معنی پر غیر
صحیح ہے بلکہ محمل صحیح اوسکے لیے وہ سنت ہے کہ جسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
مواظبت نہو اور اس سنت کو مستحب بہی کہتے ہین اور یہ سنت سنت موکدہ نہین ہے گو مواظبت
خلفای راشدین کی جسپر ہو اس لیے کہ سنت موکدہ اوسی نفل کو کہتے ہین کہ جسپر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس مواظبت عبادۃً فرمائی ہو نہ اوسکو کہ جسپر خلفا
نے مواظبت فرمائی ہو بدون مواظبت آنحضرت کے علاوہ اسکے بیس رکعت تراویح
پہ تو مواظبت خلفای راشدین بہی متحقق نہین ہے کسی روایت صحیح سے بیس رکعت
پڑہنا حضرت عمر اور حضرت علی رض اور حضرت عثمان کا ثابت نہین ہوا ہے فصحیحہ شرح
وقایۃ الروایۃ مین شیخ ابن حجر سے منقول ہے کہ کہا ابن حجر نے لم اجدہ اتی لمواظبتہ من
عن الخلفاء الراشدین یعنی نہین پایا ہے مین نے اوسکو یعنی مواظبتہ کو خلفای رشید
سے بیس رکعت تراویح پر اور فتاوی قاضیخان مین ہے کہ قال مالک ان لعلی ستا و ثلثین

رکعتہ سوی الوتر لما روی عن عمر و علی رضی اللہ عنہما انہما کان یصلیان ستۃ و ثلثین یعنی امام مالک
نے کہا کہ پڑھے تراویح پڑھنے والے چھتیس رکعت سوا وتر کے اس لیے کہ روایت کیا گیا ہے
حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے کہ پڑھتے تھے یہ دونوں چھتیس رکعت باقی رہا یہ امر
کہ بعض کتب فقہ میں جو سنت ہونے تراویح کو بمقابلہ استحباب اصح لکھا ہے تو مراد وہاں مستحب سے
ما احبہ السلف ہے یہ وہ کہ سنت ہونا اوسکا آنحضرت کے فعل یا قول یا تقریر سے ثابت ہو لیکن
مواظبت اوسکی او سپر نقلاً نہو پس مراد اصحاب ان کتب کی یہ ہے کہ اصح یہ ہے کہ تراویح سنت
آنحضرت ہے اس لیے کہ خود آنحضرت نے اسکو سنت فرمایا ہے حیث قال سننت لکم قیامہ
یعنی سنت کیا ہے میں نے تمہارے لیے قیام رمضان کو اور عبارت جواہر اخلاطی جو مستخرج
القنیہ سے ہے مؤید اسکی ہے اور جو کہ مستحب کہنا تراویح کا بھی ایک معنی کر صحیح تھا اس لیے کہ مستحب
اوس سنت کو بھی کہتے ہیں کہ او سپر آنحضرت نے نقلاً مواظبت نفرمائی ہو لہذا اکثر اصحاب ان
کتب نے لفظ اصح کا کہا یعنی جانب مخالف اوسکی صحیح ہے در مختار میں ہے ثم رأیت
فی رسالۃ آداب المفتی اذا ذیلت روایۃ فی کتاب معتمد بالاصح او الاولی او الاوفق ونحوہا فلہ
ان یفتی بہا و بمخالفہا ایضاً ایا شاء یعنی پھر دیکھا میں نے رسالہ آداب المفتی میں کہ جب بدیل
کیجاوے کوئی روایت کسی کتاب معتمد میں ساتھ لفظ اصح کی یا اولی کے یا اوفق کے یا ساتھ
اسکے مانند کے پس جائز ہے مفتی کے لیے کہ فتوی دے ساتھ اوس روایت کے اور
ساتھ مخالف اوس روایت کے بھی جسکے ساتھ چاہے بالجملہ بیس رکعت تراویح کو مستحب
کہنا کسی کتاب کی کتب فقہ معتبرہ حنفیہ میں سے مخالف نہیں ہے پس مولوی زین العابدین
مقتدائی مولوی محمد فصیح غازیپوری نے جو در مختار سے نقل کیا ہے اوسمیں نفس تراویح کو
سنت مؤکدہ کہا ہے اور عدد مختار تراویح کا بیس رکعت کو بیان کیا ہے اور رد المحتار میں جو بیس رکعت
کا قول جمہور اور معمول ناس شرق اور غرب میں ہونا مرقوم ہے تو مراد اوس سے نفس عدد
بیس رکعت ہے نہ سنت مؤکدہ ہونا اس عدد کا اور وہ جو رد المحتار میں ہے کہ سنت مؤکدہ

ہوتا تو یہ بھی ہر ایک جو تہمت تو قطع نظر اسکے کہ یہ روایت بقول یوسف کی ابی حنیفہ سے
کہ نقل کیا ہے اسکو اسیطی عبہ نے اور روایت مین یعنی ابی حنیفہ نے سنت ہم کہا اور مگر
کا مدون تجہ موکدہ نے کہا ہے تو محتمل ہے کہ اسمین عمر نے سلیقہ ہم سے لفظ موکدہ کو
بڑھایا ہو چنانچہ سوید اسکی ہی وہ جامع صغیر ہے کہ کتب امام الروایۃ سے ہے ملتقط استحباب
اسکو ذکر کیا ہی مین یعنی سنت کا سنت موکدہ ہونا اور سے ثابت نہین ہوتا ہے اسلیے
کہ ابو یوسف نے پوچھا تو ان کا سوال امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ علیہ سے کہ تھا ایک اسکا کہ
تراویح سنت ہے یا نہین دوسری اسکا کہ حضرت عمر نے جو بیس رکعت پڑھنے کا حکم دیا تو
یہ اختراع انکا ہے یا مستند سنت سے تو جواب امر پہلے کا امام نے یون دیا کہ تراویح
سنت موکدہ ہے اور جواب امر دوسرے کا امام نے یہ دیا کہ یہ اختراع حضرت عمر نہین ہے
بلکہ مستند سنت ہی سے ہے گو روایت اسکی ہم تک نہین پہونچی ہے اور کافی کی عبارت
مین لفظ موکدہ کا نہین ہے اور فتاوی حجہ مین جو اجماع صحابہ اور عمل امت سنت موکدہ
ہونا تراویح کا مرقوم ہے سو اول اسمین منشی تراویح کا سنت موکدہ ہونا مسطور نہین ہے
بیس رکعت تراویح کا دوسرے سنت موکدہ ہونی باجماع صحابہ سے کیا مراد ہے اگر مراد
یہ ہے کہ سب صحابہ قائل اسکے ہین کہ تراویح سنت موکدہ ہے تو صریح البطلان ہے
اسلیے کہ ایک صحابی سے بھی سنت موکدہ کہنا تراویح کو منقول نہین ہے اور اگر مراد
یہ ہے کہ سب صحابہ نے تراویح کو پڑھا ہے تو پڑھنا سب صحابہ کا اور عمل امت کا اوسپر
دلیل استحباب ہے نہ دلیل سنت موکدہ ہونے کی اور پڑھنا بیس رکعت کا تو ہرگز سب
صحابہ سے ثابت نہین ہو سکتا ہے اور نہ ساری امت کا عمل اسپر ہے موطای امام
مالک اور سنن سعید بن منصور مین ہے کہ حکم کیا عمر بن الخطاب نے ابی بن کعب اور تمیم داری
کو گیارہ رکعت تراویح پڑھانیکا اور ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف مین روایت کیا ہے
کہ فرمایا حضرت عمر نے ابی بن کعب اور سلیمان بن ابی حثمہ سے گیارہ رکعت تراویح

پڑہا ہے اوسکو امام مالک نے اپنے نفس کے لیئے اختیار کیا ہی اور مختار اسے ہوے بکر ابن
العربی المالکی بھی یہی ہے ایسا ہی عمدۃ القاری مین اور سعید بن منصور نے اپنے سنن
مین اور محمد بن نصر نے کتاب قیام اللیل مین سائب بن یزید سے روایت کیا ہے کہ کہتے
تھے سائب بن یزید کہ تھے ہم پڑہتے حضرت عمرؓ کے زمانہ مین رمضان مین تیرہ رکعت
یعنے اٹھ رکعت تراویح کی اور پانچ رکعت وتر کی اور یہی مختار محمد بن اسحق ہی اور ابن عبد البر نے
استذکار مین اسود بن یزید سے کہ کبار فقہای تابعین سے تھے روایت کیا ہے کہ پڑہتے
تھے اسود بن یزید چالیس رکعت تراویح کی اور سات رکعت وتر کی اور محمد بن نصر نے قیام اللیل
مین روایت کیا ہی امام مالک سے کہ کہا امام مالک نے کہ مستحب ہی تراویح پڑہنا لوگونکو رمضان
مین اڑتیس رکعت پہر سلام پہیری امام اور لوگ پہر وتر پڑہاوے امام لوگونکو ایک رکعت اور کہا
کہ اسی پر ہے عمل مدینہ مین حنید اور سو برس سے آج تک اور مشہور امام مالک سے چھتیس رکعت ہین
اور ابن وہب نے روایت کیا ہے نافع سے کہ کہا نافع نے کہ نہ پایا مین نے لوگونکو مگر
اوس حالت مین کہ وہ پڑہتے تھے تراویح کو اونتالیس رکعت اور وتر پڑہتے تھے اونمین
سے ساتھ تین رکعت کے اور محمد بن نصر نے قیام اللیل مین روایت کیا ہے داود بن قیس
سے کہ صغار تابعین سے تھے کہا داود نے کہ پایا مین نے لوگون کو زمانہ امارت
ابان بن عثمان اور عمر بن عبد العزیز مین کہ پڑہتے تھے تراویح کو چھتیس رکعت اور وتر پڑہتے
تھے تین رکعت اور زرارہ بن اوفی قاضی بصرہ سے پڑہنا اٹھائیس رکعت کا مروی ہے اور
سعید بن المسیب سے کہ اکابر تابعین سے تھے چوبیس رکعت پڑہنا مروی ہی اور ابی مجلز
سے کہ تابعین مین سے تھے سولہ رکعت پڑہنا مروی ہے یہ سب روایات فتح الباری اور
عمدۃ القاری مین موجود ہین اور مقام حیرت ہی کہ مولوی عبد الرحمن صاحب صدر امین نے
دعوی کیا کہ تمام کتب فقہ مالامال ہین کہ بیس رکعت سنت موکدہ ہین حالانکہ ایک کتاب فقہ کا بہی
نام نہ لیا کہ اوسمین بیس رکعت کو سنت موکدہ لکہا ہو چنانچہ اس دعوی کا پیرایہ راستی سے عاری

ہونا بملاحظہ روایات کتب فقہ جو مندرج نقشہ ہین ظاہر ہی ہو لوی صاحب کو چاہیے کہ اس بار مین ہی
بھی پشیمان ہوکر ہر بیان مولوی علی محمد عباسی نے جو لکہا ہے کہ اکثر کتب سے یہی ثابت
ہوتا ہے کہ بیس رکعت سنت موکدہ ہین یہی کذب ہین اکثر کتب سے صرف سنت ہونا
تراویح کا معلوم ہوتا ہے نہ سنت موکدہ ہونا بیس رکعت تراویح کا اور ان مولوی صاحب نے
نقل عبارت فتح القدیر مین تحریف فرمائی ہو کہ لفظ موکدہ کا جو فتح القدیر مین نہ تہا اپنی طرف
سے عبارت فتح القدیر مین بڑہا دیا ہی اور مولوی شجاعت حسین اور مولوی سید
امیر علیشاہ صاحب نے بیس رکعت کو جو سنت ہی کہا ہی اور فرمایا ہے کہ حضرت عمر
نے بیس رکعت پڑہی ہین سو غلط ہی اور غنیہ سے جو نقل کیا تہا وہین صلوۃ التراویح کا
سنت ہونا لکہا ہے نہ بیس رکعت تراویح کا اور دوسری فصل غنیہ مین جو مرقوم ہے
وہی عشرون رکعۃ تو مقصود اوس سے بیان قول تمہارے در رکعات تراویح ہین نہ یہ کہ تراویح
سنت ہی بیس رکعت ہی اور مولوی سراج الدین نے جو کہا کہ بیست رکعت مین حصر کیا
ہے سنت تراویح کو سب علمای اہل سنت وجماعت نے صریح جہوٹ ہے اور نہایت بیباکی
اس مقولہ کی بموجب ابن ہمام صاحب فتح القدیر اور ابن نجیم صاحب بحر الرائق اور طحطاوی محشی
در مختار وغیرہم کا جنہون نے کہ اٹہ رکعت کو سنت کہا ہے اور امام مالک اور محمد بن اسحق اور
اسود بن یزید اور زرارہ بن اوفی اور ابی مجلز اور سعید بن جبیر اور سعید بن المسیب وغیرہم کا جنہون
نے عدد غیر بیس رکعت کو اختیار کیا ہی اہل سنت سے خارج ہونا لازم آتا ہی مولوی صاحب بیان
کرین کہ کس نے لکہا ہے کہ سب علماے اہل سنت وجماعت نے کہ سنت تراویح کو بیس
رکعت مین حصر کیا ہی اور جن کتابون کا کہ حوالہ دیا ہے اونمین یہ بات مذکور نہین ہے چنانچہ ترجمہ
صحیح بخاری شیخ الاسلام کو جو دیکہا تو اسمین کچہہ نشان اسکا نہ ملا اور فتاوی ابراہیم شاہی مین
فتاوی حجہ سے تراویح کا سنت موکدہ ہونا نہ بیس رکعت تراویح کا سنت موکدہ ہونا باجماع
صحابہ منقول ہی اور کلام روایت فتاوی حجت مین اوپر ہو چکا ہی اور علی ہذا القیاس حال ہی تقیر التقاطانہ

اور شاید کہ بالجملہ جوالات مولوی صاحب کی سب جھوٹے ہیں اگر مولوی صاحب باوجود اسکے بعض
ڈرتے ہیں تو خلق کی رسوائی سے تو ڈریں کہ آخرکو ایسا جو بہتہ ظاہر ہوجاتا ہے وہ یہ بات نہیں
ہے کہ جو منہ میں آیا سو کہدیا جیسا کہ جامع مسجد میں منبر پر شیخی کر فرماتی ہیں کہ اٹھارہ جبرئیل ہیں
اور مولوی فیض احمد صاحب نے جو لکھا کہ بیس رکعت کے سنت ہونے پر اجماع اہل
اسلام ہے شرقاً و غرباً اور بیس رکعت حرمین شریفین میں جاری اور رائج ہیں اور کسی شخص
نے اہل اسلام میں سے اس امر میں آج تک خلاف نہیں کیا اور مخالف اوسکا مبتدع ہے یہ
مولوی صاحب اس کلام میں مولوی سراج الدین صاحب سے بڑھ گئے کہ سب اہل اسلام
کا بیس رکعت کی سنت ہونے پر اجماع بیان کیا اب سنو کہ مراد سنت سے اگر سنت موکدہ ہے
تو امام نووی نے جو اتفاق علما تراویح کی استحباب پر بیان کیا ہے اوسمیں مراد علما سے کیا غیر اہل
اسلام ہیں اور اگر سنت غیر موکدہ ہے تو اسود بن یزید اور ابو مجلز اور سعید بن المسیب اور
سعید بن جبیر اور زرارہ بن اوفی اور محمد بن اسحق اور امام مالک وغیرہم تابعین اور تبع تابعین
سے کہ استحباب غیر بیس رکعت کا منقول ہے بزعم آپکے اہل اسلام سے شاید
خارج ہونگے اور عمل اہل مدینہ کا اور قول اونکا اکتالیس رکعت پر ساتھ وتر کے جو جامع ترمذی وغیرہ
میں منقول ہے دلالت کرتا ہے اسپر کہ مدینہ میں بیس رکعت جاری نہیں تہا ہیں بہرحال ایسے
مفتیوں کی شان میں وارد ہے کہ افتوا بغیر علم فضلوا واضلوا ان مفتیوں کے حال پر
کچھ تعجب نہیں ہے عجب تو ہے مستفتی سے کہ ایسے لغو گویوں سے فتویٰ لکھانا چاہا اور لائق
افتا ہونا اونکا اہل علم سے نہ دریافت کیا ۱۲

روایات کتب اصول فقہ اور کتب فقہ بیچ معنی سنت اور اوسکی تقسیم میں طرف
سنت ہدی کے جسکو سنت موکدہ بھی کہتے ہیں اور طرف سنت
زائدہ کے ۱۲

شمار	نام کتاب	عبارت	ترجمہ
۱	تقریر شرح تحریر	وفی سنۃ الحنفیۃ ما واظب علی فعلہ مع ترک ما بلا عذر فلا لزم ترک ما بلا عذر لیلزم کونہ ای المواظب علیہ بلا وجوب اذ الواجب لا رخصۃ فی ترکہ بلا عذر ولا یخفی عدم شمول جمیع المسنونات ثم ما لم یواظب ای علی فعلہ مندوب ومستحب۔	اور بیچ تعریف سنت کے فقہائے حنفیہ میں یہ ہے کہ سنت یعنی موکدہ وہ ہے کہ مواظبت فرمائی آنحضرت نے اوسکے فعل پر ساتھ کبھی ترک کے بلا عذر لیکن کہا فقہائے حنفیہ نے ساتھ کبھی ترک کے بلا عذر یعنی اس قید کو بڑھایا تا کہ لازم آوے ہونا اوسکا یعنی اوس فعل کا کہ جسپر مواظبت کی گئی ہے بدون وجوب ہونے کے آپ سے لیے اسلیے کہ واجب نہیں رخصت ہے اوسکے ترک میں بدون عذر کے اور نہیں پوشیدہ ہے نہ شامل ہونا اس تعریف کا ساری سنتوں کے لیے پھر وہ چیز کہ نہیں مواظبت فرمائی ہو آنحضرت نے اوسکے فعل پر وہ مندوب ہے اور مستحب ۔
۲	کشف بزدوی	ذکر ابو الیسر ان السنۃ ما واظب علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	ذکر کیا ہے ابو الیسر نے کہ ما واظب علیہ سے ہیں اور ای پہ سنت یعنی موکدہ

شمار	نام کتاب	عبارت	ترجمہ
		مثل التشهد فی الصلوات و السنن الرواتب وحکمها انه یندب الی تحصیلها ویلام علی ترکها مع لحوق اثم یسیر وکل نفل لم یواظب علیه رسول الله صلی الله علیه وسلم بل ترکه فی حالة کالطهارة لکل صلوة وتکرار الغسل فی اعضاء الوضوء والترتیب فی الوضوء فانه یندب الی تحصیله ولکن لا یلام علی ترکه ولا یلحقه بترکه وزر	پس ہر نفل ہے کہ مواظبت فرمائی ہو اوسپر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مانند تشہد کے نمازوں میں اور سنتوں راتبہ کے اور حکم اون سنتوں کا یہ ہے کہ بلایا جاتا ہی طرف اونکے حاصل کرنیکے اور ملامت کیجاتی ہے اوسکی چھوڑنے پر ساتھ لاحق ہونے تھوڑے سے گناہ کے اور جس نفل پر مواظبت نفرمائی ہو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بلکہ چھوڑدیا ہو اوسکو کسی حالت میں مانند طہارت کے ہر نماز کے لیے اور مکرر ہونے کے اعضاء وضو میں اور ترتیب کی وضو میں پس تحقیق شان یہ ہے کہ بلایا جاتا ہے اوسکی چھوڑنے پر اور نہیں لاحق ہوتا ہے اوسکو ساتھ اوسکی چھوڑنے کے بوجھ —
۱۳	صبح صادق شرح منار	وہی نوعان سنة الهدی وهی السنة التی واظب علیها بجهة العبادة فاخذها هدی وترکها ضلالة وزوائد	اور سنت دو قسم ہے سنت ہدی اور سنت ہے کہ مواظبت فرمائی ہو آنحضرت نے اوسپر بجہت عبادت ہونے کے پس لینا

شمار	نام کتاب	عبارت	ترجمہ
		وهي التي واظب عليها بحكم الجبلية الانسانية لامن حيث التعبدية وهي مندوبة—	اوسکا بدعت ہو اور چھوڑنا اوسکا مکروہ ہی اور سنت زائدہ اور وہ وہ ہی کہ جسپر مواظبت کی آنحضرت نے اوسپر بحیثیت جبلیت انسانیہ کے نہ حیثیت تعبدیہ سے اور مندوب ہے—
۳	فتح الغفار شرح منار	السنن التي ليست بموكدة يطلقون عليها اسم السنة تارة المستحب وتارة المندوب وقد فرق الفقهاء بين الثلثة فقالوا ما واظب النبي صلى الله عليه وسلم على فعله مع ترك ما بلا عذر سنة وما لم يواظبه مستحب ان استوى فعله وتركه ومندوب ان ترجح فعله على تركه بان فعله مرة او مرتين والاصوليون لم يفرقوا بين المستحب والمندوب—	وہ سنتیں کہ سنن ہیں موکدہ کبھی اطلاق کرتے ہیں اوسپر نام سنت کا اور کبھی مستحب اور کبھی مندوب اور تحقیق فرق کیا ہی فقہا نے درمیان تینوں کے پس فرمایا ہے فقہا نے جو چیز کہ مواظبت فرمادیں نبی صلعم اوسکے فعل پر ساتھ کچھہ ترک کے بلا عذر سنت ہے اور جسپر مواظبت نفرمائی ہو مستحب ہی اگر برابر ہو کرنا اوسکا اور نکرنا اوسکا اور مندوب ہی اگر راجح ہو کرنا اوسکا اوسکے نکرنے پر باینطور کہ کیا اوسکو ایکبار یا دوبار اور اصولیوں نے نہیں فرق کیا ہی درمیان مستحب اور مندوب—

شمار	نام کتاب	عبارت	ترجمہ
۵	شرح الوقایہ	السنتہ ما واظب علیہ النبی علیہ السلام مع الترک احیاناً فان کانت المواظبۃ علی سبیل العبادۃ فسنن الہدی وان کانت علی سبیل العادۃ فسنن الزوائد —	سنت وہ ہی کہ جسپر مواظبت فرمائی ہو نبی علیہ السلام نے ساتھ ترک کے بعض اوقات مین پس اگر ہو مواظبت بر سبیل عبادت پس سنن ہدیٰ سے ہے اور اگر ہو مواظبت بر سبیل عادت پس سنن زوائد ہین —
۶	مبسوط	السنتہ سنتان اخذہا ہدی و ترکہا لا باس بہ کالسنتہ التی لم یواظب علیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سنتہ اخذہا ہدی و ترکہا ضلالتہ کالاذان والاقامتہ وصلوۃ العید —	سنت دو سنت ہین ایک سنت ہے کہ کہ اخذ اوسکا ہدایت ہی اور چھوڑنا اوسکا لا باس ہے ہی مانند اوس سنت کی کہ مواظبت نہین فرمائی ہی اوسپر رسول خدا صلعم نے اور دوسرے سنت سے ہے کہ اخذ اوسکا ہدایت ہے اور چھوڑنا اوسکا گمراہی مانند اذان اور اقامت اور عید کی نماز کے
۷	فتح القدیر	السنتہ ما واظبہ بنفسہ صلی اللہ علیہ وسلم	سنتہ وہ ہی کہ جسکی مواظبت فرمائی ہو آنحضرت صلعم نے ساتھ اپنی نفس نفیس کے
۸	شرح فارسی خلاصہ کیلانی	وحکم الثواب بالفعل و العقاب بالترک فی الہدی وحکم سنت استحقاق ثواب سنت بکردن و استحقاق عذاب	اور حکم ثواب کا ہی ساتھ کرنیکے اور حکم عقاب کا ہی ساتہ چھوڑنے کے سنت ہدیٰ مین اور حکم سنت کا استحقاق ثواب کا ہے

شمار	نام کتاب	عبارت	ترجمہ
		نا کردن بی عذر واین در سنت ہدی ست کہ عبارت از انستی کہ مداومت حضرت پیغمبر علیہ السلام بروی بقصد عبادت بودہ باشد و عمل کردن بوی تکمیل دین باشد مثل اذان و اقامت و جماعت و سنتہای کہ در پنج وقت نماز ست و این ہمہ سنت موکدہ نیز گویند واضح باشد کہ سبب استحقاق ثواب بکردن سنت نیست کہ کردن او متابعت ست بحضرت علیہ السلام و متابعت حضرت موجب ثواب ست و سبب استحقاق عقاب ترک سنت کہ ترک نیست بسنت حضرت علیہ السلام و این موجب عتاب ست اما در ترک سنتہای زوائد کہ عبارت از سنتہای است کہ عادات حضرت علیہ السلام بر انہا بقصد عبادت نبودہ باشد بلکہ محض عادت شریف	ساتھ کرنے کے اور استحقاق عذاب ہی ساتھ ترک کرنے کے بدون عذر کے اور یہ سنت ہدی ہیں جو کہ عبارت اوس سنت سی ہی کہ مداومت حضرت پیغمبر علیہ الصلوۃ کی اوسپر بقصد عبادت ہوئی ہو وی ہو عمل کرنا ساتھ اوسکی تکمیل دین ہے ہو مانند اذان اور اقامت اور جماعت اور سنتوں کی کہ پانچ وقت نماز میں ہیں اور اس سنت ہی کو سنت موکدہ بھی کہتے ہیں اور اینا واضح ہو کہ سبب مستحق ہونے ثواب کا ساتھ کرنے سنت کے وہ ہے کہ کرنا اسکا متابعت ہی ساتھ حضرت علیہ السلام کے اور متابعت حضرت موجب ثواب ہی اور سبب استحقاق عقاب کا ساتھ ترک سنت کے وہ ہے کہ ترک مخالفت ہے ساتھ حضرت علیہ السلام کے اور یہ موجب

شمار	نام کتاب	عبارت	ترجمہ
		آنحضرت بوده باشد و تارک ان معاقب نمی شود ہمچون دراز کردن قرارت در نماز و طول رکوع و سجود و خوردن و نوشیدن چیزی بدست راست و پای راست را پیش نہادن در وقت در آمدن در جای و مانند اینہا که عمل کردن بانہا مستحسن ست اما ترک اینہا عقابی نیست ۱ھ	عقاب ہی پس آیۂ سنتون زوائد کے ترک میں که عبارت اون سنتون سے ہیں که مداومت حضرت علیہ السلام کی اون پر بقصد عبادت نہوی ہو بلکہ بطور عادت شریف آنحضرت ہون تارک اونکا معاقب نہیں ہوتا ہے مانند دراز کرنے قرارت کے نماز میں اور درازی رکوع اور سجود اور کہانا اور پینا کسی چیز کا ساتھ سیدہے ہاتہ کے اور سیدہے پاؤں کو آگے رکہنا وقت آنے کے کسی جگہ میں اور مانند انکے که عمل کرنا ساتھ انکے مستحسن ہے اور ساتھ انکے ترک کے عقاب نہیں ہے ۱ھ

روایات حدیث که پڑہنا آنحضرت صلعم اور صحابہ وغیرہم کا آٹھ رکعت تراویح کا
اونسی ثابت ہی اور اقوال علما تائید میں اسکی اور روایات کتب فقہ کہ
جس میں آٹھ رکعت کا سنت ہونا مصرح ہی اور روایات شروح حدیث وغیرہ
جنمین عدم توقیت عدد تراویح میں مختار ہے ۱ھ ۱ھ ۱ھ

شمار	نام کتاب	عبارت	ترجمہ
١	صحیح بخاری	عن ابی سلمہ انہ سال عائشہ رضی اللہ عنہا کیف کان صلوۃ رسول اللہ فی رمضان قالت ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ —	روایت ہی ابی سلمہ سے کہ انہوں نے پوچھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ کیونکر تھی نماز رسولخدا کی رمضان میں کہا حضرت عائشہ نے نہ تھے آنحضرت زیادہ کرتے رمضان میں اور نہ غیر رمضان میں گیارہ رکعت پر —
٢	صحیح ابن حبان	عن جابر رضی اللہ عنہ قال انہ صلی اللہ علیہ وسلم قام بہم فی رمضان فصلی ثمان رکعات واوتر ثم انتظروہ من القابلۃ فلم یخرج الیہم فاتوہ فقال خشیت ان یکتب علیکم —	روایت ہی جابر رضی اللہ عنہ سے کہا جابر نے کہ تحقیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح پڑھے ساتھ صحابہ کے رمضان میں پڑھیں آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھی پھر منتظر رہے صحابہ آنحضرت کے شب آئندہ میں پس نہ نکلے آنحضرت طرف صحابہ کے پس آئی صحابہ آنحضرت صلعم کے پاس پس فرمایا آنحضرت نے کہ ڈرا میں اس سے کہ فرض کیجائی تم پر تراویح جماعت کے ساتھ —
٣	صحیح ابن خزیمہ	عن جابر رضی اللہ عنہ قال صلی بنا	روایت ہی جابر رضی اللہ عنہ سے

شمار	نام کتاب	عبارت	ترجمہ
		رسول الله صلی الله علیه وسلم فی رمضان ثمان رکعات ثم اوتر فلما کانت القابلة اجتمعنا فی المسجد ورجونا ان یخرج الینا حتی اصبحنا۔	کہا جابر نے کہ پڑھی ہمارے ساتھ رسول خدا صلعم نے رمضان میں آٹھ رکعتیں پھر وتر پڑھی جب ہوئے شب آئندہ جمع ہوئے ہم مسجد میں اور امیدوار تھے ہم کہ نکلیں آنحضرت طرف ہماری یہاں تک کہ صبح کی ہم نے۔
۴	مصنف ابن ابی شیبہ	عن السائب بن یزید انه قال قال عمر بن الخطاب ابی بن کعب وسلیمان بن ابی حثمه ان یؤما الناس باحدی عشر رکعة۔	روایت ہے سائب بن یزید سے کہ تحقیق سائب بن یزید نے کہا کہ کہا عمر بن الخطاب نے ابی بن کعب اور سلیمان بن ابی حثمہ سے کہ تراویح پڑھاویں وہ دونوں لوگوں کو گیارہ رکعت۔
۵	موطای امام مالک	عن السائب بن یزید قال امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب وتمیم الداری ان یقوما للناس باحدی عشر رکعة	روایت ہے سائب بن یزید سے کہا سائب بن یزید نے کہ امر کیا عمر بن الخطاب نے ابی بن کعب اور تمیم الداری کو کہ تراویح پڑھاویں وہ دونوں لوگوں کو گیارہ رکعت۔
۶	سنن سعید بن منصور	ایضاً	ایضاً

شمار	نام کتاب	عبارت	ترجمہ
۷	سنن سعید بن منصور	حدثنا عبداللہ بن محمد حدثنی محمد بن یوسف سمعت السائب بن یزید یقول کنا نقوم فی زمان عمر بن الخطاب باحدی عشر رکعة —	بیان کیا ہمنے عبداللہ بن محمد نے کہا عبداللہ بن محمد نے کہ بیان کیا ہمسے محمد بن یوسف نے کہا محمد بن یوسف نے کہ سنا مین نے سائب بن یزید سے کہ کہتے تھے سائب بن یزید کہ تھے ہم تراویح پڑھتے زمانہ عمر بن الخطاب مین گیارہ رکعت
۸	قیام اللیل محمد بن نصر المروزی	حدثنا محمد بن اسحاق حدثنی محمد بن یوسف عن جدہ السائب بن یزید قال کنا نصلی فی زمن عمر فی رمضان ثلث عشرة	بیان کیا ہمسے محمد بن اسحق نے کہ بیان کیا مجھے محمد بن یوسف نے کہ روایت کرتے تھے محمد بن یوسف اپنے دادا سائب بن یزید سے کہا سائب بن یزید نے کہ تھے ہم نماز پڑھتے بیچ زمانہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رمضان مین تیرہ رکعت یعنی آٹھ رکعت اوسمین تراویح کے ہوتے تھین اور پانچ رکعت وتر کی —
۹	فتح الباری شرح صحیح بخاری	قال ابن اسحق وہذا اثبت ما سمعت فی ذالک —	کہا ابن اسحق نے اور یہ اثبت ہے جو کچھ اون آثار مین کہ سنی مین نے بیچ اس باب کے

شمار	نام کتاب	عبارت	ترجمہ
۱۰	فتح الباری	والعدد الاول موافق لحدیث عائشۃ المذکور بعد ہذا الحدیث فی الباب والثانی قریب منہ	اور عدد پہلا موافق ہی واسطے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے کہ مذکور ہے بعد اس حدیث کے اسی باب مین اور ثانی قریب ہے اوس سے صرف وتر کا فرق ہے کہ اول مین وتر کے تین رکعت ہین اور ثانی مین وتر کی پانچ رکعت
۱۱	عمدۃ القاری	وقیل احدی عشرۃ رکعۃ وہو اختیار مالک لنفسہ واختارہ ابوبکر بن العربی	اور کہا گیا ہی کہ عدد مستحب تراویح با وتر مین گیارہ رکعت ہی اور یہی عدد ہی کہ اختیار کیا ہی اسکو مالک نے اپنی نفس کے لیے اور اختیار کیا ہی اسکو ابوبکر ابن العربی مالکی نے —
۱۲	ماثبت بالسنۃ	وروی انہ کان بعض السلف فی عہد عمر بن عبد العزیز یصلون باحدی عشرۃ رکعۃ قصدا للتشبہ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم —	اور روایت کیا گیا ہی کہ تحقیق شان یہ ہی کہ تہی بعض سلف عہد عمر بن عبد العزیز مین کہ زمانہ تابعین کا تہا نماز پڑہتی تہی ساتہہ گیارہ رکعت کے واسطے قصد تشبہ کے ساتہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کے —

ترجمہ	عبارت	نام کتاب	شمار
روایت کیا ہی ابن الجوزی سے کہ اصحاب ہمارے سے یعنی شافعیہ مین سے امام مالک سے کہ تحقیق امام مالک نے فرمایا ہی کہ وہ عدد کہ جمع کیا ہی اوسپر لوگونکو عمر بن الخطاب نے محبوب تر ہے مجکو اور وہ گیارہ رکعت ہے اور وہی نماز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کہا گیا امام مالک سے کہ گیارہ رکعت سات وتر کے یعنی وتر بہی اونہین مین داخل ہے فرمایا امام مالک نے کہ ہان وتر بہی اونہین مین داخل ہی اور تیرہ رکعت قریب اوس سے ہے کہ فرق صرف وتر کا ہی گیارہ مین تین رکعت وتر کی ہین اور تیرہ مین پانچ رکعت وتر کی اور فرمایا امام مالک نے اور نہین جانتا ہون کہ کہان سے نکالی گئی ہین یہ رکعتین بہت —	قال ابن الجوزی من اصحابنا عن مالک انه قال الذی جمع علیه الناس عمر بن الخطاب احب الی وهو احدی عشر رکعة وهی صلوة رسول الله قیل له احدی عشر رکعة بالوتر قال نعم وثلث عشر قریب منه قال ولا ادری من این احدث هذا الرکوع الکثیر —	رسالة التراویح سیوطی	۱۳

شمار	نام کتاب	عبارت	ترجمہ
۱۴	فتح القدیر	فتحصل من هذا كله ان قيام رمضان سنة احدى عشرة بالوتر في جماعة فعله عليه السلام وتركه لعذر افاد انه لولا خشية ذالك لواظبت و لاشك في تحقق الامن من ذلك بوفاته صلى الله عليه وسلم فيكون سنة وكونها عشرين سنة الخلفاء الراشدين وقوله عليه السلام عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين ندب الى سنتهم ولا يستلزم كون ذلك سنته اذ سنته بمواظبته بنفسه او الا لعذر وبتقدير عدم ذلك العذر انما استفدنا انه كان يواظب على ما وقع منه وهو ما ذكرنا فيكون العشرون مستحبا وذلك القدر منها هو السنة كالاربع بعد العشاء مستحبة وركعتان منها سنة وظاهر كلام المشائخ ان السنة	پس حاصل ہوا اس سب سے کہ قیام رمضان جسکو تراویح کہتے ہیں سنت اوس میں گیارہ رکعت ہیں ساتھ وتر کے جماعت میں اوسکو کیا اور اوسکے چھوڑنے نے ساتھ عذر کے فائدہ دیا ہے اسکا کہ اگر نہوتا خوف فرض ہوجانیکا البتہ مواظبت کرتا میں ساتھ اوسکے اور نہیں ہے شک متحقق ہونے امن میں اس سے ساتھ وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پس ہونگی گیارہ رکعت سنت اور ہونا تراویح کا بیس رکعت سنت خلفائے راشدین کی ہے اور قول علیہ السلام کا کہ لازم پکڑو تم سنت میری اور سنت خلفای راشدین کو بلانا ہے طرف انکی سنت کے اور نہیں مستلزم ہے یہ اسکے ہونیکو سنت آپکی کہ سنت وہی ہے کہ جسکی مواظبت فرمائی ہو آپ نے بنفسہ مگر ساتھ

شمار	نام کتاب	عبارت	ترجمہ
		بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمن عمر بن الخطاب بثلث وعشرین رکعۃ علیہ عمل الناس الیوم شرقاً وغرباً لکن ذکر المحقق فی فتح القدیر ما حاصلہ ان الدلیل یقتضی ان یکون السنۃ من العشرین ما فعلہ صلی اللہ علیہ و سلم منہا ثم ترکہ خشیۃ ان یکتب علینا والباقی مستحباً وقد ثبت ان ذلک کان احدی عشر رکعۃ بالوتر کما ثبت فی الصحیحین من حدیث عائشۃ فاذا یکون المسنون علی اصول مشائخنا ثمانیۃ منہا والمستحب اثنا عشر رکعۃ	تراویح کی اور یہی قول جمہور کا ہے اوسکے عدد مستحب مین اور دلیل اوسکی امر کی کہ موطا مین ہے یزید بن رومان سے کہ کہا یزید بن رومان نے کہ تھے لوگ تراویح پڑہتے تھے زمانہ عمر بن الخطاب مین تیرہ رکعت اور اسی پر ہے عمل لوگونکا آج مشرق او مغرب مین لیکن ذکر کیا ہے محقق نے فتح القدیر مین کہ جسکا حاصل یہ ہے کہ دلیل چاہتی ہے اسکو کہ ہو سنت بیس رکعت مین سے اوسیقدر کہ کیا ہے اوسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعت مین سے پہر چھوڑ دیا ہے اوسکو بسبب خوف فرض ہونے کے ہمپر اور ہون باقی بیس رکعت مین سے مستحب اور تحقیق ثابت ہوا ہے کہ تحقیق وہ مقدار رکعات کیا ہے

شمار	نام کتاب	عبارت	ترجمہ
			کہ اوسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تہا گیارہ رکعت ساتھ وتر کے جیساکہ ثابت ہوا ہی صحیحین میں حدیث عائشہ سے پس اسیطرح نہیں ہونگے مسنون ہمارے مشائخ کے اصول پر آٹھ رکعت اور مستحب گیارہ رکعت تراویح کی
۱۶	طحطاوی	قولہ التراویح سنۃ موکدۃ	قول صاحب درمختار کا تراویح سنت موکدہ ہیں
		ذکر فی فتح القدیر ما حاصلہ ان الدلیل یقتضی ان یکون السنۃ من العشرین ما فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم منہا ثم ترکہ خشیۃ ان یکتب علینا والباقی مستحبا وقد ثبت ان ذلک کانت احدی عشرۃ رکعۃ بالوتر کما ثبت فی الصحیحین من حدیث عائشۃ رضی اللہ عنہا فاذا یکون المسنون علی اصول مشائخنا ثمانیۃ	مذکور ہے فتح القدیر میں کہ جسکا حاصل یہہ کہ دلیل مقتضی ہے کہ ہوں سنت بیس رکعتوں میں اوس مقدار کہ کیا ہے اوسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعتوں میں سے پہر چھوڑ دیا ہے اوسکو بسبب خوف فرض ہوجانے کے ہم پر اور باقی مستحب اور تحقیق ثابت ہوا ہے کہ وہ مقدار کہ کیا ہے

شمار	نام کتاب	عبارت	ترجمہ
		منها والمستحب اثنی عشرة ـ	اوسکو آنحضرتؐ نے نہین گیارہ رکعت ساتھ وتر کے جیسا کہ ثابت ہوا ہے صحیحین مین حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے پس اسوقت تین ہونگے مسنون ہمارے مشایخ کے اصول پر اٹھہ رکعت بیس رکعت مین سے اور مستحب بارہ رکعت
۱۲	امداد الفتاح	قال الكمال كونها عشرين ركعة سنة الخلفاء الراشدين والذي فعله النبي صلعم بالجماعة احدى عشرة بالوتر وما روي انه صلى الله عليه وسلم كان يصلي في رمضان عشرين ركعة سوى الوتر فضعيف انتهى اشيره الى مثل ما قاله في العناية روي انه صلى الله عليه وسلم خرج ليلة من ليالي رمضان فصلى عشرين ركعة ـ	کہا کمال الدین ابن ہمام نے کہ ہونا تراویح کا بیس رکعت سنت خلفای راشدین سے ہے اور وہ کہ کیا ہے اوسکو نبی صلعم نے ساتھ جماعت کے گیارہ رکعت مین ساتھ وتر کے اور وہ جو مروی ہی کہ تحقیق آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے پڑھی رمضان مین بیس رکعت سوا وتر کے پس ضعیف ہی آخر ہوا کلام کمال الدین

شمار	نام کتاب	عبارت	ترجمہ
			ابن ہمام کا اشارہ کرتا ہے ابن ہمام ساتھ مروی حسکے طرف شل اوسکے کہ کہا ہی اوسکو صاحب عنایہ نے عنایہ مین کہ روایت کیا گیا ہی کہ تحقیق رسول صلعم سے نکلے ایک رات مین بیچ راتون رمضان مین سے پس پڑہین آپ نے بیس رکعت —
۱۸	نفحات رشیدیہ	واختلفوا فی عدد رکعاتها التی یقوم بها الناس فی رمضان کالمختار منها اذ لا نص فیها فاختار بعضهم عشرین رکعة سوی الوتر واستحسن بعضهم ستا وثلثین رکعة والوتر ثلث رکعات وهو الامر القدیم الذی کان علیه الصدر الاول والذی اقول به فی ذلک ان لا توقیت فیه فان کان لابد من الاقتداء فالاقتداء برسول الله صلی الله علیه وسلم فی ذلک	اور مختلف ہوے ہین علما عدد رکعات تراویح میں کہ پڑہاتے تھے آنحضرت ساتھ اوسکے لوگونکو رمضان مین کہ کیا مختار ہے اون مین سے اسلیئے کہ نہین نص ہے رکعات تراویح مین پس اختیار کیا ہے بعض علما نے بیس رکعت کو سوا وتر کے اور مستحسن جانا بعض علما نے چھتیس رکعت کو اور وتر کو تین رکعت سلاوہ چھتیس رکعت

شمار	نام کتاب	عبارت	ترجمہ
		لما انہ ثبت عنہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ ما زاد علی احدی عشرۃ رکعۃ بالوتر شیئا لا فی رمضان ولا فی غیرہ الا انہ کان یطولہا فہذا ہو الذی اختیارہ بجمع بین قیام رمضان والاقتداء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالی لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ۔	کی اور یہی امر قدیم ہے کہ تھے اسپر صدر اول اور وہ جو کہتا ہوں میں اسکو امین یہ ہے کہ نہیں توقیت اور تعیین ہے اسکے عدد رکعات میں پس اگر ہو کہ ضروری اقتدا ہے پس اقتدا ہی ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمیں اچھا اسلیے کہ شان یہ ہے کہ ثابت ہوا ہے آنحضرت صلعم سے کہ تحقیق آنحضرت نے نہیں زیادہ کیا ہے گیارہ رکعت پر ساتھ وتر کے کچھ نہ رمضان میں اور نہ غیر رمضان میں مگر تحقیق آنحضرت تھے کہ دراز کرتے تھے اون گیارہ رکعت کو پس وہ ہے جو کہ اختیار کرتا ہوں میں اسکو بسبب جمع کے درمیان قیام رمضان اور اقتدا کی ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمایا اللہ تعالی نے البتہ ہے واسطے تمہارے رسول اللہ میں تابعداری نیک ۔

شمار	نام کتاب	عبارت	ترجمہ
۱۹	مرقاۃ شرح مشکوۃ	اعلم انہ لم یوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التراویح عددا معینا بل لا یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشر رکعۃ لکن کان یطیل الرکعات فلما جمعہم عمر علی ابی کان یصلی بہم عشرین رکعۃ ثم یوتر بثلث وکان یخفف القراءۃ بقدر ما زاد من الرکعات وکان طائفۃ من السلف یقومون باربعین رکعۃ ویوترون بثلث واخرون بست وثلثین ویوترون بثلث وہذا کلہ حسن ۔	جانو تحقیق شان یہ ہے کہ نہین مقرر فرمایا رسول خدا صلعم نے تراویح مین کوئی عدد معین بلکہ نہین زیادہ فرماتے تھے رسول خدا صلعم رمضان مین اور غیر رمضان مین گیارہ رکعت پر لیکن تھے طول کرتے رکعات کو پس جبکہ جمع کیا لوگونکو عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب پر کرتے ابی بن کعب پڑھاتے تھے لوگون کو بیس رکعت پھر وتر پڑھتے تھے ساتھ تین رکعت کے اور تھے ابی بن کعب کم کرتے تھے قرارت کو بقدر اسکے کہ زائد ہوئی تھین رکعات سے پس تھا ایک طائفہ سلف مین سے کہ تراویح پڑھتے تھے ساتھ چالیس رکعات اور وتر پڑھتے تھے ساتھ

شمار	نام کتاب	عبارت	ترجمہ
			تین رکعت سے کے اور تہا دوسرا گروہ سلف میں سے کہ تراویح پڑھا کرتے تھے چھتیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے ساتھ تین رکعت کے اور یہ سب بغیر گیارہ رکعت پڑھنا ساتھ وتر کے بطول قراءت اور بیس رکعت پڑھنا پھر وتر پڑھنا تین رکعت بتخفیف قراءت تھا۔
۲۰	نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار	والحاصل الذی دلت علیه احادیث الباب وما یشابهها هو مشروعیة القیام فی رمضان والصلوٰة فیه جماعة وفرادیٰ فقصر الصلوٰة المسماة بالتراویح علی عدد معین وتخصیصها بقراءة مخصوصة لم ترد به سنة۔	اور وہ ماحصل کہ دلالت کیا ہے اوس پر احادیث باب اور ویسے کے نظائر نے مشروع ہونا قیام کا ہے رمضان میں اور نماز بھی اوسی رمضان میں جماعۃ اور تنہا پس قصر نماز یعنی جو تراویح کا عدد معین اور تخصیص اوسکی ساتھ قراءۃ مخصوصہ کے نہیں وارد ہوئی ہے ساتھ اوسکے سنت
۲۱	شرح منہاج سبکی	هذا امر یسهل الخلاف فیه فان ذلک من النوافل من شاء فعلی اقل ومن	یہ یعنی عدد رکعات تراویح سہل ہے خلاف اسمین اسلیے کہ تراویح نوافل کے

شمار	نام کتاب	عبارت	ترجمہ
		شاء صلی اکثر و لعلم فی وقت جازوا لتطویل القیام علی عدد الرکعات فجعلوا احدی عشرہ وفی وقت اجازوا تکثیر عدد الرکعات فجعلوہا عشرین ۔	ہے جو شخص چاہے پڑھے تھوڑی رکعتیں اوسکی اور جو شخص چاہے بہت رکعتیں اوسکی اور شاید کہ اونہوں نے ایک وقت میں اجازت دی دراز کرنے قیام کے عدد رکعات کم پس گردانا ہوا اوسکو گیارہ رکعت اور ایک وقت میں اجازت دی بہت کرنے رکعات کی پس گردانا ہوا اوسکو بیس رکعت

روایات کتب فقہ و حدیث و رجال کی اونمین ضعف اوس حدیث کا بیان ہی کہ جسمین بیس رکعت تراویح کا پڑہنا آنحضرت صلعم کو ہی

شمار	نام کتاب	عبارت	ترجمہ
۱	فتح القدیر	واما ما روی ابن ابی شیبہ فی مصنفہ والطبرانی عن البیہقی من حدیث ابن عباس انہ صلی اللہ	اور اسی پر وہ جو روایت کیا ہے ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں اور طبرانی نے بیہقی سے حدیث

شمار	نام کتاب	عبارت	ترجمہ
		نهاية بوسلم يصلي في رمضان عشرين ركعة سوى الوتر فضعيف بابي شيبة ابراهيم بن عثمان جد الامام ابي بكر بن ابي شيبة متفق على ضعفه مع مخالفته للصحيح	ابن عباس سے کہ آنحضرت صلعم پڑھتے تھے رمضان میں بیس رکعت سوا وتر کے سو ضعیف ہے بسبب ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان جد امام ابی بکر بن ابی شیبہ کے کہ ایک ضعیف راوی اسکا ہے کہ اتفاق کیا گیا ہے اوسکے ضعیف ہونے پر باوجود مخالف ہونے اس حدیث کے حدیث صحیح سے —
٢	فتح سر المنان	ولم تثبت رواية عشرين ركعة منه صلى الله عليه وسلم كما هو المتعارف الان الا في رواية ابن ابي شيبة من حديث ابن عباس كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي في رمضان عشرين ركعة والوتر قالوا اسناده ضعيف وقد عارضه حديث عائشة ... اعلم بحال النبي صلعم من غيرها	اور نہیں ثابت ہوئی ہے روایت بیس رکعت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جیسا کہ وہ متعارف ہے اب مگر روایت ابن ابی شیبہ میں حدیث ابن عباس سے کہ تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے رمضان میں بیس رکعت اور وتر کہا ہے محدثین نے

شمار	نام کتاب	عبارت	ترجمہ
			کہ اسناد اس حدیث کے ضعیف اور تحقیق معارض اسکے ہے حدیث حضرت عائشہ رض کے اور وہ صحیح ہے اور تہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اعلم ساتہ حال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بنسبت اپنے غیر کے —
۳	تخریج رافعی لابن حجر العسقلانی	اخرج البیہقی عن ابن عباس کان یصلی فی شہر رمضان فی غیر جماعۃ عشرین رکعۃ والوتر قال البیہقی تفرد ابو شیبۃ ابراہیم بن عثمان وہو ضعیف	لایا ہے بیہقی ابن عباس سے کہ تہے یعنی آنحضرت نماز پڑہا کر تے مہینے رمضان میں بدون جماعت کے بیس رکعت اور وتر کہا بیہقی نے کہ متفرد ہوا ہے ساتہ اسکے ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان اور وہ ضعیف ہے —
۴	نیل الاوطار للشوکانی	بشرح ایضاً	بترجمہ ایضاً
۵	عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری للعینی	فان قلت روی ابن ابی شیبۃ من حدیث ابن عباس کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی	سو اگر کہے تو کہ روایت کیا ہے ابن ابی شیبہ نے حدیث ابن عباس سے کہ تہے رسول خدا صلعم

شمار	نام کتاب	عبارت	ترجمہ
		في رمضان عشرين ركعة والوتر قلت هذا الحديث رواه البغوي ابو القاسم البغوي في معجم الصحابة قال حدثنا منصور بن ابي مزاحم حدثنا ابو شيبة عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس الحديث وابو شيبة هو ابراهيم بن عثمان العبسي الكوفي قاضي واسط جد ابي بكر بن ابي شيبة كذبه شعبة وضعفه احمد وابن معين والبخاري والنسائي وغيرهم واورد له ابن عدي هذا الحديث في الكامل في مناكيره	کہ پڑہتی تہی رمضان میں بیس رکعت اور وتر کہونگا میں یہ حدیث روایت کیا ہے اسکو ابوالقاسم البغوی نے معجم الصحابہ میں کہا البغوی نے کہ بیان کیا ہمسے منصور بن ابی مزاحم نے کہ کہا منصور نے کہ بیان کیا ہمنے ابوشیبہ نے حکم سے اور حکم نے مقسم سے اور مقسم نے ابن عباس سے اس حدیث کو اور ابوشیبہ وہ ابراہیم بن عثمان العبسی الکوفی قاضی واسط جد ابی بکر بن ابی شیبہ کا ہے کاذب کہا ہے اوسکو شعبہ نے اور ضعیف کہا ہے اوسکو احمد اور ابن معین اور بخاری اور نسائی وغیرہم نے اور لایا ہے اوس سے ابن عدی اس حدیث کو کامل میں بیچ مناکیر کے
	متوسط الازدی	واما ما نقل عنه صلى الله عليه وسلم انه صلى في ليلتين خرج فيهما عشرين ركعة فهو منكر	اور رای پر وہ جو نقل کیا گیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آنحضرت صلعم نے پڑہیں تہیں ان دو

شمار	نام کتاب	عبارت	ترجمہ
			دو باتوں میں کہ نکلے سے آدمی بیس رکعت پڑھنا شک ہے۔
۰	خادم لابن زرکشی	دعوی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی بہم فی تلک اللیلۃ عشرین رکعۃ لم یصح	دعوی اسکا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پڑھیں ساتھ لوگوں کے اس رات بیس رکعتیں نہیں صحیح ہے۔
۰	تہذیب الکمال لابی الحجاج المزی	ابو شیبۃ ابراہیم بن عثمان لہ مناکیر منہا حدیث انہ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر قال وقد ضعفہ احمد وابن معین والبخاری والنسائی و ابو حاتم الرازی وابن عدی وابو داؤد والترمذی والاحوص بن المفضل الغلابی وقال الترمذی فیہ منکر الحدیث وقال الجرجانی ساقط وقال ابو علی النیشاپوری لیس بالقوی وقال صالح بن محمد البغدادی ضعیف لا یکتب حدیثہ وقال معاذ العنبری کتبت الی شعبۃ	ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان اوس سے منکرین کی روایتیں ہیں منجملہ اونکے یہ حدیث ہے کہ تحقیق آنحضرت رمضان میں پڑھتے تھے بیس رکعت اور وتر کہا ابو الحجاج مزی نے اوسکی تحقیق ضعیف کہا ہے اوسکو احمد اور ابن معین اور بخاری اور نسائی اور ابو حاتم رازی اور ابن عدی اور ابو داؤد اور ترمذی اور احوص بن المفضل الغلابی نے اور کہا ترمذی نے کہ اسکی حدیث میں منکر الحدیث ہے اور کہا جرجانی

شمار	نام کتاب	عبارت	ترجمہ
		اسال عنه اا روی عنه فقال لا تروِ عنه فانه رجل مذموم	سے کہ ساقط الحدیث ہے اور کہا ابوعلی النیشاپوری نے کہ قوی نہیں ہے اور کہا صالح بن محمد البغدادی نے کہ ضعیف ہے نہیں لکھے جاتے ہیں حدیث اوسکی اور کہا معاذ عنبری نے کہ لکھا میں نے طرف شعبہ کے پوچھتا تھا میں شعبہ سے کہ آیا روایت کروں میں ابراہیم ابی شیبہ سے پس کہا شعبہ نے کہ نہ روایت کر تو اس سے پس تحقیق وہ مرد برا ہے۔
۹	میزان الاعتدال للذہبی	فی ترجمہ ابراہیم بن عثمان ابی شیبہ کذبہ شعبۃ ثم قال روی عثمان الدارمی عن ابن معین لیس بثقۃ وقال احمد ضعیف وقال البخاری سکتوا عنہ وقال النسائی متروک الحدیث ومن مناکیر ابی شیبۃ ما روی البغوی	ترجمہ ابراہیم بن عثمان ابی شیبہ میں ہے کہ کاذب کہا ہے اوسکو شعبہ نے پھر کہا ذہبی نے کہ روایت کیا ہے عثمان دارمی نے ابن معین سے کہ نہیں ہے ابراہیم ثقہ اور کہا احمد نے کہ ضعیف ہے اور کہا بخاری نے کہ سکوت کیا ہے نقادین ع

تراویح کی مستحب ہونی میں

نمبر شمار	نام کتاب	عبارت	ترجمہ
١١	شرح صحیح مسلم للنووی	والمراد بقیام رمضان صلوۃ التراویح واتفق العلماء علی استحبابہا	اور مراد ساتھ قیام رمضان کے نماز تراویح ہے اور متفق ہوئے ہیں علماء نماز تراویح کی مستحب ہونے میں
١٢	شرح صحیح البخاری للکرمانی	والمراد بالقیام فی رمضان ادا التراویح واتفقوا علی استحبابہا	اور مراد ساتھ قیام کے رمضان میں ادا تراویح ہے اور متفق ہوئے ہیں علماء مستحب ہونے تراویح میں
١٣	شرح جامع ترمذی لابی الطیب السندی	ذہبت الامۃ علی ان قیام رمضان لیس بواجب بل ہو مندوب	اور اجماع کیا ہے امت نے اس پر کہ قیام رمضان یعنی نماز تراویح نہیں ہے واجب بلکہ وہ مندوب یعنی مستحب ہے

فائدہ روایات مذکورہ میں بیان اختلاف مشایخ ہے تراویح کی مستحب اور سنت ہونے میں لیکن بعض میں لفظ سنت کا مذکور ہے اور بعض میں استحباب پس کہنا کا مسطور ہوا

بعض میں اعتراض صحیح ہونی سنت کا مرقوم ہے			
شمار	نام کتاب	عبارت	ترجمہ
۱	ینابیع شرح قدوری	اختلف المشائخ فی التراویح قال بعضهم هی نفل وقال بعضهم هی سنة وهی روایة الحسن عن ابی حنیفة وهو الاصح ۔	مختلف ہیں مشائخ تراویح میں کہا بعض مشائخ نے کہ تراویح نفل ہے اور کہا بعض مشائخ نے کہ تراویح سنت ہے اور روایت حسن کی ہے ابی حنیفہ سے اور یہی صحیح ہے ۔
۲	خلاصة الفتاوی	اعلم ان المشائخ اختلفوا فی کون التراویح سنة وانقطع الاختلاف بروایة الحسن عن ابی حنیفة انما سنة ۔	جان تو کہ مشائخ مختلف ہوئے ہیں تراویح کے سنت ہونے میں اور جاتا رہا ہے اختلاف ساتھ روایت حسن کے ابی حنیفہ سے کہ تراویح سنت ہے ۔
۳	فتاوی عالمگیری	نفس التراویح سنة علی الاعیان عندنا کما روی الحسن عن ابی حنیفة وقیل مستحب والاول اصح	نفس تراویح سنت علی الاعیان ہے نزدیک ہمارے جیسا کہ روایت کیا ہے حسن نے ابی حنیفہ سے اور کہا گیا ہے کہ مستحب ہے اور اول اصح ہے ۔

شمار	نام کتاب	عبارت	ترجمہ
۴	شرح کنز للزیلعی	الکلام فی التراویح فی مواضع الاول فی صفتها وہی سنتہ عند نا رواہ الحسن عن ابی حنیفہ رح وقیل مستحب والاول اصح لانہا واظب علیہا الخلفاء الراشدین۔	کلام تراویح مین چند جگہون مین ہے پہلے کلام اوسکی صفت مین اور وہ سنت ہے نزدیک ہمارے روایت کیا ہے اسکو حسن نے ابی حنیفہ رحمہ اللہ علیہ سے اور کہا گیا ہے کہ مستحب ہے اور اول اصح ہے اسلیے کہ تراویح پر مواظبت فرمائی ہے اوسپر خلفای راشدین نے۔
۵	مستخلص شرح کنز	اعلم ان التراویح سنتہ وذکر فی الجامع الصغیر بلفظ الاستحباب والاصح انہا سنتہ۔	جانو کہ تراویح سنت ہی اور ذکر کیا جامع صغیر مین بلفظ استحباب ہے اور اصح یہ ہے کہ تراویح سنتہ ہی
۶	ماثبت بالسنتہ	اعلم قد اختلف العلماء فی التراویح ان تسمی سنتہ فقال بعضہم لا بل ہی من النوافل وتسمی مستحبا وقال بعضہم تسمی سنتہ وہو الاصح	جانو تحقیق مختلف ہوئے ہین علماء تراویح مین کہ نام رکہی جاوے سنت سو کہا بعض علماء نے کہ نہ نام رکہی جاوی سنت بلکہ وہ نوافل سے ہے اور نام رکہی جاوے مستحب اور کہا بعض علما نے

شمار	نام کتاب	عبارت	ترجمہ
			کہ نام رکھی جاوی سنت اور (یہی) اصح ہے —
۷	درر البحور	یستحب عشرون واداؤہا بالجماعۃ افضل علی الاصح —	مستحب ہیں بیس رکعت تراویح کی اور ادا اونکا ساتھہ جماعت کے افضل ہے اور یہ قول اصح کے
۸	شرح صحیح البخاری للعینی	وقد اختلف العلماء فی العدد المستحب فی قیام رمضان علی اقوال کثیرۃ فقیل احدی واربعون الی ان قال وقیل عشرون	اور مختلف ہوے ہیں علماء عدد مستحب میں بیچ قیام رمضان یعنی تراویح کے اوپر بہت قولوں کے سو کہا گیا ہے کہ عدد مستحب تراویح کا اکتالیس رکعت ہے یہان تک کہ کہا عینی نے اور کہا گیا ہے کہ عدد مستحب تراویح کا بیس رکعت ہے —
۹	فصیحیہ شرح وقایۃ الروایۃ	وقول الہدایۃ والاصح انہا سنۃ ای نفس التراویح فافہم قال الشیخ ابن حجر لم اجدہ ای المواظبۃ عن الخلفاء الراشدین فما فی الہدایۃ ایضاً منظور فیہ —	اور قول ہدایہ کا اور اصح یہ ہے کہ تراویح سنت ہے ای نفس تراویح پس سمجھہ تو ای مخاطب کہا شیخ ابن حجر نے نہیں پایا ہے مین نے ای مواظبت کو خلفای راشدین سے پس وہ جو ہدایہ مین ہے نظر کی گئی ہے اوس مین

روایات ذیل مین سنت ہونا تراویح یا بیس رکعت تراویح کا بدون قید کی مسطور ہے

شمار	نام کتاب	عبارت	ترجمہ
۱	وقایۃ الروایۃ	سن التراویح عشرون رکعۃ	مسنون ہی تراویح بیس رکعت
۲	مختصر الوقایہ	سن التراویح	مسنون ہی تراویح
۳	کنز الدقایق	سن فی رمضان عشرون رکعۃ	مسنون ہے رمضان مین بیس رکعت ۔
۴	کافی	سن فی رمضان عشرون رکعۃ	مسنون ہین رمضان مین بیس رکعت
۵	تنویر الابصار	التراویح سنۃ	تراویح سنت ہے
۶	نور الایضاح	التراویح سنۃ للرجال والنساء	تراویح سنت ہی مردون اور عورتون کے لیے ۔
۷	منافع	نفس التراویح سنۃ واداءھا بالجماعۃ مستحب ۔	نفس تراویح سنت ہے اور ادا اوسکا ساتھ جماعت کی مستحب ہے
۸	ارکان اربعہ	صلوۃ التراویح فی رمضان نوع من صلوۃ اللیل وھے سنۃ علینا ۔	نماز تراویح رمضان مین ایک قسم ہے نماز تہجد سے اور وہ سنت ہی ہمپر ۔
۹	جواہر اخلاطی	وھی سنۃ رسول اللہ وقیل ہی سنۃ عمر والاول اصح ۔	اور تراویح سنت رسول اللہ ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ سنت عمر کی ہے اور اول صحیح ہے ۔

شمار	نام کتاب	عبارت	ترجمہ
۱۰	محیط برہانی	التراویح یقال لہا سنۃ عمر قیل لان عمر رضی اللہ عنہ واظبت علیہا وسنتہ رسول اللہ واظب علیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	تراویح کہا جاتا ہی اوسکو سنت عمر رضی اللہ عنہ کی اسلیے کہ حضرت عمر رضی نے مواظبت فرمائی ہے اوسپر اور سنت رسول اللہ کی وہ ہے کہ مواظبت فرمائی ہو اوسپر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے

توضیح مقام بہ تنقیح مرام یہ ہے کہ مقر پڑہنے تراویح کو سنت جانتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے اوسپر
بہت رغبت دلائی ہے اور ارشاد کیا ہے سننت لکم قیامہ یعنی سنت کیا ہے مین نے تمہارے لیے قیام اوس
کا اور فرمایا کہ روزہ رکہنے والا رمضان کا اور پڑہنے والا تراویح کا از روی التصدیق و طلب ثواب
کے گناہون سے ایسا پاک ہوجاتا ہے جیسا کہ اوسدن پاک تہا کہ اوسکی ماں نے اوسکو جنا تہا اور
بیس رکعت کو عمدہ مستحبات سے سمجہتا ہے چنانچہ خود بہی بیس ہی رکعت پڑہتا ہی لیکن آٹہہ رکعت
پڑہنے والیکو کہ بقصد تشبہ و اقتداے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑہتا ہے ملامتی نہین
جانتا ہے بلکہ بموجب آیت کریمہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوہ حسنۃ بالخصوص اوس وقت مین
کہ لوگ آٹہہ رکعت پڑہنے والے پر ملامت کرتے ہون ماجور باجر اتباع سنت اور مشارک ثواب
احیاے سنت جانتا ہی جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹہہ ہی رکعت کا پڑہنا ثابت
ہوا اور حضرت عمر نے ابی ابن کعب اور تمیم داری اور سلیمان بن ابی حثمہ کو گیارہ رکعت پڑہنے
پر مامور فرمایا ہے کہ آٹہہ رکعت اونمین تراویح کی اور تین رکعت وتر کے تہے اور یہی زمان عمر مین بہ تنہا

اور اوس لیے یہ روایت تو تفصیل مذکور نہیں اور بعض سلف عہد عمر بن عبد العزیز مدینہ میں السی سے
پڑھتے تھے تو یہ سنت اٹھ رکعت پر ثبت ہو نہیں سکتی ہے اور اجماع حضرت عمر تراویح پر بیس رکعت
ہوا ہے جس تقدیر پر اس حدیث سے صرف صحت اوسکے کلام کا جو دلالت کرے میں آٹھ رکعت سنت کے پڑھنے
والے پر اور سمجھتے ہیں کہ سب کتب فقہ مالامال ہیں اس سے کہ بیس رکعت تراویح سنت موکدہ
ہیں اگر یہ دلالت اوسکی سند محل ہے اور صحیح ہوتی ہے حضرت عمر اور دیگر صحابہ رض اور سلف پر اور
پر عمل اونکا اوسپر صریح ہے اسلیے کہ متون اور شروح جمہور میں سنت موکدہ ہونا اوسکا مذکور
نہیں ہے بلکہ بعض کتب میں اجماع مستحب ہونے تراویح پر مسطور ہے اور اسکا حکم انکا نہیں
ہے کہ کسی کتاب فقہ میں تراویح کا سنت موکدہ ہونا مرقوم نہیں ہے مطلب ہمارا یہ ہے کہ جس نے
بیس رکعت تراویح کو سنت موکدہ لکھا ہے اوسکا کلام موافق اصول حنفیہ نہیں ہے اور مقتضای
دلیل اوسکا خلاف ہے پس فتوی دینا کسی مذہب والے کو اوس روایت پر کہ موافق اوس مذہب کے
اصول کے نہو اور مقتضای دلیل اوسکا خلاف ہو بیجا ہے اور جمہور فقہای حنفیہ کے کلام میں کہ صرف
سنت ہونا مرقوم ہے اوسکو محمول سنت غیر موکدہ پر کرنا چاہیے تاکہ روایات موافق اصول اور
ادلہ کے ہو جائین ظاہر اقاویل ہونا ساتھ سنت موکدہ کے ناشی غلط فہمی کسی ایک شخص
کی ہے اور اوروں نے بلا تامل بدون دلیل کے اتفاق اوسکا کر لیا ہے واللہ اعلم بہر حال
مولوی محمد فصیح صاحب غازی پوری اور مولوی عبد الرحمن صاحب صدر امین کو
واضح ہو کہ جواب اس رسالہ کا صرف لکھنے سے روایات سنت موکدہ ہونے تراویح

سے نہو گا جب تک کہ سنت موکدہ ہونی بیس رکعت کو دلیل

سے ثابت نکرین اور جو اعتراضات کہ

استقصاء التراویح پر وارد ہین

ان کو دفع نکرین

فقط

باب دوم در بیان ہفوات استبصار التراویح کے
رد ہفوات مولوی زین العابدین

قولہ پڑھنا تراویح کا سنت موکدہ ہی اور تعداد اوسکی بقول صحیح بیس رکعت ہی **اقول** سنت مؤکدہ ہونا تراویح کا مخدوش ہے اسلیے کہ تراویح آنحضرت کی نماز تہجد جسکو قیام لیل کہتے تھی جیسا کہ عینی اور زیلعی نے شروح کنز مین اور شیخ عبدالحق نے فتح سر المنان مین اور بحر العلوم نے ارکان اربعہ مین لکھا ہی اور بقول جمہور قیام لیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھا تو مواظبت آنحضرت کی تراویح پر فرضاً ہوگی اور سنت موکدہ اوسکو کہتے ہین کہ جسپر مواظبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نفلاً فرمائی ہو اور تعداد اوسکی استحباباً بقول صحیح بیس رکعت ہونا مسلم ہے اور سنت موکدہ ہونا بیس رکعت کا بقول صحیح ممنوع ہے کیونکہ سنت موکدہ اوسکو کہتے ہین کہ جسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نفلاً مواظبت فرمائی ہو اور بیس رکعت تراویح پڑھنا بھی آنحضرت سے ثابت نہین ہے چہ جای کہ نفلاً اوسپر مواظبت اپکی ہو **قولہ** اور یہ مسئلہ ایسا بھی نہین ہے کہ کسی عالم کو اسمین خلاف ہو **اقول** تراویح کا سنت موکدہ صرف بعض کتب فقہ حنفیہ مین ہے اور باقی متون اور شروح کتب جمہور فقہا مین صرف سنت ہونا اوسکا مسطور ہے کہ وہ محمول اوس سنت پر ہے کہ جسپر آنحضرت نے مواظبت بالفرض فرمائی ہو لیکن بمقابلہ اس سنت کے جو استحباب بعض کتب مین مسطور ہی مراد مستحب با احب السلف ہے اور نووی شارح صحیح مسلم اور کرمانی شارح صحیح البخاری اور ابو الطیب شارح جامع ترمذی نے اتفاق اور اجماع اوسکے استحباب پر نقل کیا ہے اور خلاف بعض علما اوسکی تعداد مین خود لفظ بقول صحیح سے ظاہر ہے بہرحال یہ کلام کہ یہ مسئلہ ایسا نہین ہے کہ کسی عالم کو اسمین خلاف ہو صریح کذب ہے **قولہ** اسواسطے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے اس نماز کو

قایم کیا اور بیان حقیقت کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز کو پڑھا تھا اور بسبب خوف فرض ہو جانے کے ترک کیا تھا اب وہ خوف باقی نہین تو صحابی اس بات کو پسند کیا اور اجماع کیا لہذا علماؤن نے تصریح اسکی اپنے اپنے مقام مین کی ہے جسکا جی چاہے کتب معتبرہ مین دیکھ لے

اقول اولن یہ افترا ہی حضرت عمر پر ارشاد ہو کہ کس کتاب معتبر مین یہ روایت آئی ہے کہ حضرت عمرؓ نے بیان حقیقت کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز کو پڑھا تھا اور بسبب فرض ہو جانے کے ترک کیا تھا اب وہ خوف باقی نہین تو صحابہؓ نے اس بات کو پسند کیا اور اجماع کیا دوسرے مدعا کچھ ہے اور مفاد دلیل کچھ اسلئے کہ مدعا پڑھنے تراویح کا سنت موکدہ ہونا اور تعداد اسکی بقول صحیح بیس رکعت ہونا ہے اور مفاد دلیل صرف اجماع ہے اوس نماز پر کہ جسکو آنحضرتؐ نے بسبب خوف فرض ہو جانے کے ترک کر دیا تھا اور باب اول مین ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ بیس رکعت تھین بلکہ اٹھ رکعت باجماعت تھین کہ اس سے نہ تراویح کا سنت موکدہ ہونا نکلتا ہے اور تعداد اسکی بقول صحیح بیس رکعت نکلتی ہین پس دلیل مفید مدعا نہوی اور ہرگاہ دلیل مفید مدعا نہوئی تقریب کیونکر تمام ہوگی اور کتب معتبرہ مین یہ روایت نہین ہے اور اس مدعا کو اس دلیل سے بیان کیا ہے بہرحال حوالہ کتب معتبرہ غلط ہے **قولہ** صفحہ ۴۳ اور بڑی غضب کی بات یہ ہے کہ پڑھنے والے اٹھ رکعت کے اپنے تئین متبع سنت کہتے ہین اور بیس رکعت پڑھنے والیکو بدعتی اور نادانوںکی واسطی قول حضرت عمر فاروقؓ کا نعمت البدعۃ ہذہ سند لاتی ہین کہ خود حضرت عمرؓ نے اسکو بدعت قرار دیا ہے **اقول** اٹھ رکعت پڑھنے والی لاریب متبع سنت نبوی اور سنت صحابہ اور خلفا مین جبکہ بیس رکعت پڑھنے والے متبع سنت صحابہؓ اور خلفا ہین اور اٹھ رکعت پڑھنی والی ہرگز بیس رکعت پڑھنوالیکو بدعتی نہین کہتے یہ اون پر افترا ہی اور بدعت کہنا حضرت عمرؓ کا تراویح باجماعت کو مجاز ہے کہ اطلاق بدعت کا احیا ہی سنت پر کر دیا ہے جیسا کہ ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوۃ مین لکھا ہے **قولہ** صفحہ ۴۴ بعد تھوڑی دنون کے یہ فتوی ہوگا کہ تراویح کی نماز بعد تین رات

سے کہ بدعت ہے اسواسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رات پڑہی ہے بعد
اسکے پہر ترک کیا ہے **اقول** تعین عدد رکعات تو اون چیزون مین سے ہے کہ زمانہ
کو اوسمین دخل نہین جسقدر شارع سے ثابت ہو زیادت اور کمی اوسپر و نہین ہو جو عدد کہ نبی
کہ شارع سے ثابت ہوا اوسپر مواظبت شارع کی بطور نقل جماعت کے ثابت نہو تو وہ عدد سنت
موکدہ نہین ہوسکتا ہے اور جس کام کو آنحضرت صلعم نے ایک یا دو بار کیا ہے تو وہ ہمیشہ کے لیے
ہمیشہ کو مستحب ہوجاتا ہے استحباب اوسکا منسوخ نہین ہوا کیا ہمیشہ رہتا ہے پس جبکہ
آنحضرت نے تین رات اوسکو پڑہا تو بدعت اوسکو کیونکر کہین سکے بلکہ اوسکو مستحب کہنا
چاہیے **قولہ** صفحہ ۴ بڑی بڑی محقق اپنی کتابون کے اندر لکھتے ہین کہ تراویح بیس رکعت
ہی اور مشرق سے مغرب تک عمل اسی پر ہے چنانچہ صاحب در مختار نے صاف لکہدیا
اقول مراد ان محققون کی یہ ہے کہ تراویح استحباباً بیس رکعت ہے نزدیک حنفیہ کے اور مراد
صاحب در مختار یہ ہے کہ اسوقت مین مشرق اور مغرب مین عمل لوگونکا بطور استحباب بیس ہی
رکعت پر ہی تو اس سے لازم نہین آتا ہے کہ آٹھ رکعت بطور سنت پڑہنا درست نہین ہے یا پہلی
اس سے عمل لوگونکا مشرق اور مغرب مین عدد غیر بیس رکعت پر نہ تہا اور کیونکر یہ لازم آویگا کہ بہت
سے اکابر نے عدد غیر بیس رکعت کو اختیار کیا ہے علاوہ اسکے اسوقت مین بہی عمل ہونا سب
آدمیونکا مشرق اور مغرب مین بیس ہی رکعت پڑہنے پر مسلم نہین دو وجہ سے اول تو بالکلیہ اسوقت مین بہی
چہتیس رکعت پڑہتے ہین اور عاملین حدیث تعین ایک عدد کی نہین کرتے ہین دوسرے معلوم
ہونا عمل سب آدمیونکا مشرق و مغرب مین متعسر ہے پس ناس سے مراد اگر حنفیہ اور شافعیہ ہون
تو ہوسکتا ہے اور کل ناس مراد نہین ہوسکتی ہین **قولہ** صفحہ ۴ اب انصاف فرمائیے کہ تمام
علمای مشرق و مغرب کے اور تمام فضلا اور کملا اور اولیا اور اقطاب و اوتاد جامع علوم
ظاہری اور باطنی کے محض نا واقف ٹھیرے اس مسئلہ سے اور یہ حضرت نئے عالم دو چار ورق
کے واقف ایسے عالم ہوے **اقول** اول کل تمام علمای مشرق اور مغرب اور تمام فضلا اور کملا اور اولیا

اور اقطاب اور اوتاد کا اختیار کرنا بیس رکعت کو غیر مسلم ہے دوسرے اونکے عمل سے سنت مؤکدہ
ہونا بیس رکعت کا لازم نہیں آتا بہی غایت اوسکی استحباب ہے سو بیس رکعت کے مستحب ہونے
میں کلام اکیکے خصم کو نہیں ہے اور معلوم نہیں کہ اس مجیب نے بیچارے عالم دو چار ورق کا وقت
ابن ہمام کو کہا یا صاحب بحر الرائق اور طحطاوی کو یا اور مشائخ کو جو بیس رکعت کو مستحب کہتے ہیں
ابن ہمام وغیرہ کہ محققین حنفیہ میں سے ہیں اونکی مقابلہ میں آپ اور آپکے ہم مذہب ایک یا دو
حرف سے بہی واقف نہیں ہیں **قولہ** صفحہ ۳۔ یہ ایسے عالم ہیں کہ بارہ سو برس کے بعد
یہ غلطی سمجھے تمام علماء عرب اور عجم کی پکڑی **اقول** بارہ سو برس سے پہلے ایک عالم
سنہ نہ عرب کا اور نہ عجم کا سنت مؤکدہ ہونے بیس رکعت کا قائل نہیں ہوا ہے یہاں تک کہ
ائمہ مجتہدین تک سے بہی بیس رکعت کا سنت مؤکدہ ہونا منقول نہیں سنہ ہے ہاں ظاہر کلام بعض
متاخرین فقہا سے یہ مترشح تہا لیکن ابن ہمام نے جو دلیل سے ثابت تہا وہ بیان کردیا پس
چاہیے کہ کلام ان فقہا کا بہی طرف مقتضای دلیل کے مصروف کرلیا جاوے بہرحال مثبت
بارہ سو برس کے غلطی تمام علماء عرب اور عجم کی پکڑنا ہرگز صادق نہیں آسکتا ہے **قولہ**
صفحہ ۳ یا ور پردہ یہ شخص رافضی ہے **اقول** یہ شخص ایسا بیباک ہے کہ ابن ہمام اور صاحب
بحر الرائق وغیرہما علماء محققین حنفیہ پر کسطرح زبان درازی کرتا ہے کہ اونکو در پردہ رافضی بناتا ہے
نعوذ باللہ منہ **قولہ** صفحہ ۵ جیسا کہ فرقہ رافضیہ اس نماز کو سنت عمری کہتے ہیں نہ سنت
نبوی **اقول** حموی نے حاشیہ اشباہ میں اسکو رد کیا ہے اور کہا ہے کہ اسمیں نظر ہے
اسلیے کہ تحقیق مصرح ہے بہت سی کتب متداولہ معتبرہ میں کہ تراویح بیس رکعت سنت
عمری ہے اسلیے کہ نبی علیہ السلام نے نہیں پڑہا ہے بیس رکعت کو بلکہ پڑہائی آٹھ رکعت
کو اور نہیں مواظبت فرمائی ہے اسپر اور حکم پڑہنے کا کیا ہے حضرت عمرؓ نے بعد آنحضرت
کی بیس رکعت کا اور موافقت اوسکی کی ہے صحابہ نے اسپر اور دعوی استخفاف کا خبر متبع
میں ہے عبارت حاشیہ اشباہ کے یہ ہے واشار فی کتاب الکراہیۃ من البزازیۃ الی انہ

لو قال التراويح سنة عمر كفر لانه استخفاف وهو كلام المدلس وفيه نظر فقد صرح في كثير من المتداولات
المعتبرة فانه سنة عمر لان النبي عليه الصلوة والسلام لم يصلها عشرين بل ثماني ولم يواظب على
ذالك وصلاها عمر بعده عشرين ووافقه الصحابة على ذلك ودعوى الاستخفاف في حيز المنع انتهى ایسا ہی
ہے حاشیہ طحطاوی مین **قولہ** صفحہ ۵ اگر غور کرین تو اپنی عبارت کتاب کافی کی کافی ہے
اقول کافی مین لفظ سنت کا ہے اور محمل صحیح اوسکی سنیت یہ ہے کہ سنت سے مراد یہان مستحب
ہے یعنی وہ عمل کردیا آنحضرت نے نفلاً مواظبت نہین فرمائی ہے اور بعض عبارت در مختار اور
رد المحتار کی باب اول مین گذر چکی ہین اوسکے ملاحظے سے ظاہر ہے کہ اون دونون
کتابون سے بھی سنت موکدہ ہونا بیس رکعت کا ثابت نہین ہوتا ہے **قولہ** صفحہ ۵ اس
مقام مین یاد آئی وہ حدیث شریف الخ **اقول** مصداق مضمون اس حدیث کے امثال
مستیان استغفار التراویح ہین **قولہ** صفحہ ۶ تراویح بہ تحقیق بیس رکعت ہی **اقول** تراویح بیس
رکعت بھی اور آٹھ رکعت بھی ہے اور چھتیس رکعت بھی ہے حصر بیس مین ممنوع ہے گو حنفیہ
کے نزدیک عدد مستحب تراویح کا بیس ہے رکعت ہی **قولہ** صفحہ ۶ اور سنت ہے اور یہ سنت
اسطرح سے ہے کہ ہمیشگی کیا ہے اسپر خلفا نے **اقول** کوئی عمل ہمیشگی کرنے خلفا سے
سنت نہین ہو سکتا ہے جب تک کہ اوسپر مواظبت آنحضرت کی نہ ثابت ہو اور بیس رکعت
کا پڑھنا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہین ہے چہ جائی کہ مواظبت آپکی بیس
رکعت پر ثابت ہو علاوہ اسکے ہمیشگی خلفا مین بھی بیس رکعت پر کلام ہے کسی روایت صحیحہ
سے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کا پڑھنا بیس رکعت کا ثابت نہین ہے
بلکہ فتاوی قاضی خان مین امام مالک سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ چھتیس
رکعت تراویح کے پڑھتے تھے اور مواظبت خلفای راشدین مین حافظ ابن حجر نے بھی
کلام کیا ہے **قولہ** صفحہ ۶ اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری
سنت بھی لازم پکڑو اور میری خلفا کے سنت سے لازم پکڑو چنانچہ وہ حدیث یہ ہے قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین الهادین المهدیین من بعدی
تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ **اقول** اس حدیث کے معنے میں کئی احتمال ہیں اول
اس حدیث میں ایجاب استحبابی ہی پس اس سے سنت خلفای راشدین کا مندوب اور مستحب ہونا
ثابت ہوتا ہے سنت موکدہ ہونا اور اسکا موید ہے کلام ابن ہمام کا فتح القدیر میں حیث قال قوله علیه السلام
علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین ندب الی سنتهم اور تاکد اوس سنت آنحضرت کا کہ جسپر اکلی مواظبت
ہوا اور دلیل سے ثابت ہے نہ اس حدیث سے دوم معنی اسکی یہ ہیں کہ لازم پکڑو میری طریقہ کو
اور خلفاء راشدین کی طریقہ کو جس طرح پر کہ ہو فرض کو بطور فرض کے اور واجب کو بطور واجب کے
اور سنت کو بطور سنت کے اور مستحب کو بطور مستحب کے سوم لفظ سنت کا بعد سنتی کے
سنة الخلفاء الراشدین میں معرفہ ہے کہ اعادہ کیا گیا ہے بعد معرفہ کے اور مولوی عبد الجبار
صاحب انکے ہم مذہب نے اسی استفتاء کے جواب میں صفحہ ۸ میں قاعدہ اصول کا بیان
کیا ہی کہ المعرفة اذا اعیدت معرفة کانت الثانیة عین الاولی تو خصم کہہ سکتا ہی کہ مراد سنت خلفای
راشدین سے وہ سنت ہی کہ سنت آنحضرت کی بھی ہو علاوہ اسکے تعریف الخلفاء کے
کہ جمع محلی باللام ہے واسطے استغراق کی ہے تو اس سے مراد وہ سنت ہی کہ جو سنت سارے
خلفاء کے ہو اور بیس رکعت تراویح ایسی سنت نہیں اسلیئے کہ حضرت ابوبکر صدیق رض سے
قول یا فعل یا تقریر سے بیس رکعت ثابت نہیں ہوتے ہیں تو بیس رکعت سنت سارے
خلفاء کے نہیں ہوئین **قوله** صفحہ ۲ اور حدیثیں اوسکے صحاح میں موجود ہیں جسکا جی چاہے
دیکھلے **اقول** بیان ثواب قیام رمضان کا البتہ احادیث صحاح میں آیا ہے اور بیان
ثواب بیس رکعت تراویح کا کہیں صحاح میں نہیں ہے اور نفس قیام رمضان محل نزاع نہیں ہے
بلکہ محل نزاع بیس رکعت تراویح ہے **قوله** صفحہ ۶ اور تعداد بیس رکعت کی اور تقرر اوسکا
بالاجماع ہوا ہے **اقول** تعداد بیس رکعت اور اوسکے تقرر کا اجماع ہونے سے مراد
ہو سکتا ہے اگر مراد یہ ہے کہ جواز اس عدد کا بالاجماع ثابت ہے جیسے کہ جواز ۸ رکعت کا ساتھ

فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے کہ ثابت ہے قطع نظر کلام سے کہ ثبوت اجماع مین سنت
موکدہ ہونا بیس رکعت کا اس اجماع سے ثابت نہین ہو سکتا ہے اور اگر مراد یہ ہو کہ سنت موکدہ
ہونا بیس رکعت کا بالاجماع ثابت ہے تو صریح البطلان ہے اسلئے کہ صحابہ و تابعین سے گیارہ
رکعت ساتھ وتر کے پڑھے ہین اور امام مالک نے بھی اپنے نفس کے لئے گیارہ رکعت کو
ساتھ وتر کے اختیار کیا ہے کہ جیسا باب اول مین معلوم ہوا ہے پس اگر بیس رکعت سنت موکدہ ہوتین
تو یہ اکابر گیارہ رکعت کیونکر پڑھتے اور گیارہ رکعت کیونکر اختیار کرتے —

رد ہفوات محمد احسن المصر

قولہ صفحہ ۰ ما قال صاحب الفتح اقلاً عن البحر الخ **اقول** ان بزرگ کو اسقدر معلوم نہین ہے
کہ صاحب فتح القدیر پہلے تہا یا صاحب بحر الرائق پس لکہا اور وہ جو کہا صاحب فتح القدیر نے
اوس حال مین کہ نقل کرنیوالا ہے بحر سے حالانکہ بحر مین فتح القدیر سے منقول ہے
باوجود اس نالعلمی کے فتوی دینے کو طیار ہین **قولہ** فنخوہ باعتبار مقتضی الدلیل وھو غیر جید
اقول بی دلیل غیر سدید لکھدیا اوسکو کہ جو باعتبار مقتضای دلیل ہو آپ ہی کا کام ہے
ای حضرت راست و درست وہی ہوتا ہے جو موافق دلیل کے راست و درست ہو **قولہ** لم یفت
علیہ احد من الفقہا بکما ہو مذکور فی المعتبرات **اقول** کس کتاب معتبر مین لکہا ہے کہ نہین
فتوی دیا ہے اس پر کسی نے فقہا مین سے بی محابا بدون دیکھی معتبرات کا حوالہ دیدیا بحکم
جہل کے اور کیا ہی ایک کتاب معتبر مین بہی یہ نہین لکہا ہے کہ کسی فقیہ نے اسپر فتوی نہین دیا
ہے ای بزرگ اعتبار قوت دلیل کا ہے نہ کثرت روایات کا جو دلیل کے موافق ہو اوسی
پر فتوی دینا چاہیے چہ جائیکہ روایات بہی مخالف مقتضای دلیل نہون جیسا کہ باب اول مین بیان
ہو چکا ہی **قولہ** صفحہ وما توھمہ البعض بان السنۃ ورد فی صلوۃ اللیل الی الثمان وما زاد علیہ مکروہ
اقول تعریض ساتھ اس توہم کے خصم پر صرف افترا ہے کوئی ہم معاشر اہل سنت
سے آٹھ رکعت سے زائد کو مکروہ نہیں کہتا ہی بلکہ بیس رکعت کو بہی مستحب اور سنت صحابہ کرام علیہم

رد ہفوات مولوی شمس الدین علی

قولہ صفحہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مقرر کیا عمرؓ نے نماز تراویح کو بموجب اُس حدیث کے جو مجھ سے سنی اور وہ بیس رکعت ہے۔ **اقول** ان بزرگ نے بیس رکعت کو سنت موکدہ نہیں لکھا ہے اور نہ مقرر کرنا حضرت عمر کا بموجب اوس حدیث کے کہ حضرت علی رض سے اونہوں نے سنی ثبوت بیس رکعت کی سنت موکدہ ہونیکا ہوسکتا ہے قطع نظر اس سے کہ یہ قول حضرت علی کا کہیں کتب حدیث مین نہیں پایا جاتا ہے بہرحال کلام ان بزرگ کا کچھ مخالف مدعای خصم نہیں ہے ؎

رد ہفوات مولوی عبد الرحمن صاحب صدر امین

قولہ صفحہ ۹ اصل مطلب کتاب مذکور کا اونسے نہیں سمجھا **اقول** حال سمجھنے مطلب فتح القدیر کا قریب سے ہے کہ کہلا جاتا ہی کہ کون نہین سمجھا مولوی صاحب نہین سمجھے یا مولوی صاحب کا خصم نہین سمجھا **قولہ** صفحہ ۹ اور تخلف کیا اوسنے سنت خلفای راشدین سے اور جملہ فقہای متقدمین اور متاخرین سے **اقول** یہ آٹھ رکعت تراویح فعل انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور فعل باقی سب خلفا اور صحابہ کا صدر خلافت حضرت عمر تک تھا اور حضرت عمرؓ نے ابی بن کعب اور تمیم داری اور سلیمان بن ابی حثمہ کو آٹھ رکعت پڑھنے پر مامور فرمایا اور صحابہؓ بھی زمانہ حضرت عمرؓ مین آٹھ رکعت بلانکیر پڑھتے تھے اور اسی طرح سے زمان تابعین مین بھی آٹھ رکعت بلانکیر پڑھی گئی ہین پس آٹھ رکعت سنت آنحضرتؐ اور سنت خلفای راشدین اور سنت صحابہؓ اور تابعین ہوئین تو جو شخص انکار کری فتوی دیوی سے آٹھ رکعت پر تو وہ منکر ہی فتوی دینے سے سنت آنحضرتؐ اور سنت خلفای راشدین اور سنت صحابہ اور تابعین پر اور بیس رکعت کو جو مولوی صاحب سنت خلفای راشدین سمجھتے ہین تو مراد سنت سے کیا ہے آیا وہ کہ جسپر مواظبت خلفای راشدین کے ہو جیسا کہ مصطلح

اصولین حنفیہ سے تو بیس رکعت پر مواظبت خلفای راشدین ہرگز ثابت نہین ہوتی ہے اگر مولوی
صاحب مدعی ثبوت مین تو روایات صحیحہ حدیث سے مواظبت خلفای راشدین بیس رکعت پر
ثابت کرین یاد رکھو جو قول یا فعل یا تقریر خلفای راشدین سے ثابت ہو تو اس معنی آٹھ رکعت
بھی سنت خلفای راشدین ہین اسی لئے خصم فتویٰ اٹھ رکعت پڑہنے کا بھی دیتا ہے اور آٹھ
رکعت پڑہنے کا بھی اور شرح حدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین رو بہوات مولوی
زین العابدین مین معلوم ہو چکی ہے اوسکے اعادہ کے کچہ ضرورت نہین ہے اور
اٹھ رکعت پر فتویٰ یون دینا کہ اسی پر مواظبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت ہی اور جو شخص
تراویح اسیقدر پڑہے اوسپر کچہ گناہ نہین ہے اور نہ اوسپر انکار ہو سکتا ہے ہرگز مخالف کسی
فقیہ معتمد کے فقہا متقدمین اور متاخرین سے نہین ہے چہجای کہ مخالف ہو جملہ فقہای متقدمین
اور متاخرین کے جیسا کہ باب اول مین معلوم ہو چکا ہے بہرحال یہ کلام مولوی صاحب کا ناشی
عکس فہمی سے ہی جب مولوی صاحب کو خود اپنی تحریر مین اعتراف ہے کہ صرف آنحضرت کی
اٹھ ہی رکعت تراویح کی پڑہی ہین اور مسنون ہونا اسیقدر کا فعل آنحضرت سے پایا گیا ہی تو بموجب
اصطلاح فقہا ہرگز بیس رکعت سنت نہین ہو سکتی ہین اسلیے کہ اصطلاح فقہای حنفیہ مین سنت
اوسکو کہتے ہین کہ جسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی ہو ساتہ ترک کے احیانا
اور جسپر خلفا نے مواظبت فرمائی ہو اوسکو اصولین حنفیہ البتہ سنت کہتے ہین لیکن فقہای
حنفیہ اوسکو سنت نہین کہتے ہین بلکہ وہ داخل مستحب ہے جیسا کہ باب اول مین تعریف سنت
بھی معلوم ہو چکا **قولہ** صفحہ ۹ جس شخص نے فتویٰ دیا اٹھ رکعت پڑہنے نماز تراویح کا اور کیا
روگردانی کی قول علیہ السلام علیکم بسنتی الحدیث اور توارث متقدمین اور متاخرین سے **اقول**
اٹھ رکعت پڑہنے کا فتویٰ دینا اسطور پر کہ پڑہنے والا اوسکا ملام نہین ہے بلکہ متبع سنت نبویہ ہے
اسلیے کہ فعل آنحضرت کہ جسپر مواظبت آپ کی تہی اٹھ ہی رکعت ہی اور خلاف اسکا ابو بکر
اور جمیع صحابہ اور خلفای صدر خلافت حضرت عمر تک منقول نہین ہے اور حضرت عمر نے بہی

زمان خلافت مین ابی بن کعب اور تمیم داری اور سلیمان بن ابی حثمہ کو گیارہ رکعت پڑھنی کا کہا اور اسی
مین ورود امر حتمی فرمایا اور اور صحابہ بھی زمانہ خلافت حضرت عمر مین اور تابعین اور تبع تابعین زمانہ
خلافت عمر بن عبد العزیز مین گیارہ رکعت ساتھ وتر کے پڑھتے تھے اور کسی نے آج تک آٹھ
پڑھنے پر انکار نہین کیا گو عمل حنفیہ و شافعیہ بیس رکعت پر استحبابا شائع اور مروج ہو گیا پس فتوی
قول علیہ السلام علیکم بسنتی الحدیث اور توارث متقدمین اور متاخرین سے نہین ہی بلکہ عمل
سے ہے اس حدیث پر اور عدم انکار اس فتوی دینی پر متوارث ہے متقدمین اور متاخرین سے
باقی تشریح معنی اس حدیث کی رد شبہات مولوی زین العابدین مین گذر چکی **قولہ**
صفحہ ۹ اور میں نہ سمجھا کہ آٹھ رکعت تراویح پڑھنے کا فتوی کسی نے نہین دیا ہے **اقول**
آٹھ رکعت تراویح پڑھنے پر کسی نے آجتک انکار نہین کیا ہے اور آٹھ رکعت پڑھنی والے کا
نہ ملام ہونا بقول فقہائے حنفیہ اور تصریح محققین فقہائے حنفیہ سے واضح ہی پس یہ آٹھ رکعت
تراویح پڑھنے والی کے نہ ملام ہونے پر فتوی دینا نہین ہے اور کیا ہے اور مسنون ہونے
آٹھ رکعت کی فعل آنحضرت سے آپ خود معترف ہین پس یہ فتوی دینا آٹھ رکعت پڑھنے والے
کی متبع سنت ہونے پر نہین ہی اور کیا ہے **قولہ** صفحہ ۹ اور بہی غافل رہا اس امر سے کہ
بیس رکعت پڑھنے سے تراویح مع وتر کی ادای سنت رسول مقبول و نیز خلفائے راشدین دونون
ہوتی ہے **اقول** جبکہ سنت آنحضرت علیہ الصلوۃ والتحیۃ آٹھ رکعت بدون کمی اور زیادت
کی تہین بیس رکعت مین وہ عدد مسنون جاتا رہا تو بیس رکعت پڑھتے ہین ادای سنت آنحضرت
نہو گی اور اگر بیس رکعت پڑھنے مین سنت آنحضرت بہی ادا ہو جاتی ہو تو اکتالیس رکعت پڑھنا
نہایت اولی ہو گا کہ اوسمین سنت آنحضرت بہی ادا ہو جائیگی اور نیز سنت خلفائی راشدین اور سنت
تمام اکابر دین **قولہ** صفحہ ۹ اور منشای علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین کا کہ حضرت علیہ السلام
نے اس جگہ پر جمعیت دونون سنتون کے ساتھ واو عطف کی کہ واسطی جمع کے آتا ہے
فرمائی ہی نہ سمجھا **اقول** جمعیت دونون سنتونکی تو آٹھ رکعت مین ہے کہ آنحضرت ص

سے آٹھ ہی رکعت پڑھتے ہیں اور عمل خلفای راشدین کا بھی بعد خلافت حضرت عمر تک اسکے
خلاف پر پایا نہیں جاتا ہی اور بیس رکعت کا تو پڑھنا ہی آنحضرت سے ثابت نہیں ہے باقی
پڑھنا خلفای راشدین کا بھی بیس رکعت کو معلوم نہیں ہوتا ہے اور مولوی صاحب جو واو
کی جمع کے لیے ہونی سے جمعیت دونوں سنتوں کے سمجھی ہیں لطف اوسکا اہل علم پر مخفی
نہیں ہے بموجب ارشاد مولوی صاحب ایسا واضح ہے کہ دخلت دار زید و دار عمرو کا کہنا
اوس وقت جائز ہوگا کہ متکلم ایسی ایک دار میں داخل ہو کہ اوس میں داخل ہونی سے داخل ہونا دار
زید اور دار عمرو دونوں میں لازم اوی اور اگر دو دار میں کہ اونمیں سے ایک دار زید کا ہو نہ عمرو کا اور
دوسرا دار عمرو کا ہو نہ زید کا تو کہنا جائز نہوگا حال انکہ سب اہل علم پر ظاہر ہے کہ یہ امر بدیہی البطلان
ہے اگر متکلم ایک وقت دار زید میں کہ وہ دار عمرو نہ تھا داخل ہوا ہے اور دوسرے وقت میں
دار عمرو میں کہ وہ دار زید نہ تھا جب بھی دخلت دار زید و عمرو کہنا صحیح و درست ہی اور واو
کی جمع کے لیے ہونے کے یہ معنی ہیں کہ واو معطوف اور معطوف علیہ دونوں کے حکم
پر انتساب اور تعلق میں دلالت کرتا ہے ترتیب پر اوسکے دلالت نہیں ہے گو انتساب
یا تعلق بترتیب نفس الامر میں ہو کیونکہ واو جیسا کہ ترتیب پر دلالت نہیں کرتا ہے ویسے
ہی معیت پر بھی دلالت نہیں کرتا ہے پس جو شخص کہ آٹھ رکعت کو سنت آنحضرت جانتا ہے
اور بیس رکعت کو سنت حضرت عمر وغیرہ خلفاء کے سمجھتا ہے اور کبھی آٹھ رکعت پڑھتا ہی
اور کبھی بیس رکعت وہ التزام کرتا ہی دونوں سنتوں کا اور جو صرف بیس رکعت پڑھتا ہی اور آٹھ
رکعت پڑھنے والے پر طعن کرتا ہے وہ التزام کرتا ہے صرف ایک سنت کا اور اعراض کرتا
ہی سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور منشای حدیث التزام دونوں سنتوں کا ہی تو وہ
شخص کہ جو اوسکے منشا کا خلاف کرتا ہے منشا حدیث نہیں سمجھتا ہے اب مولوی صاحب انصاف
فرماویں کہ کون منشا حدیث نہیں سمجھا آپ یا فتوی دینے والا آٹھ رکعت پر طریق مذکور
سے **قولہ** صفحہ ۹ اور عبارت ابن ہمام کے صریح ہے بہ نسبت مسنون ہونی بیس رکعت

تراویح کے **اقول** سبحان اللہ مطلب ابن ہمام کا جو فتح القدیر مین اوسنے کہا خوب مولویصاحب
سمجھے لاریب یہ مطلب ہرگز خصم مولویصاحب کا نہین سمجھا تہا شاید اس عبارت ابن ہمام مین فتحصل
من ہذا کلہ ان قیام رمضان سنۃ احدی عشرۃ بالوتر فی جماعۃ فعلہ علیہ السلام وترکہ لعذر افاد انہ لولا
خشیۃ ذلک لواظبت بکم ولا شک فی تحقق الامن من ذلک بوفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فیکون سنۃ و
کونہا عشرین سنۃ الخلفاء الراشدین وقولہ علیہ السلام علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین ندب الی
سنتہم ولا یستلزم کون ذلک سنتہ اذ السنۃ ما واظبہ بنفسہ الا لعذر وبتقدیر عدم ذلک العذر انما استفدنا
انہ کان یواظب علی ما وقع منہ وہو ما ذکرناہ فیکون العشرون مستحبا وذلک القدر منہا ہو السنۃ یہ عبارت
کہ ان قیام رمضان سنۃ احدی عشرۃ الخ اور عبارت ولا یستلزم کون ذلک سنۃ اذ السنۃ
ما واظبہ بنفسہ الخ اور عبارت فیکون العشرون مستحبا وذلک القدر منہا ہو السنۃ صریح ہو سکے نہ
نسبت مسنون ہونے بیس رکعت تراویح کی اب وہ لوگ کہ جنکو قدرت سمجھنی عبارت سلیس عربی
نیز بہی ہے انصاف فرماوین کہ یہ عکس سمجھے مولویصاحب کے ہی یا نہین کہ جو عبارت کہ صریح
ہے بہ نسبت مسنون نہونے بیس رکعت تراویح کے اوسکو صریح مسنون ہونے بیس رکعت
تراویح مین فرماتے ہین **قولہ** صفحہ ۱ تمام کتاب فقہ مالامال ہے کہ تراویح بیس رکعت سنت
موکدہ ہی **اقول** افترا اور کذب اس کلام کا کہ تمام کتب فقہ مالامال ہین کہ تراویح بیس رکعت
سنت موکدہ ہی بملاحظہ باب اول روشن ہے مولویصاحب کو چاہیئے کہ اس افترا اور جھوٹ
سے توبہ کرین صرف چند کتابون مین مخالف ضابطہ فقہا کے تراویح کو یا بیس رکعت کو سنت موکدہ
لکہا ہی عامہ کتب فقہ مین صرف سنت ہونا تراویح کا یا بیس رکعت کا مرقوم ہے اور وہان سنت
محمول سنت مصطلحہ فقہا پر نہین ہے اسلیئے کہ صدق سنت مصطلحہ بیس رکعت پر متعذر ہے
جیسا کہ باب اول مین معلوم ہوا ۔

رد ہفوات مولوی شجاعت حسین

قولہ صفحہ ۱۱ – نماز تراویح میں بیس رکعات جسطرح زمانہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آج تک جمہور
قرناً بعد قرن اہل سنت وجماعت خصوصاً طریقہ حنفیہ میں متوارث ومتواتر چلی آتی ہیں ایسا سنت ہونا بھی
اجماع ہی سے ثبت منتج ہے روایت ہے۔ **اقول** جسطرح پر کہ بیس رکعت جمہور نے قرناً بعد قرن اہل سنت
وجماعت خصوصاً حنفیہ میں متوارث ومتواتر چلی آتی ہیں ایسی ہی آٹھ رکعت فعل آنحضرت
اور امر حضرت عمر سے ابی بن کعب اور تمیم داری اور سلیمان بن ابی حثمہ کو اور فعل اور صحابہ سے
زمان حضرت عمر میں اور فعل تابعین اور تبع تابعین سے زمان عمر بن عبد العزیز میں ثابت ہے
اور نہایت اس توارث وتواتر کی استحباب ہی نہ سنت اسلیئے کہ اصطلاح فقہا میں سنت اسکو کہتی
ہیں کہ جسپر مواظبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو اور بیس رکعت کا آنحضرت سے پڑھنا ہی
ثابت نہیں ہے چہ جائی کہ اُنکی مواظبت اوسپر ہو اور دعوی اجماع سنت ہونیکے پر بلا اصل ہے
بلکہ نووی اور کرمانی اور ابو الطیب شارح جامع ترمذی نے اتفاق اور اجماع استحباب تراویح پر نقل
کیا ہی اور بعض کتب فقہ میں جو تراویح کا سنت مؤکدہ ہونا باجماع صحابہ مرقوم ہے اول
تو بیس رکعت کا سنت مؤکدہ ہونا باجماع صحابہ اونمین مرقوم نہیں ہے دوسرے وجہ ثبوت
اجماع صحابہ سنت مؤکدہ ہونے پر نفس تراویح پر بھی پایہ صحت کو نہیں پہونچتا ہی اسلئے کہ ایک صحابی
سے بھی سنت مؤکدہ ہونا تراویح کا منقول نہیں ہے چہ جائی کہ اجماع صحابہ اوسپر ہو اور کیونکر بیس
رکعت کی سنت مؤکدہ ہونے پر اجماع متصور ہے کہ خود حضرت عمرؓ نے زمان خلافت اپنی
میں گیارہ رکعت پڑھوائی ہیں اور زمان تابعین میں بھی اسقدر پڑھی گئیں ہیں پھر جبکہ بیس رکعت
کا سنت مؤکدہ ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے تو منتفی ہے بیس رکعت کا سنت مؤکدہ ہونا
کیونکر ہو سکتا ہے **قولہ** صفحہ ۱۱ – جو شخص آٹھ رکعت کا حکم دیتا ہے اور اسقدر سنت کہتا ہی
مخالفت اجماع وجمہور علما بلکہ مخالفت طبقات مشہود علیہا بارشاد ہدایت بنیاد خیر القرون قرنی
ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ثم یفشو الکذب کی کرتا ہے **اقول** اسقدر کی سنت کہنے کو
اس زعم سے کہ بیس رکعت کی سنت ہونے پر اجماع ہے جمہور علما اور اصحاب قرون ثلثہ میں

اوسکو سنت کہانی مخالفت اجماع اور جمہور علما بلکہ مخالفت طبقات مشہود لہا بالخیر ٹہرانا ناشی از زعم باطل سے ہے کسی نے طبقات ثلثہ کے لوگوں مین سے بیس رکعت کو سنت نہین کہا ہے اور کسی عالم نے علما معتبرین مین سے ہی بیس رکعت کو سنت مصطلحہ فقہا نہین قرار دیا ہے چہ جائیکہ اجماع اور قول جمہور اوسکے سنت ہونی پر ہو چنانچہ باب اول مین واضح ہوا **قولہ** صفحہ ۱۱ – رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا بیس رکعت تراویح جماعت کے ساتھہ مسجد مین پڑہنا اور بعذر خوف فرضیت کے روز سوم یا چہارم ترک کرنا الخ **اقول** پڑہنا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا بیس رکعت تراویح کو جماعت کی ساتھہ یا بدون جماعت کی مسجد مین یا غیر مسجد مین کسی حدیث سے کہ لائق حجت لانے کے ہو ثابت نہین ہے اور وہ جو روایت بیس رکعت پڑہنی آنحضرت علیہ الصلوۃ والتحیۃ کے کنفایہ . : سے منقول ہے صحیح قابل حجت لانے کے نہین ہے اور معارض ہے ساتہ احادیث صحیحہ کے کہ اونسے پڑہنا اٹہہ ہی رکعت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح مین سوای وتر کے ثابت ہوا ہے تفصیل اسکی باب اول مین گذر گئی اور باقی داخل بدعت کہنے کا بیس رکعت تراویح کو خصم پر افترا ہے **قولہ** صفحہ ۱۲ ابہون نے غلطی سے بیس رکعت کو سنت لکہا ہے **اقول** جسنے بیس رکعت کو سنت لکہا ہی مراد اوسکی سنت سے سنت مصطلحہ فقہا یعنی وہ فعل کہ آنحضرت صلعم نے نفلا اوسپر مواظبت فرمائی ہو نہین ہے تا کہ سنت موکدہ ہونا اوسکی لکہنے سے لازم آوے بلکہ مراد اوس سے وہ سنت ہے کہ جسپر مواظبت آنحضرت صلعم نہو اور خصم نفی بیس رکعت کے سنت مصطلحہ فقہا ہونے کے کرتا ہے یعنی سنت غیر موکدہ ہونی کی اور جو روایتین کہ اس مجیب نے اس جواب مین نقل کے ہین قید موکدہ کی اوسمین نہین ہی تو سنت کا محمل ان روایاتین سنت غیر موکدہ ہی ہے

رد ہفوات مولوی عبد الاحد صاحب

قولہ صفحہ ۱۵ غلط فہمی اس ملای خشک کج فہم کی بہ نسبت پڑہنے و فتوی دینے اٹہہ رکعت صلوۃ

تراویح کی شاید اس کلام ابن ہمام سے پیدا ہوئے **اقول** زبان درازی باتہام النافلی ناشی جہل مرکب سے ہے اور فہم صحیح و مستقیم کو غلط اور کج کہنا صرف عقل دماغ سے ہے ابن ہمام نے تصریح کی ہے کہ دلیل سے سنت ہونا آٹھ ہی رکعت کا ثابت ہوتا ہے پس ابن ہمام نے فتوی دیا سنت ہونی آٹھ رکعت پر تو اوسنے فتوی دیا مقتضای دلیل پر موافق کلام ابن ہمام کے اور فتوی دینا مقتضای دلیل پر تمام اہل فتوی کا داب ہے **قولہ** صفحہ ۱۰ ان دونوں کلام نیز اقوال دیگر فقہا کو بسبب جہالت نشانی کے نہ سمجھا **اقول** صرف اس کہہ دینے سے کہ دونوں کلام اور اقوال دیگر فقہا کو نہ سمجھا نافہمی خصم کی ثابت نہیں ہو سکتی ہے جب تک کہ بیان کی نافہمی کا نکری اور حقیقت یہ ہے کہ مجیب مطالب عبارت فتح القدیر اور طحطاوی وغیرہما کا نہیں سمجھا ہے صرف استشہد عبارت فتح القدیر کو دیکھ لیا ہے وکونہا عشرین سنۃ الخلفاء الخ اور اس عبارت فتح القدیر سے ولا یستلزم کون ذلک سنۃ اذ السنۃ ما واظب علیہ الخ اور عبارت فتح القدیر سے فیکون العشرون مستحبا وذلک القدر منہا ہو السنۃ اور اس عبارت بحر الرائق اور طحطاوی سے فاذا یکون المسنون علی اصول مشائخنا ثمانیۃ منہا والمستحب اثنی عشرۃ آنکھوں کو بند کر لیا ہی اور بسبب مواظبت خلفای راشدین کے کسے فعل کو سنت موکدہ کہنا خلاف ضابطہ فقہا ہے **قولہ** صفحہ ۱۰ اس عبارت سے مراد یہ ہے کہ تراویح سنت موکدہ ہے اور وہ بیس رکعت ہے بدلیل اقوال فقہای متقدمین ومتاخرین **اقول** بعض فقہای متقدمین ومتاخرین سے بیس رکعت کو سنت کہا ہے نہ سنت موکدہ اور محمل صحیح سنت کا اونکے اقوال میں سنت غیر موکدہ ہے کیونکہ سنت موکدہ اوسکو کہتے ہیں کہ جسپر مواظبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی واقع ہوئی ہو اور بیس رکعت کا پڑہنا آنحضرت سے ثابت نہیں ہے چہ جائیکہ مواظبت آنحضرت کی بیس رکعت پر ثابت ہو پس بدلیل اونکے اقوال کے تراویح سنت موکدہ کو بیس رکعت کہنا صریح البطلان ہے **قولہ** صفحہ ۱۰ و نیز بموجب اس عبارت کے کیونکہ التراویح معرف باللام کی خبر

سنت موکدہ ہی اور تعلیل اوسکی لمواظبۃ الخلفاء الراشدین واقع ہے اور مواظبت خلفاء راشدین کی بیس رکعت کی ثابت ہوی **اقول** قطع نظر اسکی کہ صرف مواظبت خلفاء راشدین دلیل سنت موکدہ ہونیکے نہین ہو سکتی ہے پر بنا ہی بیس رکعت کا خلفاء راشدین سے ثابت نہین ہوتا ہے چہ جاےکہ مواظبت اونکی بیس رکعت پر ثابت ہو ہان حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ساتھہ پڑہنے بیس رکعت کی البتہ امر فرمایا ہے جیسا کہ ساتھہ پڑہنے اٹھہ رکعت کے ساتھ اور تین رکعت وتر کے بہی امر فرمایا ہے پس بدلیل مواظبت خلفاء راشدین بہی سنت موکدہ ہونا بیس رکعت کا ثابت نہین ہو سکتا ہی **قولہ** صفحہ ۱۰ وہی عشرون رکعۃ مین جو لفظ وہی واقع ہے کہ ضمیر راجع طرف التراویح کے ہے اور اوس ضمیر کی جگہہ مین جو اسم ظاہر رکہا جاے یعنی التراویح تو بموجب قاعدہ اصول فقہ کے المعرفۃ اذا اعیدت معرفۃ کانت الثانیۃ عین الاولی تو یہ معنی ہوے کہ تراویح سنت موکدہ بیس رکعت ہے **اقول** اس قول مین تین وجہ سے کلام ہے اول یہ کہ محل نزاع مین التراویح معرفہ کا اعادہ نہین ہے بلکہ ضمیر طرف معرفہ کے راجع ہے اور بسا اوقات بطریق استخدام ایسا ہوتا ہے کہ اسم ظاہر مین ایک معنی مراد ہوتی ہین اور ضمیر مین جو راجع طرف اسم ظاہر کے ہے معنی دوسری دوم بفرض تحقق اعادہ معرفہ یہ قاعدہ اصول فقہ کا ہر معرفہ کے اعادہ مین نہین ہے بلکہ اوس معرفہ مین ہے کہ معرف باللام یا معرف باضافت ہو اور بیان اوس معرفہ کا جو بار دوسرے ذکر کیا گیا ہے وہ ضمیر ہے نہ معرف باللام یا معرف بالاضافۃ تلویح مین ہے حیث یکون بطریق التعریف باللام او الاضافۃ سیوم یہ قاعدہ وقت اطلاق اور خلو مقام کے قراین سے ہے جیسا کہ تلویح اور نور الانوار وغیرہما مین مصرح ہی والا جب قرینہ مغایرت متحقق ہو تو درصورت اعادہ معرفہ معرفہ ثانیہ عین معرفہ اولی نہوگا جیسا کہ اس ایت مین وانزلنا الیک الکتاب بالحق مصدقا لما بین یدیہ من الکتاب کہ مراد الکتاب اول سے قرآن ہے اور الکتاب ثانی سے توریت اور انجیل وغیرہما اور محل نزاع مین فقدان یعنی سنت موکدہ بیس رکعت بین قرینہ ہے اسپر کہ مراد ہے سے ہی عشرون رکعۃ مین تراویح سنت موکدہ نہین ہی۔

رد ہفوات مولوی امیر علی شاہ صاحب

قولہ صفحہ ۱۹ حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ کتاب احیاء العلوم میں فرماتی ہیں الخ **اقول** عبارت احیا میں ضمیر ہی کی راجع طرف تراویح کی ہے نہ طرف بیس رکعت کی **قولہ** صفحہ ۲۰ ان روایات سے بیس رکعت ہونا تراویح کا سنت نبی علیہ السلام الخ **اقول** بیس رکعت کی سنت نبی ہونیکی کوئی دلیل نہیں ہی اور کسی روایت سی ان روایات میں سے نبی سے سنت نبی ہونا بیس رکعت کا ثابت نہیں ہی اور خصم بیس رکعت کو مخالف سنت یعنی بدعت نہیں کہتا ہے بلکہ بیس رکعت کو مستحب جانتا ہے ہاں یہ کہتا ہے کہ بیس رکعت سنت مصطفی نہیں ہے ۔

رد ہفوات مولوی علی محمد عباسی چڑیاکوٹی

قولہ صفحہ ۱۰ تراویح میں سنت موکدہ بیس رکعت ہیں اکثر کتب فقہ سے یہی ثابت ہوتا **اقول** کسی کتاب فقہ معتبر سے بیس رکعت کا سنت ہونا ثابت نہیں ہے ہاں تراویح بیس رکعت کا سنت موکدہ ہونا بعض کتب فقہ میں مرقوم ہے **قولہ** صفحہ ۱۱ اور ایک روایت میں رسول مقبول سے بھی بیس رکعت منقول ہیں **اقول** وہ روایت ضعیف ہے لائق حجت کے نہیں ہے جیسا کہ باب اول میں معلوم ہوا **قولہ** صفحہ ۱۲ اور خلفای راشدین سے بطور تواتر بیس ہی رکعت ثابت ہوتی ہیں **اقول** بیس رکعت کا پڑھنا خلفای راشدین سے بطور احاد بھی ثابت نہیں ہے چہ جای کہ بطور تواتر ثابت ہو **قولہ** صفحہ ۱۲ فی فتح القدیر فالاصح انہا سنۃ موکدۃ لمواظبۃ الخلفاء الراشدین **اقول** نقل عبارت فتح القدیر میں تحریف ہے ساتھ زائد کرنے لفظ موکدہ کی کہ اصل عبارت فتح القدیر میں صرف سنۃ ہی موکدہ نہیں ہے **قولہ** صفحہ ۱۲ اور خلفاء راشدین کا عمل یہی تھا کہ بیس رکعت پڑھتے تھے رضی اللہ عنہم **اقول** خلفای راشدین سے پڑھنا ہی بیس رکعت کا ثابت نہیں ہے چہ جای کہ عمل اونکا منحصر بیس ہی رکعت میں ہو **قولہ** صفحہ ۱۲

اوس ہی کتاب میں یہ بھی ہے وما روی ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ والطبرانی وعندہ البیہقی من حدیث
ابن عباس رضی اللہ عنہ انہ علیہ السلام کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ سوی الوتر فی الموطا عن
یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمن عمر بن الخطاب بعشرین رکعۃ والوتر وقال النووی
فی الخلاصۃ اسنادہ صحیح وفی الموطا روایۃ باحدی عشرۃ وجمع بینہما بانہ وقع اولا ثم استقر الامر علی العشرین
فانہ المتوارث **اقول** اس مجیب نے بیان میں نقل عبارت فتح القدیر میں دو وجہ سے خیانت
کی ہے اول بیچ میں سے ایک عبارت طویلہ کو جو مشعر ضعف حدیث بیس رکعت کے تھی حذف
کر دیا ہے دوم بعد اس عبارت کی نقل کی ہے تصریح مدعای خصم عبارت فتح القدیر میں تھی اوس
تصریح کو نقل نہیں کیا پوری عبارت فتح القدیر کی کہ جس سے خیانت اس مجیب کی ظاہر ہے یہ ہے
واما ما روی ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ والطبرانی وعندہ البیہقی من حدیث ابن عباس انہ صلی اللہ علیہ
وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ سوی الوتر فضعیف بابی شیبۃ ابراہیم بن عثمان جد الامام ابی بکر
بن ابی شیبۃ متفق علی ضعفہ مع المخالفۃ للصحیح نعم ثبت العشرون من زمن عمر رضی اللہ عنہ فی
الموطا عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمن عمر بن الخطاب بثلث وعشرین رکعۃ و
روی البیہقی فی المعرفۃ عن السائب بن یزید قال کنا نقوم فی زمن عمر بن الخطاب فی شہر رمضان
بعشرین رکعۃ والوتر قال النووی فی الخلاصۃ اسنادہ صحیح وفی الموطا روایۃ باحدی عشرۃ رکعۃ
وجمع بینہما بانہ وقع اولا ثم استقر الامر علی العشرین فانہ المتوارث فتحصل من ہذا کلہ ان قیام رمضان
سنۃ احدی عشرۃ رکعۃ وجمع بینہما بالوتر فی جماعۃ فعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم ترکہ لعذر
افاد انہ لولا خشیۃ ذلک لواظبت بکم ولا شک فی تحقق الامن من ذلک بوفاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فیکون سنۃ وکونہا عشرین سنۃ الخلفاء الراشدین وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بسنتی و
سنۃ الخلفاء الراشدین ندب الی سنتہم ولا یستلزم کون ذلک سنتہ اذ سنتہ بمواظبتہ بنفسہ الا لعذر
وبتقدیر عدم ذلک العذر انما استفدنا انہ کان یواظب علی ما وقع منہ ہو ما ذکرنا فیکون العشرون مستحبا
وذلک القدر منہا ہی السنۃ انتہی

قولہ صفحہ ۱۱ بیس رکعت میں حصر کیا ہے سنت تراویح کو سب علمای اہل سنت وجماعت نے اقول
یہ افترای صریح اور کذب فضیح ہے کسی عالم ذی اعتبار نے علماء اہل سنت وجماعت میں سے سنت
تراویح کو بیس رکعت مین حصر نہین کیا ہے چہ جای کہ سب علماء اہل سنت وجماعت نے سنت
تراویح کو بیس رکعت مین حصر کیا ہو اور جن کتابون کا حوالہ دیا اونمین یہ نہین ہے قولہ صفحہ ۱۱
اور مسلم الثبوت اور شروح مولوی نظام الدین اور مولوی عبد العلے و ملا عماد و ملا عصام سب نے
اس قول پر فتویٰ دیا ہے کہ جو انکار اجماع امت کریگا وہ شخص بالاتفاق امت کافر ہے اقول
مسلم الثبوت اور شروح مولوی نظام الدین اور مولوی عبد العلے مین نہین ہے کہ انکار مطلق
اجماع امت باتفاق امت کفر ہے اور شرح مسلم ملا عماد و ملا عصام کی خارج مین موجود نہین ہے
صرف یہ فضول گوئی مولوی صاحب کی ہے ملا عماد جنکے حواشی قطبی و میر قطبی و شرح تہذیب
وغیرہ پر ہین اور ملا عصام جنکے حواشی بہت کتابون پر ہین اونکا زمانہ تصنیف مسلم سے بہت
پہلے ہے مسلم پر اونکی شرح ہونے کے کیا معنی ہین بہرحال مولوی صاحب کو جھوٹے حوالے
دیدینے کی کچھ حیا نہین ہے توضیح مین اجماع کے تین مرتبہ لکھی ہین اول اجماع صحابہؓ دوم اجماع
اونکا جو بعد صحابہ کے ہون اوس امر مین کہ نہ روایت کیا گیا ہو خلاف صحابہ رضی اللہ عنہم کا اوسمین سوم اجماع
اونکا جو بعد صحابہ کے ہون ایسے امر مین کہ خلاف صحابہ کا اوسمین روایت کیا گیا ہو اور یہ اجماع
مختلف فیہ ہے تلویح مین ہے کہ ان مراتب ثلثہ مین سے مرتبہ پہلا اجماع کا بمنزلہ آیت اور خبر
متواتر کے ہے تکفیر کیا جاتا ہے منکر اوسکا اور مرتبہ ثانیہ اجماع کا بمنزلہ خبر مشہور کے ہے کہ منسوب
بضلالت و گمراہی کیا جاتا ہے منکر اوسکا اور مرتبہ تیسرا اجماع کا نہین منسوب کیا جاتا ہے منکر اوسکا
طرف ضلالت اور گمراہی کی عبارت توضیح کی یہ ہے ثم الاجماع علی مراتب اجماع الصحابۃ ثم اجماع
من بعدہم فیما لم یرو فیہ خلاف الصحابۃ ثم اجماعہم فیما روی فیہ خلافہم فہذا اجماع مختلف فیہ اور عبارت

تلویح کی یہ ہے قولہ ثم الاجماع علی مراتب فالاولی بمنزلۃ الآیۃ والخبر المتواتر یکفر جاحدہ والثانیۃ بمنزلۃ الخبر
المشہور یضلل جاحدہ والثالثۃ لا یضلل جاحدہ لما فیہ من الاختلاف اور یہی تلویح میں ہے کہ حکم شرعی مجمع
علیہ اگر ہو اجماع اوسکا ظنی نہیں تکفیر کیا جاتا ہی منکر اوسکا اور اگر ہو قطعی تو اختلاف ہی اوسکی منکر کی تکفیر میں
بعض قائل ہیں تکفیر کے اور بعض قائل ہیں عدم تکفیر کے اور حق یہ ہے کہ حکم شرعی مجمع علیہ اگر
ضروریات دین سے ہی مانند عبادات خمس کے تکفیر کیا جائیگا منکر اوسکا اتفاقاً اور خلاف اوسمیں ہے جو
حکم شرعی مجمع علیہ ضروریات دین سے نہو کہ اوسکی منکر کو بعض کافر کہتے ہیں اور بعض کافر نہیں کہتے ہیں
عبارت تلویح کی یہ ہے واما الحکم الشرعی المجمع علیہ فان کان اجماعہ ظنیا لا یکفر جاحدہ وان کان قطعیا فقیل یکفر وقیل
لا والحق ان نحو العبادات الخمس مما علم بالضرورۃ کونہ من الدین یکفر جاحدہ اتفاقاً وانما الخلاف فی غیرہ اور
مسلم میں ہے انکار حکم القطعی کفر عند اکثر الحنفیۃ وطائفۃ خلافاً لطائفۃ ومن ثمہ لم یکفر الروافض یعنی
انکار حکم اجماع قطعی کا کفر ہے نزدیک اکثر حنفیہ اور ایک طائفہ غیر حنفیہ کی برخلاف ایک طائفہ حنفیہ کو
کہ انکی نزدیک کفر نہیں ہے اسلیئے تکفیر نہیں کی گئی ہیں روافض اور مفید قطع اور یقین کا وہ اجماع
ہی کہ منقول بنقل متواتر ہو جیسا کہ یہی تلویح میں ہے نقل الاجماع الینا قد یکون بالتواتر فیفید القطع
وقد یکون بالشہرۃ فیقرب منہ وقد یکون بخبر الواحد فیفید الظن ویوجب العمل لوجوب اتباع الظن بالدلائل
المذکورۃ اور نور الانوار میں ہی اذا انتقل الینا اجماع السلف باجماع کل عصر علی نقلہ کان کنقل الحدیث
المتواتر فیکون موجبا للعلم والعمل قطعاً کاجماعہم علی کون القرآن کتاب اللہ تعالی وفرضیۃ الصلوۃ وغیرہا
واذا انتقل الینا بافراد کان کنقل السنۃ بالآحاد فانہ یوجب العمل دون العلم مثل خبر الآحاد اور بحر العلوم مولوی
عبد العلی کی شرح مسلم میں لکھا ہی کہ جو اجماع واقع ہو بعد ثابت ہونے خلاف سابق کے وہ حجت
ظنیہ ہے بسبب احتمال صحت قول سابق کے ساتھ دلیل کے اور ایسا ہی ہے وہ اجماع کہ جو خبر آحاد سے
منقول ہو بسبب احتمال کے اوسکی ثبوت میں اور ایسا ہی ہے وہ اجماع کہ واقع ہوا ہو سکوت سے بعض
سے بدون ایسی قرینہ کے کہ دلالت کرتا ہو اسپر کہ یہ سکوت بسبب رضا کی تہا بجہت عدم موافقت کی
عبارت شرح مسلم کی یہی ہے ثم الاجماع الذی وقع بعد الخلاف السابق حجۃ ظنیۃ لاحتمال صحۃ القول السابق بالدلیل

وکذا الاجماع المنقول بالآحاد للاحتمال فی ثبوتہ وکذا الاجماع الذی وقع عن سکوت ولا قرینۃ تدل قطعا علی ان
السکوت للرضی لاحتمال عدم الموافقۃ لہ

رد ہفوات مولوی فیض احمد

قولہ صفحہ ۲۲ اور اسی طرح بہت سی کتابون فقہ مین بیس رکعت سنت ہونے تراویح مین صراحۃً مذکور
ہین **اقول** سنت ہونا بیس رکعت کا صرف چند کتابون مین ہے لیکن سنت اون مین مراد
سنت صحابہ ہی اسلیے کہ بیس رکعت کا پڑھنا آنحضرت سے ثابت نہین ہے اور سنت اوسکو کہتے ہیں
کہ جسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نفلا مواظبت فرمائی ہو اور تخلیص شرح کنز سے جو نقل کیا اوس مین
تراویح کا سنت ہونا مرقوم ہے نہ بیس رکعت کا سنت ہونا **قولہ** صفحہ ۲۲ اور اجماع اہل الاسلام شرقا
وغربا اور حرمین شریفین مین اوسپر عملا جاری و رائج ہے کسی شخص نے اہل اسلام سے اس امر مین آجتک
خلاف نہین کیا اور مخالف اوسکا مبتدع ہے **اقول** بیس رکعت کی رائج اور جاری ہونے سے لازم
نہین آتا ہے کہ آٹھ رکعت جاری اور رائج نہون اور اسی طور سے بیس رکعت کے جواز پر اجماع سے
مخالف اجماع ہونا مجوز آٹھ رکعت کا کہ بیس رکعت کو بھی جائز جانتا ہو لازم نہین آتا ہے کیونکہ آٹھ رکعت
کا جائز ہونا سنت آنحضرتؐ اور سنت صحابہ کرام اور تابعین عظام سے ثابت ہے آجتک کسی نے فقہا
متقدمین اور متاخرین مین سے آٹھ رکعت پڑھنے والے پر انکار نہین کیا ہے اور اس امر سے اس
قول مین کہ کسی نے اہل اسلام سے اس امر مین آجتک خلاف نہین کیا مراد کیا ہے آیا جواز بیس رکعت کا
یا سنت موکدہ ہونا بیس رکعت کا بر شق اول روافض کو جو منکر جواز بیس رکعت کی ہین اگرچہ مجیب اہل اسلام
سے خارج کرتا ہے تو البتہ یہ قول اسکا صحیح ہے ورنہ اسکو یون کہنا چاہیے تھا کہ کسی نے اہل
سنت مین سے اس امر مین آجتک خلاف نہین کیا بحر العلوم نے شرح مسلم مین لکھا ہے
الصحیح عند الحنفیۃ انہم لیسوا کفارا حتی تقبل شہادتہم الا الخطابیۃ یعنی صحیح نزدیک حنفیون کے یہ ہے کہ
روافض نہین ہین کافر یہان تک کہ قبول کی جاتی ہے گواہی اونکی سوای خطابیہ کہ ایک فرقہ ہے

اونہین مین ہے کہ وہ کافر ہین اور بر شق ثانی سنت ہونی بیس رکعت مین بہت لوگون نے خلاف کیا ہے حنفیہ مین سے خلاف ابن ہمام صاحب فتح القدیر اور صاحب بحر الرائق اور طحطاوی وغیرہم طشت از بام ہے اور بہت علمار نے تراویح کی مستحب ہونی پر اتفاق اور اجماع بہی نقل کیا ہے اور اجماع استحباب کے خلاف ہے ساتھ سنت موکدہ کہنے بیس رکعت کی اسصورت مین یہ اکابر حنفیہ اور سب مستحب کہنے والے تراویح بقول اس مجیب کی مبتدع ہونگی نعوذ باللہ منہ

باب

خاتمۃ الکتاب

مخفی نرہے جو بابین مین تحقیق کیا گیا وہ اوثق بالدلیل تہا اور اگر فرض کیا جاوی کہ قول آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ما زال بکم الذی رایت من صنیعکم حتی خشیت ان یکتب علیکم ولو کتب علیکم ما قمتم بہ عذر ہے مواظبت نفس تراویح سے جیسی کہ بعض فقہای حنفیہ سمجہے مین نہ اوسکے جماعت کی مواظبت سے جیسا کہ ظاہر ہی اور یہی فرض کیا جاوی کہ تراویح ایک نماز جدا ہی نماز تہجد سے تا کہ مواظبت حکمیہ تراویح پر فعلاً ثابت ہو اسصورت مین بہی سنت موکدہ ہونا بیس رکعت تراویح کا ثابت نہوگا اسلئے کہ سنت موکدہ ہونا اوسی مقدار کا ثابت ہوگا کہ جس مقدار کا پڑہنا آنحضرت سے ثابت ہے اور آیندہ کو اوسپر مواظبت سے عذر فرمایا ہے اور حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے جو ابن حبان وغیرہ نے روایت کی ہے پڑہنا آنحضرتؐ کا اون راتو مین اٹہ ہی رکعت کو ثابت ہی اور حدیث ابن عباسؓ جو بیس رکعت پڑہنی کے باب مین ہے وہ بالاتفاق ضعیف ہے لائق احتجاج نہین لیں اس تقدیر پر بہی بیس رکعت کا سنت موکدہ ہونا ثابت نہوگا سوای آٹہ رکعت کے — تمام شد

بندہ محمد ابو الرحمٰن عفی عنہ

ومن يبتغ غير الاسلام ديناً فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخاسرين

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی بعث فی الامیین رسولاً ہو خاتم النبیین و جعل الدین منصوراً علی یدیہ ہو دین المسلمین
ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ وہو فی الاخرۃ من الخاسرین والصلوۃ علی رسولہ محمد سید المرسلین
والہ و اصحابہ اجمعین اما بعد راجی رحمت باری سید امداد العلی اکبرآبادی کہتا ہے کہ بہت برا
اور نہایت نادان وہ آدمی ہے کہ اپنے دین کی ادنی باتوں کو جو کہ وہ طبع ایک قوم غیر ملت کے اسکے نزدیک پہنچے
مرضیات خدا او اوس قوم مین جہوٹی تاویلون سے بیان کرے تاکہ یہ قوم خوش ہوکے مین آکر اس سے باقی دین
بالخصوص اوس محل مین کہ یہ قوم صاحب دانش اور ذی شعور ہوں کہ انکو اسلیے اس کام کا پیدا نا شعور ہے
اسلیے کہ اس فعل سے اس قوم کے راضی ہونیکا سبب جو متصور ہو سو یہ ہے کہ اس ذریعہ سے اسکے
دین والون کا اس قوم کے دین مین آملنا آسان ہو سو اول اس قوم کو کچھ پروا اسکی نہین ہے کہ کسی دوسرے
ملت کے لوگ خواہ مخواہ خوش ہوکے دہری سے اسکے دین مین آجائین دوسرے اوس آدمی کی بات
کوئی اسکے دین والا قبول نکریگا تو اس ذریعہ سے اسکے دین والونکا اس قوم کے دین مین آنا متعذر ہے
اسوقت مین مداہنین فی الاسلام کا یہ عجیب شیوہ ہے اور خلاف واپ اہل اسلام ان دیار کے نصاری کے
ساتھ کھانا اونکا طریقہ کرسی اور میزون پر بیٹھکر چھوری اور کانٹے سے کھانا اونکو مرغوب ہے اور بعض
مسائل عادات نصاری کے اونکو محبوب ہیں طرہ اوسپر یہ ہے کہ مداہنین وجوہ ذکر کے اسکے جائز ہونے کیلیے

بناکر اہل اسلام کو اس اپنی وضع کا شریک کرنا چاہتے ہین اور بہانے نفس کے لیے دین کی مصلحت کا کچھ
خیال نہین فرماتے ہین چونکہ ان دنونمین جناب سید احمد خان صاحب بہادر جج عدالت خفیفہ بنارس
نے ایک رسالہ خاص اس باب مین بنام احکام طعام اہل کتاب تصنیف فرماکر چھپوایا ہی لہذا راقم نے اسکی کتاب
مسمی بہ **امداد الاحتساب علی المداہنین فی احکام طعام اہل الکتاب** کو اوسکے
جواب مین قلمبند کیا ہی تاکہ سب لوگ عیب و صواب اس رسالہ کا دریافت کرسکے اور جو احکام نے جو
اونکے رسالہ مین مندرج ہین مغالطہ نکماہین اور وسوسہ شیطانی سے خطا کی راہ پہنچاتے ہین ومن اللہ المداية
الی الحق والصواب وعلیہ التوکل فی کل باب **واضح** ہو کہ مواکلت ساتھ نصاریٰ کے یعنی اونکے ساتھ
بیٹھکر کھانا بوجوہ ناجائز ہے **وجہ اول** یہ کہ بناہر اوسکے اہل اسلام اوسکو جو نصاری کے ساتھ کھاتا ہے
کافر و کرستان سمجھتے ہین یہ ہی کہ بعرف اہل اسلام اس دیار کے نصارے کے ساتھ کھانا شعار اور علامت ہے
کرسٹانون اور اونکے دین والون کی اور بدون ضرورت بلا اجبار و اکراہ باختیار و رضا علامت کفار اور اونکا شعار
ظاہر ہونا کسی شخص سے موجب حکم کفر اوسپر ہے ظاہر شریعت مین اور چونکہ منشاء تکفیر اسمین قرار پانا اونکے
علامت کا مابہ الفرق درمیان کفر اور اسلام کے ہے خصوصیت تعیین علامت کی بابت حاکم اسلام سے
وقت قیام حکومت اسلامیہ کے یا خصوصیت تعیین علامت عرف اہل اسلام سے وقت استیلاء کفار
مین بالضرورۃ ملغاۃ ہے نہایہ جزری مین مسطور ہے یقال ان شعار اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان فی الغزو
کذا ای علامتہم التی کانوا یتعارفون بہا فی الحرب یعنی کہا جاتا ہے کہ شعار اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا غزو
مین ایسا یعنی علامت اونکی کہ جسسے پہچانتے آپسمین ساتھ اوسکے لڑائی مین اور مجمع البحار مین مذکور ہے
شعار المؤمنین علی الصراط رب سلم سلم ای علامتہم التی یتعارفون بہا مقتدیا کل امۃ رسولہ یعنی حدیث مین آیا ہے
کہ شعار مسلمانون کا پل صراط پر یہ ہوگا کہ اے پروردگار میرے سلامت رکھ سلامت رکھ تو مراد یہان شعار
سے علامت مسلمانون کی ہے کہ پہچانینگے آپسمین ساتھ اوسکے او سحال مین کہ اقتدا کرنیوالی ہوگی
ہر امت ساتھ اپنے رسول کے اور بنا بر حاشیہ ہدایہ مین مرقوم ہے وذکر الامام التمرتاشی فیکتفی فی کل بلد
من العلامۃ بما تعارفہ اہلہ انتہی اور ذکر کیا امام تمرتاشی نے کہ اکتفا کیا جاے ہر شہر مین ساتھ اوس علامت کے
جو متعارف ہو اون شہر والون مین اور **فتح القدیر** حاشیہ ہدایہ مین مذکور ہے المقصود العلامۃ فلا یتعین
ما ذکر بل یعتبر فی کل بلد ما تعارفہ اہلہ یعنی مقصود علامت اور پہچان ہے پس تعین نہوگی وہ علامتین جو ذکر کی گئین

لکا اعتبار کیجائیگی ہر شہر مین وہ علامت جو متعارف ہو وس شہر والون مین اور تمہید مین ہے وکذلک اسلم لو تعمم
لعمتہم او وضع الکلاہ بفعل من افعالہم التی تکون دینا عندہم فانہ یصیر کافرا وکذلک اذا اظہر من نفسہ علامۃ الکفار کلبس السواد
لکہم او شد الزنار او نحو ذلک فانہ یصیر کافرا سواء فعل من غیر اعتقاد او سخریۃ او من اعتقاد ولو فعل تقیۃ او کرہا
فانہ لا یصیر کافرا اور ایسے ہی جو مسلمان اگر سر دگری مت کو یا متابعت کری کافرونکی اونکے اوس فعل مین کہ انکا دین
ہو اونکے نزدیک تو وہ مسلمان ہو جاتا ہے کافر اور ایسے ہی اگر ظاہر ہو آپ مسلمان سے علامت کافرونکی
مانند پہننے مجوس کے ٹوپی یا باندھے زنار یا اسکے مانند علامتین تو ہو جاتا ہے کافر برابر ہے کہ کیا ہو اسکو
بدون اعتقاد کے پہننے سے یا اعتقاد سے اور اگر کیا ہو اسکو تقیہ یا زبردستی سے تو نہین ہوگا کافر اور

شرح مواقف مین ہے فان قیل فشاد الزنار ولابس الغیار بالاختیار لا یکون کافرا اذا کان یصدق الرسول
باطل اجماعا قلنا جعلنا الشئ الصادر عنہ باختیارہ علامۃ التکذیب فحکمنا علیہ بذلک ای بکونہ کافرا غیر مصدق
سو اگر کہا جاوے کہ باندھنے والا زنار کا اور پہننے والا غیار کا کہ وہ ایک کپڑا ہوتا ہے زرد رنگ یا اور کسی رنگ کا
کہ اوسکو اہل ذمہ اپنے کپڑے پر پاس مونڈھے کے سی لیتے ہین ساتھ اختیار کے نہوگا کافر جب تک
کہ ہو تصدیق رسول کرنے والا اور یہ باطل ہے بالاجماع کہین گے ہم کہ گردانا ہے ہمنے اس چیز صادر کو اوس سے
ساتھ اختیار اوسکی کے علامت تکذیب کی پس حکم کیا ہمنے زنار باندھنے والے اور غیار پہننے والے بالاختیار
پر ساتھ اوسکے کافر غیر مصدق ہونیکے اور مروی ہے کہ امام بخاری نے ادب مفرد مین بیچ باب دعوۃ
الذمی کے نافع سے روایت کیا ہے کہ وہ روایت کرتے ہین اسلم غلام آزاد حضرت عمر سے کہا اسلم
نے کہ جب آئے ہم ساتھ عمر بن الخطاب کے ملک شام مین تو آیا اونکے پاس ایک زمیندار گانون کا قوم
نصاری سے سو کہا اوس زمیندار نے کہ ای امیر المومنین تحقیق مین نے طیار کیا ہے آپ کے لیے کھانا
اور چاہتا ہون مین کہ آئین آپ میرے یہان ساتھ اون اشرافون کے کہ جو آپکے ساتھ ہین کہ یہ قوی تر ہے
میرے لیے میرے کام مین اور بزرگ تر ہے میرے لیے فرمایا حضرت عمرؓ نے کہ ہم نہین استطاعت رکھتے
ہین اسکے کہ داخل ہوون تمہارے گرجاؤنمین کہ جنمین ساتھ ان صورتون کے کہ انمین ہین اور کنایہ
ہے اونکے دین مین داخل ہونے سے یعنی ہمکو استطاعت اسکی نہین ہے کہ تمہارے دین مین آجاتے

لفظ حدیث کا یہ ہے عن نافع عن اسلم مولی عمرؓ قال لما قدمنا مع عمر بن الخطاب الشام اتاہ الدہقان فقال
یا امیر المومنین انی قد صنعت لک طعاما واحب ان تاتینی باشراف من معک فانہ اقوی لی فی عملی

واشترطت لی قال انا لا استطیع ان ندخل کما استحکم بیدہ مع الصدور التی فیہا اب ظاہر ہوگئی یہ بات کہ وہ جو جناب
سید احمد خان صاحب نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۲۳ مین لکہا ہے کہ ہندوستان کے مسلمان جنہون نے
ہزارون رسمین ہندوون کی اختیار کر لین ہین اوسکو یعنی طعام اہل کتاب کو نہایت ہی برا جانتے ہین اور جو
شخص اوسکو مباح کہے یا اوسکے کہانیکا مرتکب ہو اوسکو کافر یا کرسٹان یا مسلمانون کے گروہ سے خارج
یا ایک بڑے فعل قبیح کا مرتکب سمجہتے ہین انتہی سو یہ زعم فاسد ہے اسلیئے کہ مسلمان نصاریٰ کے ساتہہ
بیٹہکر کہانیوالے کو جو ایسا کہتے اور سمجہتے ہین تو یہ کہنا اور سمجہنا اونکا بموجب قاعدہ معتبرہ اہل اسلام کے ہے نہ
بسبب اختیار رسم ہنود کے وجہ دوسری یہ ہے کہ بیہقی نے شعب الایمان مین ابی امامہ
سے روایت کیا ہے کہ وہ روایت کرتے ہین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
من الجفاء ان تواکل غیر اہل ملتک یعنی جفا سے ہے کہ ساتہہ کہاوے تو غیر اہل ملت اپنی کے جو کہ یہ حدیث
ذخیرہ اور مطالب المومنین اور نصاب الاحتساب وغیرہ کتب فقہ مین بدون حوالہ کتاب حدیث کے مذکور تہی
جناب سید احمد خان صاحب نے بسبب قلت اور بیباکی کے اس حدیث کی نسبت صفحہ ۲
مین لکہا کہ اس حدیث کی نہ کچہ سند ہے اور نہ کوئی اسکا راوی ہے پس ایسی حدیثون پر وہی لوگ
عمل کرتے ہین جو بمقابلہ نصوص قرآنی ایسی روایات مجہولہ کو اپنی خواہش نفس کے مطابق جہلا مین اپنی
شیخی اور فخر جتلانے کو بنا لیتے ہین اور جنکے تائید کے لیئے کوئی حدیث صحیح اور نص قرآنی موجود نہین
ہے بلکہ اوسکے مخالف موجود ہے انتہی اور جناب سید احمد خان صاحب نے یہ نجانا کہ کسی حدیث کا
کسی کتاب مین بلا سند مذکور ہونے سے واقع مین بلا سند ہونا اوسکا لازم نہین اتا ہے جیسی کہ سند
اس حدیث کی بیہقی سے بموجب ہمارے بیان کے معلوم ہوگئی پس بلا تفتیش ایسا حکم کر دینا اونہین کا
کام ہے کہ جنکو جہلا مین اپنی شیخی اور فخر جتلانے کے لیئے انکار احادیث صحیحہ معروفہ محکمہ سے کہ مخالف
ہواے نفس کے ہون کچہہ باک نہین ہے اور لطف دوسرا یہ ہے کہ خود جناب سید احمد خان صاحب
نے صفحہ ۵۵ مین لکہا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کافرون کو بہی اپنے ساتہہ بٹہا کر کہلایا ہے
فی مطالب المومنین روی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یاکل فاتاہ کافر فقال اکل معک یا محمد فقال نعم
انتہی حالانکہ یہ حدیث محض بلا سند ہے اور اوسی مطالب المومنین وغیرہ مین جسمین وہ حدیث مذکور
تہی مذکور ہے سو جو شخص بلا سند حدیث سے حجت لانے پر اورون پر طاعن ہو اوسکو خود کیونکر ایسی حدیث سے

نجست کیونکہ ہے وجہ سوم یہ ہے کہ مواکلت علامت موالفت ہے اور کفار مشرکین اور اہل کتاب بموجب
احادیث صحیحہ مستوجب منافرت ہیں ترمذی نے اپنے جامع میں عمر بن الخطاب سے روایت کیا ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لئن عشت انشاء اللہ لاخرجن الیہود والنصاری من جزیرۃ العرب
الخ یعنی اگر میں جیتا رہا اگر چاہا اللہ تعالی نے تو البتہ نکالدونگا یہود اور نصاری کو جزیرہ عرب سے اور بخاری اور مسلم
نے صحیحین میں عمر سے روایت کیا ہے کہ ان عمر بن الخطاب اجلی الیہود والنصاری من ارض الحجاز
یعنی تحقیق حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جلا وطن کر دیا یہود اور نصاری کو زمین حجاز سے جناب
سید احمد خان صاحب جو حکم مواکلت کا دیتے ہیں کیا ان اخبار سے آگاہ نہیں ہیں اور بیہقی نے
شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کہا انس نے کہ کان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا عاد رجلا علی غیر الاسلام لم یجلس عندہ وقال کیف انت یا یہودی کیف
انت یا نصرانی بذکر دینہ الذی ہو علیہ یعنی تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ عیادت فرماتے کسی
مرد غیر مسلمان کی نہ بیٹھتے اوسکے پاس اور فرماتے کیسا ہے تو اے یہودی کیسا ہے تو اے نصرانی ساتھ
ذکر اوسکے مذہب کے کہ جسپر وہ ہوتا وجہ چہارم یہ ہے کہ مواکلت میں مصاحبت اور مجالست
اور مصاحبت اور مخالطت ساتھ کافر اور فاجر کے بموجب احادیث صحیحہ ممنوع ہے حاکم نے اپنے
مستدرک میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور سفیان بن عیینہ نے اپنے جامع میں
اور ابن المبارک نے کتاب الزہد والرقائق میں اور ابن ابی الدنیا نے کتاب الصمت
میں اور خرائطی نے مکارم الاخلاق میں عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تصحب الفاجر لیعلمک من فجورہ ولا تفش الیہ سرک واستشر فی امرک
الذین یخافون اللہ عز وجل یعنی نہ ساتھ بیٹھ فاجر کے تا کہ سکھائے وہ تجکو فجور اپنا اور نکہول اوس سے
بھید اپنا اور مشورہ چاہ اپنے کام میں اون سے جو ڈرتے ہیں اللہ عز وجل سے اور دیلمی نے فردوس
میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاک
وصاحب السوء فانہ قطعۃ من النار ولا ینفعک ودہ ولا یفی لک بعہدہ کہا حضرت انس نے کہ فرمایا
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دور رکھ تو اپنے آپکو ساتھی برے سے اسلئے کہ ساتھی بد ایک ٹکڑا
ہے آگ سے نہ فائدہ دیگی تجکو دوستی اوسکی اور نہ وفا کریگا وہ تجسے عہد اپنے کو اور ابن عساکر نے اپنے

اریخ مین حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاک وقرین
السوء فانک بہ تعرف یعنی کہا حضرت انس نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دور رکھہ تو اپنے
آپ کو ہمنشین بد سے کہ تو ساتھہ اوسی کی پہچانا جاتا ہے اور ترمذی نے اپنے جامع مین اور ابوداود
نے اپنے سنن مین اور امام احمد اور دارمی نے اپنے اپنے مسند مین اور ابن حبان نے اپنے صحیح مین اور
حاکم نے اپنی مستدرک مین ابی سعید خدری سے روایت کیا ہے کہ انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول -
لا تصاحب الا مومنا ولا یاکل طعامک الا تقی یعنی ابو سعید خدری نے سنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو
کہ فرماتے تھے نہ مصاحبت اختیار کر تو مگر مسلمان کی اور نہ کہاوے تیرے کہانیکو مگر پرہیزگار شرح مین اس
حدیث کے خطابی نے معالم السنن مین لکھا ہے وانما حذر من صحبۃ من لیس بتقی وزجر عن مخالطتہ
ومواکلتہ لان المطاعمۃ توقع الالفۃ والمودۃ فی القلوب یقول لا تولف من لیس من اہل التقوی والورع
ولا تتخذہ جلیسا تطاعمہ وتنادمہ یعنی اور سوا اسکے نہین کہ ڈرایا آنحضرت نے صحبت ایسے شخص سے
کہ نہین ہے پرہیزگار اور منع فرمایا اوسکی مخالطت اور مواکلت سے اسلیئے کہ باہم کہانا ڈالتا ہے الفت کو
اور دوستی کو دلون مین فرماتے ہین آنحضرت کہ الفت مت رکھہ ایسے شخص سے کہ نہین ہے اہل تقوی
اور پرہیزگاری سے اور نہ بنا تو اوسکو ہمنشین کہ ساتھ کہلاوے تو اوسکو اور ہمنشین اپنا کرے تو اوسکو اور سیوطی
نے مرقاۃ الصعود حاشیہ ابی داود مین بھی اسیطور پر لکھا ہے اور شیخ عبد الحق دہلوی نے ترجمہ
مشکوۃ مین لکہا ہے منع کرد از مواکلت کفار و فجار تا سبب محبت والفت نگردد واز مصاحبت ایشان
صفات ذمیمہ سرایت نکند انتہی وجہ تخصیص یہ ہے کہ مواکلت ساتھہ کفار کے محل خطر زوال ایمان ہے
اور جاتا رہنا ایمان کا بہت بڑا ضرر ہے اور ازالہ ایسے ضرر کا واجب ہے بموجب قاعدہ مسلمہ فقہا کے کہ
الضرر یزال کہ ضرر زائل کیا جاتا ہے ترمذی نے اپنے جامع مین عبد اللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے
کہ کہا عبد اللہ بن مسعود نے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لما وقعت بنو اسرائیل فی المعاصی نہتہم
علماءہم فلم ینتہوا فجالسوہم فی مجالسہم وآکلوہم وشاربوہم فضرب اللہ قلوب بعضہم ببعض ولعنہم علی لسان
داود وعیسی بن مریم ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون قال فجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان
متکیا فقال لا والذی نفسی بیدہ حتی تاطروہم اطرا یعنی جب پڑ گئے بنی اسرائیل گناہون مین منع کیا اونکو اونکے
عالمون نے سو باز نہ آئے بنی اسرائیل پھر بیٹھے اونکے عالم اونکے ساتھہ اونکی مجلسون مین اور کہایا او

عالمون سے نہ اونکے ساتھ اوٹھنا بیٹھنا اونکے ساتھ تب مار اللہ نے بعض کے دلونکو ساتھ بعض کے
پھر لعنت کی اونکو زبان پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ بیٹے مریم کے یہ اسلیے کہ نافرمان ہوئے تھے
وہ اور ہوتے تھے حد سے بڑھتے کہا عبد اللہ بن مسعود نے پھر بیٹھ گئے آپ تکیہ چھوڑ کر اور تھے تکیہ لگائے
ہوئے واسطے اہتمام کلام کے پھر فرمایا اپنے یارون سے کہ نہ معذور رکھے جاوگے تم قسم ہے مجکو اوس
ذات کی کہ جان میری اوسکے ہاتھ مین ہے جب تک کہ نہ منع کروگے تم معاصی سے اونکے امثال کو
ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوۃ مین بشرح حتی تاطروہم اطرا لکہا ہے اے حتی تمنعوا امثالہم من اہل المعصیۃ
وان لم تمنعوا من معاملتہم فتمتنعوا انتم عن مواصلتہم ومکالمتہم ومواکلتہم ومجالستہم یعنی یہان تک کہ منع کرو تم اونکے
امثال کو اہل معصیت سے اور اگر باز نہ آئین اونکے امثال اپنی کرتوت سے تو پس باز رہو تم اونکے ساتھ ملاپ
کرنے سے اور اونکے ساتھ باتین کرنے سے اور اونکے ساتھ کہانے سے اور اونکے ساتھ بیٹھنے سے
پس جو جناب سید احمد خان صاحب نے صفحہ ۲ ہ مین لکہا ہے کہ اس حدیث سے اور اباحت
طعام اہل کتاب اور اونکے ساتھ مواکلت سے کیا علاقہ جس آیت کا اقتباس اس حدیث مین کیا گیا ہے
خود وہ آیت سے آیات احکام سے نہین ہے انتہے سو اوس آیت سے کہ جسکی تفسیر ہو
استدلال نہین ہے استدلال اس حدیث سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ
سے اس قصہ کو نقل کر کے فرمایا کہ درصورت اختلاط بدون نہی عن المنکر کے تم معذور نرکہے جاوگے
کہ اختلاط اہل کفر بدون نہی عن المنکر کے غالباً مودی الی الکفر ہوجاتا ہے پس اس سے ثابت ہوگیا کہ
جس صورت مین کہ ہمکو قدرت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی نہو اور ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر
نکرین یا ہمکو جزم اسکا ہوجاوے کہ امر بالمعروف یا نہی عن المنکر کرنا یہان کچھ مفید نہین ہے تو ان صورتون
مین مجالست اور مواکلت اور مشاربت ساتھ اہل کفر اور معاصی کے درست نہین ہے کہ مجالست اور
مواکلت اور مشاربت ان صورتون مین مودی الی الکفر والمعصیۃ ہوتی ہے جیساکہ مشاہد ہے اسکا تنبیہ ہے
بامر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم کو کہ جسکا ارشاد لا والذی نفسی بیدہ حتی تاطروہم اطرا کے ساتھ فرمایا
ہے جب ہی اس قصے سے اشارۃ یہ بات ظاہر تہی کہ مواکلت اور مشاربت ساتھ اہل کفر کے
کہ موجب ضرر عظیم ہے اور بعبارات دلال ہی ہے بہرحال علاقہ اس حدیث کا مواکلت سے ظاہر ہے
لہذا ملا علی قاری نے اس حدیث سے امتناع مواکلت کو ساتھ اہل معاصی کے بصورت اونکے باز

آذر کے مقاصد سے اچھا ہوا کیا ہے پھر جناب سید احمد خان صاحب نے اسی صفحہ ۱۸ مین جو لکھا ہے
علاوہ اسکے یہود کو نفاق یہود کی اور مسلمانون کو فساق مسلمین کی مجالست اور مواکلت سے تنفر ہے
اور کفار اور اہل کتاب کے ساتھ معاشرت امر آخر ہے کیونکہ وہ لوگ کسی حکم شرعی کے بجز ایمان کے مکلف نہین
جواب اسکے ستے ہوا اول اوس معاشرت مین کہ جو کفار اور اہل کتاب کے ساتھ جائز ہے نزاع نہین ہے
کہ مجالست دوستانہ اور مواکلت اوس سے خارج ہے محل نزاع مواکلت ہے تو جب وہ اہل فسق کے
ساتھ منع ہوئی تو اہل کفر کے ساتھ بدرجہ اولے منع ہوگی کہ اہل فسق عین اہل ایمان تو درجہ رتبہ مخالف
اہل کفر ہے کہ وہ اوس سے بھی محروم ہین دوسرے فسق اون یہود کا کفر تھا تو اس حدیث سے امتناع
مواکلت ساتھ اہل کفر کے ثابت ہے تیسرے وہ یہود فاسق ہون یا کافر کفار کے نہ مکلف ہونے
ساتھ احکام شرعیہ کے جواز مواکلت کفار مین کیا دخل ہے اور ایمان ہی کے ساتھ مکلف ہونا تو خود جناب
سید احمد خان صاحب کو مسلم ہے اور ایمان سے زائد معروف اور کفر سے زائد منکر کیا ہوگا امر بالمعروف
اور نہی عن المنکر کے لئے تکلیف ایمان کی کافی ہے چوتھی یہ کہنا کہ وہ لوگ کسی حکم شرعی کے بجز ایمان
کے مکلف نہین ہین خلاف قول مختار اور معتمد کے ہے اسنوی نے شرح منہاج مین لکھا ہے

لاخلاف فی ان الکفار مکلفون بالایمان وہل ہم مکلفون بالفروع کالصلوۃ والزکوۃ فیہ ثلث مذاہب اصحہا نعم
یعنی نہین خلاف ہے اسمین کہ کفار مکلف ہین ساتھ ایمان کے اور اختلاف ہے اسمین کہ آیا مکلف ساتھ
فروع کے مانند نماز اور زکوۃ کے ہین یا نہین اسمین تین مذہب ہین اصح سب مذہبون سے یہ ہے
کہ ہان مکلف ہین ساتھ فروع کے اور صدر الشریعۃ نے تنقیح اور توضیح مین لکھا ہے ذکر الامام السرخسی

لاخلاف فی ان الکفار یخاطبون بالایمان والعقوبات والمعاملات وبالعبادات فی حق المواخذۃ فی الآخرۃ
لقولہ تعالی ما سلککم فی سقر الآیۃ اعلم ان الکفار مخاطبون بالثلثۃ الاول مطلقا اجماعا اما العبادات فہم مخاطبون بہا
فی حق المواخذۃ فی الآخرۃ اتفاقا ایضا لقولہ تعالی ما سلککم فی سقر قالوا لم نک من المصلین ولم نک نطعم
المسکین اما فی حق وجوب الاداء فی الدنیا فمختلف فیہ یعنی ذکر کیا امام سرخسی نے کہ نہین خلاف ہے
اسمین کہ کفار مخاطب ہین ساتھ ایمان اور عقوبات یعنی حدود و قصاص اور معاملات کے اور ساتھ
عبادات کے حق مواخذہ مین بیچ آخرت کے بدلیل قول اللہ تعالی ما سلککم فی سقر کے جانو کہ کفار مخاطب
ہین ساتھ تین چیزون پہلی کے یعنی ایمان اور عقوبات اور معاملات کے اجماعا اور ہے پر عبادات سو وہ مخاطب

ہین جیسا تہا اونکے بیچ جتنا مواخذہ ہے آخرت مین اتفاقا بہی جیسے قولہ تعالی سے کہ کیا تمہین
لیکر گئی بیچ لائے تمکو دوزخ مین کہین ہنگے وہ کہ نتہے ہم نماز پڑہنے والون مین سے اور نہ تہے ہم
کہلاتے مسکینون کو اسے پر عبادات بیچ حق وجوب ادا کے دنیا مین پس مختلف فیہ ہین اور نووی نے
شرح صحیح مسلم مین لکہا ہے ثم اعلم ان المختار ان الکفار مخاطبون بفروع الشریعۃ المامور بہا والمنہی
عنہا ہذا قول المحققین والاکثرین وقیل لیسوا مخاطبین بہا وقیل مخاطبون بالمنہی عنہا دون المامور بہا
پہر جانو کہ مختار یہ ہے کہ کفار مخاطب ہین ساتہ فروع شریعت امور بہا اور منہی عنہا کے یہ قول ہے
محققین اور اکثرین کا اور کہا گیا ہے کہ نہین ہین مخاطب ساتہ فروع شریعت کے اور کہا گیا ہے
کہ مخاطب ہین ساتہ منہی عنہا کے نہ امور بہا کے اور کفایہ حاشیہ ہدایہ مین مرقوم ہے لا یقال الخطب
غیر ثابت فی حقہم لانہم لا یخاطبون بالشرائع لانہم یخاطبون بالحرمات کالربا والزنا یعنی نکہا جائیگا کہ خطر غیر ثابت
ہے کافرونکے حق مین اسلیئے کہ کافر غیر مخاطب ہین ساتہ شرائع کے اسواسطے کہ کفار مخاطب ہین
ساتہ حرمت حرام چیزونکے مانند سود خوری اور زنا کے اور طحطاوی نے ہنہیے حاشیہ در مختار
اور شامی نے رد المحتار مین لکہا ہے الذی تحرر فی المنار وشرحہ لصاحب البحر انہم مخاطبون بالایمان
وبالعقوبات سوی حد الشرب وبالمعاملات واما العبادات فقال السمرقندیون انہم غیر مخاطبین بہا اداء واعتقادا
وقال البخاریون انہم غیر مخاطبین بہا اداء فقط وقال العراقیون انہم مخاطبون بہا فیعاقبون علیہا وہو المعتمد یعنی
تنقیح ہو چکا ہے منار مین اور اوسکی شرح مین جو صاحب بحر رائق کے ہی کہ کفار مخاطب ہین ساتہ ایمان
کے اور ساتہ عقوبات سوا حد پینے شراب کے اور ساتہ معاملات کے اور اسے پہ عبادات سو قائل
اونکا یہ ہے کہ کہا سمرقندیون نے کہ کفار غیر مخاطب ہین ساتہ عبادات کے ادا اور اعتقاد دونون
مین اور کہا بخاریون نے کہ کفار غیر مخاطب ہین ساتہ عبادات کے صرف ادا مین اور کہا عراقیون نے
کہ کفار مخاطب ہین ساتہ عبادات کے اعتقاد اور ادا دونون مین سو عذاب کیے جائینگے عبادات
کا اعتقاد نکرنے اور اونکے نہ ادا کرنے پر بہی جیسے کہ عذاب کیے جائینگے عدم ایمان پر اور یہی
معتمد ہے اور **وجہ ششم** یہ ہے کہ **صحیح بخاری** مین روایت ہے نافع سے کہ کہا نافع
نے کان ابن عمر لا یاکل حتی یوتی بمسکین یاکل معہ فادخلت رجلا یاکل معہ فاکل کثیرا فقال یا نافع
لا تدخل ہذا علی سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول المومن یاکل فی معی واحد والکافر یاکل فی سبعۃ

اصحاب یعنی سے تھے عبد اللہ بن عمر یعنی کہاتے تھے جب تک کہ لایا جاتا مسکین کہ کھائے اوسکے ساتہ سو لایا
ایک مرد کو کہ کہایا تھا اوسکے ساتھ سو کہایا اوسنے بہت پس کہا عبد اللہ بن عمر نے اسے نافع نہ لا تو اسکو
میرے پاس سنا ہے مین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ مسلمان کہاتا ہے ایک انتڑی
مین اور کافر کہاتا ہے سات انتڑیون مین اور ساتہ اسی روایت کے صحیح مسلم مین بھی ہے حاصل اس
روایت کا یہ ہے کہ وہ مسکین بہت کہاتا تھا نیز مشابہ تھا کافر کے اس لیے عبد اللہ بن عمر نے اوسکے
ساتھ کہانا نہ کہایا آخر کہہ کے نافع کو حکم دیا کہ اب اسکو میرے پاس نہ لانا تو جبکہ بموجب اس روایت کے مسلمان
کے ساتہ کہانا صرف اس جہت سے کہ ایک صفت مین وہ کافر کے مشابہ ہو روا نہ ٹھہرا تو جو در اصل
کافر ہو اوسکے ساتہ کہانا کیونکر روا ہو سکتا ہے حافظ ابن حجر نے فتح الباری شرح
صحیح بخاری مین لکھا ہے ولعله کره دخوله علیه لما راه متصفا بصفة وصف بها الکافر اور گمان
یہ ہے کہ عبد اللہ بن عمر نے مکروہ رکہا اوس شخص کے داخل ہونے کو اپنے اوپر بسبب اسکے
کہ پایا اوسکو متصف ساتہ اوس صفت کے کہ وصف کیا گیا تھا ساتہ اوس صفت کے کافر
اور کرمانی نے کواکب الدراری شرح صحیح بخاری مین لکھا ہے وانما قال ابن عمر لا تدخل لانه اشبه
الکفار فکره مخالطته اور یہ اسکے معنی ہین کہ کہا عبد اللہ بن عمر نے نافع سے کہ نہ لا تو اسکو میرے پاس اسلیے
کہ وہ مشابہ تھا کافرونکے سو مکروہ رکہا عبد اللہ بن عمر نے اوسکی مخالطت کو اور قسطلانی نے شرح صحیح البخاری
مین لکھا ہے فقال ابن عمر لا تدخل ہذا علی اے لما فیه من الاتصاف بصفة الکافر وہی کثرة الاکل و
ونفس المومن تنفر ممن ہو متصف بصفة الکافر یعنی سو کہا ابن عمر نے نافع سے کہ نہ داخل کر تو اسکو
مجھپر یعنی بسبب اوسکے متصف ہونے کے ساتہ صفت کافر کے اور صفت کافر کی بہت کہانا
ہے اور دل مومن کا نفرت کرتا ہے اوس شخص سے کہ متصف ہو ساتہ صفت کافر کے اور نووی
نے شرح صحیح مسلم مین لکھا ہے واما قول ابن عمر فی المسکین الذی اکل عنده کثیرا لا یدخلن ہذا
علی فانما قال ہذا لانه اشبه الکفار ومن اشبه الکفار کرهت مخالطته بغیر حاجة او ضرورة اور اسی پر قول عبد اللہ
بن عمر کا نافع سے حق مین اوس مسکین کے کہ کہایا اوسنے پاس ابن عمر کے بہت کہ ہرگز نہ لانا تو
اسکو میرے پاس سو سوا اسکے نہین کہ فرمایا ابن عمر نے یہ بسبب اسکے کہ وہ مسکین مشابہ تھا
کافرون کے اور جو شخص کہ مشابہ ہو کافرونکے مکروہ ہے مخالطت اوسکی بدون حاجت اور ضرورت کے

اور وجہ ہفتم یہ ہے کہ طبرانی نے معجم کبیر مین اور بیہقی نے شعب الایمان مین
عمران بن حصین سے روایت کیا ہے کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اجابۃ طعام الفاسقین یعنی
منع فرمایا ہے رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اجابت طعام فاسقون کے سے کہ اجابت دعوت میں تعظیم
اور تکریم فاسق کی ہے اور فاسق مہمان اور مغضوب ہے امام تمرتاشی نے شرح جامع صغیر مین لکھا ہے
لا یجیب دعوۃ الفاسق المعلن لیعلم انہ غیر راض بفسقہ انتہی یعنی نہ قبول کرے تو دعوت فاسق معلن
کی تاکہ جانا جاوے کہ تو غیر راضی ہے اوسکے فسق سے اور ایسا ہی ہے فتاوی عالمگیریہ مین
جبکہ اجابت دعوت فاسق معلن کے اسلیئے کہ اوسکی ترویج خاطر اور تکریم ہو اور عدم رضا اوسکی فسق سے
ظاہر نہو سوا نہ ٹھیری تو اجابت دعوت کافر مجاہر اور مواکلت ساتھ اوسکے کیونکر روا ہو سکتی ہے کیا کہ
ساتھ کہانے مین اونکی تکریم اور تعظیم ہے اور مسلمان مامور ہین ساتھ توہین کافر کے تو ساتھ اوسکی تکریم کے
مسلم نے اپنی صحیح مین اور بخاری نے ادب مفرد مین اور ترمذی نے اپنے جامع مین ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ
سے روایت کیا ہے کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تبدءوا الیہود والنصاری بالسلام
یعنی تحقیق رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ ابتدا کرو تم یہود اور نصاری سے ساتھ سلام کے ترمذی
نے اس حدیث کی شرح مین لکھا ہے قال بعض اہل العلم انما معنی الکراہیۃ لانہ یکون تعظیما لہم وانما امر المسلمون
بتذلیلہم یعنی کہا بعض اہل علم نے سوا اسکے نہین کہ سبب ابتدای سلام کی مکروہ ہونیکا یہ ہے کہ
اسمین ہوگی تعظیم یہود اور نصاری کے اور سوا اسکے نہین کہ حکم کئے گئے ہین مسلمان ساتھ اونکی تذلیل کے
اور ابو الطیب نے شرح جامع ترمذی مین لکھا ہے قولہ لا تبدءوا الیہود والنصاری ای ولو کانوا ذمیین
فضلا عن غیرہم لان الابتداء بہ اعزاز لہم ولا یجوز اعزازہم ولا توادہم قال تعالی لا تجد قوما یؤمنون باللہ
والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ یعنی مراد یہ ہے کہ ابتدا بہ سلام نکرو ساتھ یہود اور نصاری کے
اگرچہ وہ ذمی ہون چہ جائیکہ غیر ذمیون سے اسلیئے کہ ابتدا ساتھ سلام کے اعزاز ہے اونکا اور نہین جائز
ہے اعزاز اونکا اور دوستی رکہنا اونسے فرمایا اللہ تعالے نے نہ پائیگا تو ایسی قوم کو کہ ایمان رکہتی ہو
ساتھ اللہ اور دن آخرت کے کہ دوستی رکہتے ہون اون لوگو سے کہ مقابلہ کیا ہے اونہون نے اللہ
اور اوسکے رسول کا نووی نے شرح صحیح مسلم مین لکھا ہے واختلف العلماء فی رد السلام علی الکفار و
ابتدائہم بہ فمذہبنا تحریم ابتدائہم بہ ووجوب ردہ علیہم بان یقول وعلیکم او علیکم فقط ودلیلنا فی الابتداء قولہ

صلی اللہ علیہ وسلم لا تبدءوا الیہود ولا النصاریٰ بالسلام وفی الرد قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فقولوا وعلیکم وبہذا

الذی ذکرناہ من مذہبنا قال اکثر العلماء وعامۃ الفقہاء اور مختلف ہوئے ہین علما جواب دینے سلام مین کافرون کا

پیرا ابتدای سلام مین ساتھ کافرون کے سو مذہب ہمارا تحریم ہے ابتدا کرنا ساتھ سلام کے کافرون سے

اور وجوب ہے جواب دینا اونکے سلام کا اسطور سے کہ کہی جواب دینے والا وعلیکم یا علیکم فقط اور دلیل ہمارے

اسمین کہ پہلے پہل اونسے سلام کرنا حرام ہے قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ نہ ابتدا پہل سلام کرو

تم یہود اور نصاریٰ کو سے اور دلیل ہماری اسمین کہ واجب ہے جواب دینا اونکے سلام کا یہ — قول آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم ہے لپس کہو تم اونکے سلام کے جواب مین وعلیکم اور ساتھ اسیکے کہ ذکر کیا ہمنے مذہب اپنا

قائل ہوئے ہین اکثر علما اور جمہور فقہا اور ہدایہ مین مرقوم ہے وانما یوخذون بذلک اظہارا للصغار علیہم

وصیانۃ لضعفۃ المسلمین ولان المسلم مکرم والذمی مہان فلا یبدءہ بالسلام ویضیق علیہ الطریق فلو لم یکن علامۃ

ممیزۃ فلعلہ یعامل معاملۃ المسلمین وذلک لا یجوز اور سوا اسیکے نہین کہ پکڑے جاتے ہین اہل ذمہ ساتھ تمیز

کے مسلمانون سے بیچ لباس مین اور سواری مین اور زین مین اور ٹوپی مین واسطے ظاہر کرنے خواری کے

اونپر اور واسطے بچانے ضعیف مسلمانون کے کہ بسبب مخالطت کے مرتد ہوجائین اور اسلیے کہ مسلمان

تکریم کیا گیا ہے اور ذمی اہانت کیا گیا ہے سو پہلے پہل ذمی سے سلام نکیا جاتے اور تنگ کیا جاتے

اوسپر راستہ ہو اگر نہوتے نشانے تمیز دینے والے ذمی کو مسلمان سے تو شاید معاملہ کیا جاتا ذمی سے

مانند معاملہ مسلمانونکے اور معاملہ کرنا ذمی سے مسلمانونکے مانند جائز نہین ہے اور اشباہ و النظائر

مین مسطور ہے ولا یبدء الذمی بالسلام الا لحاجۃ ولا یزاد فی الجواب علی وعلیک وتکرہ مصافحتہ وتحریم لتعظیمہ

اور نہ ابتدا کیا جاوے ذمی ساتھ سلام کے مگر حاجت کے لیے اور نہ زیادہ کیا جاوے ذمی جواب سلام مین

علیک پر اور مکروہ ہے مصافحہ کرنا ذمی سے اور حرام ہے تعظیم اوسکی اور در مختار مین مذکور ہے وہ

یحرم لتعظیمہ وتکرہ مصافحتہ ولا یبدء بالسلام الا لحاجۃ ولا یزاد فی الجواب علی وعلیک اور حرام ہے تعظیم ذمی کی

اور مکروہ ہے مصافحہ اوس سے اور نہ پہلے پہل سلام کیا جاوے اوس سے مگر حاجت کے لیے اور نہ

زیادہ کیا جاوے اوسکے سلام کے جواب مین وعلیک پر اور فتاویٰ غرائب مین ہے

تکرہ المصافحۃ مع الذمی وان صافحہ یغسل یدہ ان کان متوضیا یعنی مکروہ ہے مصافحہ ساتھ ذمی کے

اور اگر مصافحہ کیا ہو وے ذمی سے تو دہو ڈالے اپنے ہاتھ کو اگر ہو متوضی اور بحر الرائق مین مرقوم ہے

واذا وجب علیہم الصغار لذل و الصغار مع المسلمین وجب علی المسلمین عدم تعظیمہم یعنی جب واجب ہوا اُنپر
ظاہر کرنا ذلت اور خواری کا ہمراہ مسلمانوں کے تو واجب ہے مسلمانوں پر اونکی تعظیم نکرنا اور حموی
نے حاشیہ اشباہ میں لکہا ہے قال بعض الفضلاء ہل یشمت الذمی اقول الظاہر انہ لا یشمت لان
فیہ اکرامہم وتعظیما وقد امرنا بالاہانۃ وفی شرح الجامع الصغیر عن عمر نہی عن السلام علی الذمی لان
فیہ التعظیم یعنی کہا بعض فضلاء نے کہ کیا ذمی کے چھینک کا جواب دیا جاتے کہتا ہون مین کہ ظاہر یہ ہے
کہ ذمی کے چھینک کا جواب نہ دیا جاتے اسلئے کہ چھینک کا جواب دینے مین اکرام اور تعظیم ہے ذمیونکی
اور ہم حکم کیے گئے ہین ساتہ اونکی اہانت کے اور شرح جامع صغیر مین مروی ہے حضرت عمر
سے نہی سلام کرنے کی ذمی پر بسبب کہ سلام کرنے مین تعظیم ہے اور یہی حموی نے کراہت مصافحہ
کی وجہ مین لکہا ہے لما فیہ من التعظیم کما فی التمرتاشی یعنی اسلیے کہ مصافحہ کرنے مین تعظیم ہے
جیسا کہ کتاب تمرتاشی مین ہے اور شامی نے رد المحتار مین وجہ کراہت مصافحہ مین لکہا ہے
لان فیہ نوع تعظیم و دود ظاہر اطلاقہ انہا کراہۃ تحریم یعنی اسلیے کہ مصافحہ کرنے مین ایک قسم کی تعظیم ہے
اور دوستی اور ظاہر اطلاق مصنف کا یہ ہے کہ یہ کراہت کراہت تحریمی ہے ابو نعیم نے اپنے حلیہ مین
جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی ان تصافح المشرکون الخ
یعنی تحقیق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اس سے کہ مصافحہ کیے جاوین مشرک لوگ اور
بخاری نے ادب المفرد مین عبد الرحمن سے روایت کیا ہے کہ کہا عبد الرحمن نے کہ مر ابن
عمر بنصرانی فسلم علیہ فرد علیہ فاخبر انہ نصرانی فلما علم رجع الیہ فقال رد علی سلامی یعنی گذری عبد اللہ
بن عمر ایک نصرانی پر سو سلام کیا اوسنے تو جواب اوسکے سلام کا دیا عبد اللہ بن عمر نے خبر دیگئی
عبد اللہ بن عمر کو کہ وہ نصرانی ہے سو جب جانا عبد اللہ بن عمر نے کہ وہ نصرانی ہے لوٹ آئے اوسکی
طرف پہر کہا اوس سے کہ پہیر دے مجکو میرا سلام اب اس سے جو اوپر مذکور ہوا بخوبی معلوم ہو گیا کہ
وہ جو جناب سید احمد خان صاحب نے صفحہ ۹ مین تہذیب سے نقل کیا ہے کہ ان کل
ما فعل فیہ توقیر الذمی فہو حرام کالتسلیم والسلام والمصافحۃ لان التحیۃ علیہم الامانۃ والسلام توقیر
سو موافق ہے تمام کتب اسلامیہ کے اور جو صفحہ ۷ سے آخر تک وجوہ نظر لکہی ہین شبہ وہ بہی
تحریف دین اسلام پر مبنی ہین پہلی وجہ مین جوابات لکہین ہم کوئی اون آیات مین سے توقیر اور تعظیم ذمی پر

دلالت نہیں کرتی ہے چنانچہ لا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ ادفع بالتی ہی احسن الآیہ میں بیان ہی نیکی کرنے کا
بدلے بدی کے اور ذکر ہے اوسکے فائدہ کا کہ بسبب اسکے دشمن دوست بن جاتا ہے اور آیت کریمہ و
عباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ہونا واذا خاطبھم الجاہلون قالوا سلاما میں بیان ہے اسکا کہ بندگان خدا
زمین پر چلتے ہیں ساتھ تواضع اور وقار اور نرمی کے چلنے میں نہ پاؤں مارکے اور جوتیاں چٹخاتے کے بانداز ... اور
اور تکبر کرنیوالوں کے اور جب سنے ادب لوگ اونسے خطاب کرتے ہیں تو کہتے ہیں سلام یعنی ہم تو تمسے
اونسے الگ ہو جاتے ہیں پس سلام اس آیت میں سلام تحیۃ مومنین سے ہے بلکہ سلام متارکت یعنی الگ ہے
مرقوم ہے بیضاوی اور کشاف وغیرہا تفاسیر میں اور بدی کے بدلے نیکی کرنے اور تکبر اور غرور
نکرنے اور حقیر نفس سے درگذرنے اور ایذا پر صبر کرنے کے سنے شبہہ مسلمانوں کے دین میں تاکید ہے
انکو توقیر اور تعظیم کافر ہے کہ محل بحث ہے کچھ علاقہ نہیں اور مدار دوسری وجہ کا تفرقہ ہے درمیان ذمی
اور غیر ذمی کے گئے سو فرق درمیان ذمی اور کافر غیر ذمی کے ان امور میں نہیں ہے حسب تعظیم اور توقیر
ذمی کی کہ بسبب داخل ہونے کے عہد اور ذمہ اہل اسلام میں مستحق زیادہ تر رعایت کا ہے اور سلام اور
مصافحہ کرنا اونسے جائز نہوا تو کفار اہل حرب سے کے تعظیم اور توقیر اور اونسے سلام اور مصافحہ کرنا کیونکر جائز
ہو سکتا ہے اسلیے کہ باعث عدم تعظیم اور توقیر کفر ہے سو وہ ان میں بشدت سے بنسبت ذمیوں کے
موجود ہے چنانچہ اوپر عبارت شرح جامع ترمذی مویدا اسکی گذر چکی ہے اور فتح الباری شرح
صحیح البخاری میں مرقوم ہے الہجران علی مرتبتین الہجران بالقلب والہجران باللسان فہجران الکافر
بالقلب وترک التودد والتعاون والتناصر لاسیما اذا کان حربیا یعنی جدا ہونا دو طرح پر ہے ایک جدا ہونا دل سے
اور ایک جدا ہونا زبان سے ساتھ ترک کلام کے اور جدا ہونا کافر سے ساتھ دل کے اور اوسکے دوستی
اور مدد اور نصرت چھوڑنے سے ہے بالخصوص جبکہ ہو وہ کافر حربی اور شروط اوس سلطان کے جسکی
اطاعت واجب ہے اسلام ہے اور جناب سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ ۸۹ میں لکھا ہے
فی التاتارخانیہ الاسلام لیس بشرط فی السلطان الذی یقلد انتہی سو حاصل کلام تاتارخانیہ کا یہ ہے کہ
قضا لینا طرف سے ہر سلطان کے اگرچہ کافر ہو درست ہے یعنی اگر کفار کا اہل اسلام پر تسلط ہو جاوے
اور حاکم کافر کسی مسلمان کو قاضی مسلمانوں کا واسطے تنفیذ احکام اسلام کے مقرر کرے تو ایسی صورت
میں اوس حاکم کافر سے عہدہ قضا کا لینا درست ہے اور تاتارخانیہ والیکا یہ مقصود نہیں ہے کہ سلطان

واجب الاطاعت کے شرط اسلام نہین ہے اور یہ مذا فتح القدیر مین مخالف تاتارخانیہ کے ہے
نہر الفائق باین وجہ لائق اعتماد کہا گیا ہے اور شامی نے رد المحتار میں تصحیح اوسیکو ثابت رکہا ہے عبارت
رد المحتار کے یہ ہے وفی الفتح واذا لم یکن سلطان ولا من یجوز التقلد منہ کما ہو فی بعض بلاد المسلمین
غلب علیہم الکفار کقرطبۃ الان یجب علی المسلمین ان یتفقوا علی واحد منہم یجعلونہ والیا فیولی قاضیا ویکون
ہو الذی یقضی بینہم وکذا ینصبوا اماما یصلی بہم الجمعۃ اہ وہذا ہو الذی تطمئن النفس الیہ فلیعتمد نہر والاشارۃ
بقولہ وہذا الی ما افادہ کلام الفتح من عدم صحۃ تقلد القضاء من کافر علی خلاف ما مر عن التاتارخانیۃ ولکن
اذا ولی الکافر علیہم قاضیا ورضیہ المسلمون صحت تولیتہ بلا شبہۃ انتہی اور فتح القدیر مین ہے
اور جب کہ نہو سلطان اور نہ وہ شخص کہ جائز ہو لینا قضا کا اوس سے جیسا کہ مسلمانون کے بعض شہرون مین
کہ غالب ہوگئے ہین کافر مانند قرطبہ کے اسوقت مین ہے تو واجب ہی مسلمان پر کہ اتفاق کرین کہ ایک
مسلمان پر اپنے آپ مین سے کہ ونین اوسکو والی سو مقرر کرے وہ والی ایک قاضی کو اور ہو وہی
قاضی کہ فیصل خصومات کرے درمیان مسلمانون کے اور اسیطرح کہڑا کرین مسلمان ایک امام کو پڑہا دے
اونکو نماز جمعہ کی اور یہ وہ ہے کہ اطمینان ہی نفس کو طرف اوسکے پس چاہیے کہ اعتماد کیا جائے اسی پر یہ
نہر الفائق مین ہے اور اشارہ صاحب نہر الفائق کا ساتہہ اپنے قول وہذا کے اوسکی طرف ہے
کہ فائدہ دیا ہے اوسکا کلام فتح القدیر نے اور وہ نہ صحیح ہونا تقلد قضا کا ہے کافر سے برخلاف
اوسکے جو گذرا تاتارخانیہ سے ولیکن جب مقرر کرے کافر مسلمانون پر کسی قاضی مسلمان کو اور راضی ہوجاویں
اوس سے مسلمان صحیح ہوجاویگا مقرر کرنا اوس کافر کا بلا شبہہ اور جو تقلد قضا کافر سے جائز رکہتے ہین
اونکے نزدیک یہ شرط ہے کہ وہ کافر مانع قضا بالحق سے نہو ورنہ تقلد قضا کا فر سے بلکہ مسلمان جابر سے
بہی حرام ہے در مختار مین ہے الا اذا کان یمنعہ عن القضاء بالحق فیحرم اعنی التقلد قضا سلطان جائر
اگرچہ کافر ہو جائز ہے مگر جب کہ ہو وہ سلطان کہ منع کرتا ہو قاضی کو قضاء بالحق سے تو حرام ہے اور
فتاوی عالمگیریہ مین ہے انما یجوز تقلد القضاء من السلطان الجائر اذا کان یمکنہ من القضاء بحق
ولا یجور فی قضایاہ لبشر والسیاہ من تنفیذ لبعض الاحکام کما ینبغی اما اذا لا یمکنہ من القضاء بحق ویجور
فی القضایا لبشر ولا یمکنہ من تنفیذ بعض الاحکام کما ینبغی لا یتقلد منہ یعنی سوا اسکے نہین کہ جائز ہے
لینا عہدہ قضا کا سلطان جابر سے جب کہ ہو وہ سلطان کہ اختیار دے اس قاضی کو حکم کرنیکا

ساتھ حق کے اور نہ دخل دے آپ قاضی کے مقدمون مین ساتھ شر کے اور نہ منع کرے قاضی کو جاری
کرنے بعض حکموں اپنے سے جیسا کہ چاہے اپنے اور رای پر جب کہ نہ اختیار دی سلطان کافر قاضی کو حکم کرنیکا ساتھ حق کے
اور دخل دے آپ اوسکے مقدمات مین ساتھ شر کے اور نہ اختیار دی اوسکو بعض احکام کے جاری کرنیکا
جیسا کہ چاہی تو قضا کا عہدہ اوس سلطان جائر سے نہ لیا جاوے اور جناب سید احمد خان صاحب نے
اسی صفحہ ۱۶۵ مین جو لکہا ہے وفی الدر المختار ان غلبوا علی اموالنا ولو عبدا مومنا واحرزوہا بدارہم ملکوہا ویفترض
علینا اتباعہم انتہی سو اسمین اہل اسلام حنفی مذہب کو نزاع نہین ہے کہ جب کافر مسلمانون کے مال پر غالب
آجاوین اور اوس مال کو اپنے ملک مین لیجاوین تو وہ مالک اوس مال کے ہوجاتے ہین نزاع اونکی مفہوم
اکرم اور مباح ہوجانے مین ہے استیلا سے مالک ہوجانا اموال کا کچہ اونکے مباح ہونے سے نہین ہے
بلکہ اوسکا سبب یہ ہے کہ غیر معصوم ہوجانا مال کا ہے اونکے حق مین یا استیلا مباح پر اگر پوری عبارت در مختار کی
بیچ مین سے حذف کرکے جناب سید احمد خان صاحب نقل نہ فرماتے تو یہ بات خود در مختار کی عبارت سے
ظاہر ہے بدون حذف و تصرف کے عبارت در مختار کی یہ ہے وان غلبوا علی اموالنا ولو عبدا مومنا
واحرزوہا بدارہم ملکوہا لا لان الاستیلا ورد علی مباح لان الصحیح من مذہب اہل السنۃ ان الاصل فی الاشیاء التوقف والاباحۃ
رای المعتزلۃ بل لان العصمۃ من جملۃ الاحکام المشروعۃ وہم لم یخاطبوا بہا فبقی فی حقہم مالا غیر معصوم فیملکونہ کما حققہ
صاحب المجمع فی شرحہ ویفترض علینا اتباعہم یعنی اور اگر غالب ہوجاوین کافر ہمارے مالون پر اگرچہ مال ہمارا
بردہ مسلمان ہو اور لیجاوین اون مالون کو اپنی ملک یعنی دار الحرب مین مالک ہوجاوینگے وہ کافر اون مالونکے
نہ بسبب استیلا اور کمال قدرت پانے کے مباح پر اسلیئے کہ مذہب صحیح اہل سنت کا یہ ہے کہ اصل اشیا مین توقف
ہے اور اباحت رای معتزلہ کی ہے بلکہ اسلیئے مالک ہوجاوینگے کہ عصمت جملہ احکام مشروعہ سے ہے اور
کفار مخاطب نہین ہین ساتھ احکام شرعیہ کے تو رہجاویگا وہ مال کافرونکے حق مین مال غیر عصمت والا پس
مالک ہوجاوینگے وہ کافر اوس مال کے جیسا کہ تحقیق کیا ہے اسکو صاحب مجمع البحرین نے
شرح مجمع البحرین مین اور فرض ہے ہمپر پیچھے رہنا اون کافرونکے واسطے چھوڑ لانے اپنے
مالونکے اب یہان یہ بات کہل گئی کہ اتباع کے معنی قول در مختار مین ویفترض علینا اتباعہم مین اطاعت
کی نہین ہین جیسی کہ جناب سید احمد خان صاحب سمجھے ہین اور ترجمہ اوسکا اطاعت کیا ہے
بلکہ اتباع کے معنی یہان پیچھے جانے کے ہین جیسے اتباع الجنازہ بولتے ہین اور حدیث مین آیا ہے

اتبعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد خرج لحاجتہ کرانی سے اوسکی شرح مین لکھا ہے ای تبعت وراءہ یعنی
چلا مین پیچھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوس حال مین کہ آپ نکلی تھے اپنی حاجت کے لیئے اور خود صاحب
در مختار نے در المنتقی شرح ملتقی مین لکھا ہے ولیفترض علینا اتباعہم ما داموا بدارنا فان دخلوا
دارہم لم یفترض بل یندب الا للذراری فیفترض اتباعہم مطلقا یعنی اور فرض ہے ہم پر پیچھے جانا اونکے
جب تک کہ رہین وہ ہمارے ملک مین پہر اگر داخل ہو جائین ساتھ ہمارے مالون کے اپنے ملک مین تو
نہین فرض ہے بلکہ مندوب ہے مگر واسطے چھڑانے بال بچونکے پس فرض ہے پیچھے جانا اونکے مطلقا
اگرچہ وہ ہمارے بال بچون کو لیکر اپنے ملک مین داخل ہو جائین طحطاوی نے حاشیہ در مختار مین
لکھا ہے قال فی شرح الملتقی ولیفترض علینا اتباعہم ما داموا بدارنا ای لاستنقاذ الاموال فان دخلوا بہا دارہم
لم یفترض علینا بل یندب الا للذراری فیفترض اتباعہم مطلقا اہ بزیادۃ من الحلبی یعنی کہا صاحب در مختار نے
شرح ملتقی مین اور فرض ہے ہم پر پیچھے جانا اونکے جب تک کہ رہین ہمارے ملک یعنی دار الاسلام مین یعنی واسطے
چھڑانے مالونکے پہر اگر داخل ہو جائین ساتھ مالونکے اپنے ملک دار الحرب مین تو نہین فرض ہے ہم پر پیچھے
جانا اونکے بلکہ مندوب ہے مگر واسطے چھوڑانے بال بچونکے پس فرض ہے پیچھے جانے اونکے مطلقا اگرچہ
وہ داخل ہو جائین دار الحرب مین آخر ہوا قول مصنف کا شرح ملتقی مین ساتھ کچھ زیادت کے حلبی سے
اور شامی نے رد المحتار مین لکھا ہے وقولہ لیفترض علینا اتباعہم ای لاستنقاذ اموالنا ما داموا فی دارنا
فان دخلوا دار الحرب لا یفترض الا ان الاتباع بخلاف الذراری یفترض اتباعہم مطلقا بحر عن المحیط وہو کذلک
مطلقا ای وان دخلوا دار الحرب لکن ما لم یبلغوا حصونہم کما قدمناہ فی اول الجہاد عن الذخیرۃ یعنی فرض ہے
ہم پر پیچھے جانا اونکے یعنی واسطے چھوڑانے اپنے مالون کے جب تک کہ رہین وہ دار الاسلام مین پہر اگر
داخل ہو جائین دار الحرب مین ہمارے مال لیکر نہین فرض ہے اور اولی اس صورت مین بھی پیچھے جانا ہے
برخلاف بال بچونکے کہ اگر وہ لیگئے ہون تو اونکے چھوڑانے کے لیئے تب پیچھے جانا اونکے مطلقا فرض
ہے نقل کیا ہے اسکو بحر الرائق مین محیط سے اور مراد مطلقا سے یہ ہے کہ اگرچہ داخل ہو گئے
ہون دار الحرب میں لیکن جب تک کہ نہ پہنچے ہون اپنے قلعون مین جیسے کہ پہلے ذکر کر چکے ہین ہم
اول جہاد مین ذخیرہ سے اور اس قول در مختار مین کہ کفار بغیر طلب ساتھ احکام شرعیہ کے
نہین ہین محشیون نے کلام کیا ہے طحطاوی نے لکہا ہے یجری علی غیر الاصح والاصح انہم مخاطبون

بہا اواء واعتقادا کما تقدم یعنی حلبی صاحب درمختار اس قول مین غیر اصح مراد اصح یہ ہے کہ کفار مخاطب ہین
ساتھ احکام شرعیہ کے ادا کرنے اور اعتقاد رکھنے ہین اور شامی نے کئی وجہ سے یہان نظر وارد کی ہے
چنانچہ دوسری وجہ کے بیان مین لکھا ہے الثانی ان الکفار مخاطبون بالایمان وبالعقوبات سوی حد الشرب
وبالمعاملات وانما الخلاف فی العبادات کما قدمناہ یعنی دوسرے وجہ نظر کی یہ ہے کہ کفار مخاطب ہین ساتھ
ایمان کے اور ساتھ عقوبات کے سواے حد شراب خوری کے اور ساتھ معاملات کے اور سوا اسکے
نہین کہ خلاف نسبت عبادات مین جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہین اوسکو اور اس ملک کے مسلمانون کی
مثال ساتھ بنی اسرائیل کے نا ان فرعون کے دینا محض بیجا ہے اور قیاس غیر مکرہ کا مکرہ پر اسلیے کہ
ہماری حکام اس ملک کے اہل اسلام پر اکراہ اور جبر کسی بات مین نہین کرتے ہین اور مسلمانون کے دین
سے کچھ تعرض نہین رکھتے ہین برخلاف فرعون کے کہ بنی اسرائیل پر جبر و تعدی ہر بات مین کرتا تھا اور انکے
دین سے بھی تعرض رکھتا تھا تو ناچار بنی اسرائیل اکراہ سے ناسزا باتین قبول کر لیتے تھے اور ہجرت سے
پہلے مسلمانون نے اگر کوئی کام خلاف طریقہ اسلامی کی مشرکین کے ساتھ برتا ہے تو وہ بھی بسبب اکراہ
کے تھا نہ رضا اور رغبت سے اور ملک حبشہ کو جو مسلمانون نے ہجرت کی تو بادشاہ وہان کا گو پہلے
نصرانی تھا لیکن رغبت اہل اسلام کی طرف رکھتا تھا اور نہایت تواضع اور تکریم سے ساتھ مسلمانون کے پیش آتا تھا
اور کوئی کام ناسزا اونسے نہین لیتا تھا چنانچہ آخر کو مسلمان وے ہوا اور خود سرور عالم صلعم نے اوسکے جنازہ
کی نماز پڑھی اور وجہ ہشتم یہ ہے کہ کھانا کھانا ساتھ اہل کتاب کے اور ہم نوالہ اور ہم پیالہ ہو جانا اونکا
آثار موالاۃ سے ہے اور نشان کے ہے اونکے ساتھ دوستی رکھنے کا اور موالاہ ساتھ کافرون کے اگرچہ اہل
کتاب ہون ممنوع ہے امام مالک نے موطا مین ثور بن یزید الدیلی سے روایت کیا ہے کہ ثور روایت
کرتے ہین عبد اللہ بن عباس سے کہ انہ سئل عن ذبائح نصاری العرب فقال لا باس بہا وتلا ہذہ الآیۃ
ومن یتولہم منکم فانہ منہم یعنی عبد اللہ بن عباس سوال کیے گئے ذبیحہ نصاری عرب سے سو فرمایا عبد اللہ
بن عباس نے کہ نہین ڈر ہے ساتھ کھانے ذبیحہ اونکے کے اور تلاوت فرمائی یہ آیت کہ جسکا ترجمہ یہ ہے
اور جو شخص کہ دوستی رکھے ساتھ یہود اور نصاری کے سو وہ اونہین مین سے ہے محلی شرح موطا
مین لکھا ہے یعنی ذبحیتہم وان حلت لکن لا تجوز موالاتہم وحلا طہم یعنی مراد ابن عباس کی تلاوت فرمانی
اس آیت سے اس مقام پر یہ ہے کہ ذبیحہ اونکا اگرچہ حلال ہے لیکن نہین جائز ہے موالاۃ اور دوستی

رکھنی اوسنے اور خلط ملط ہو جانا اوسکے اور طبرانی نے **معجم اوسط** مین حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے
روایت کیا ہے کہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل نفس تحشر علی ہواہا فمن ہوی الکفرة فهو مع الکفرة
ولا ینفعه عمله شیئا یعنی کہا حضرت جابرؓ نے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر نفس حشر کیا جائیگا اپنی
دوستی پر اور جو شخص دوست رکھتا ہے کافرون کو لیس وہ ساتھ کافرون کے ہے اور نفع نہ دیگا اوسکو عمل
اوسکا کچھ اور دیلمی نے **فردوس** مین عبد اللہ بن جعفر سے روایت کیا ہے کہ قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ان قوما احبوا قوما حتی ہلکوا فی حبہم فلا تکونوا مثلہم یعنی تحقیق ایک قوم نے دوست رکھا ایک
قوم کو یہان تک کہ ہلاک ہو گئے اونکی دوستی مین لیس نہ ہو تم مانند اونکے اور ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف
مین اور سعید بن منصور نے اپنے سنن مین اور ابن ابی حاتم اور ابن المنذر نے اپنی اپنی تفسیر مین استق رومی سے
روایت کیا ہے کہ قال کنت مملوکا لعمر بن الخطاب وکان یقول لی اسلم فانک لو اسلمت استعنت بک علی امانة
المسلمین فانی لا استعین علی امانتہم من لیس منہم فابیت علیہ فقال لا اکراہ فی الدین یعنی کہا استق رومی نے کہ
تہا مین مملوک عمر بن الخطاب کے اور تہے عمر بن الخطاب فرماتے مجھسے کہ اسلام لا تو لیس تحقیق تو
اگر اسلام لائیگا تو مدد چاہونگا مین ساتھ تیرے مسلمانون کے امانت پر اسلئے کہ مین نہین مدد چاہتا ہون
مسلمانونکی امانت پہ ساتھ اوسکے کہ نہین ہے مسلمانون مین سے کا انکار کیا مین نے اسلام لانے سے
تو کہا حضرت عمر نے مجھسے کہ نہین ہے زبردستی دین مین اور ابن سعد نے **طبقات** مین بہی استق
رومی سے باین الفاظ روایت کیا ہے کہ قال کنت مملوکا لعمر بن الخطاب وانا نصرانی وکان یعرض علی الاسلام
ویقول انک ان اسلمت استعنت بک علی امانتی فانہ لا یحل لی ان استعین بک علی امانة المسلمین ولست علی دینہم
فابیت علیہ فقال لا اکراہ فی الدین فلما حضرہ الوفاة اعتقنی وانا نصرانی وقال اذہب حیث شئت
یعنی کہا استق رومی نے کہ تہا مین مملوک عمر بن الخطاب کے اوس حال مین کہ مین نصرانی تہا سو تہے
عمر بن الخطاب عرض کرتے مجھپر اسلام کو اور فرماتے تحقیق تو اگر اسلام لائیگا مدد چاہونگا مین ساتھ تیرے
اپنی امانت پر اسلئے کہ نہین حلال ہے مجکو کہ مدد چاہون مین ساتھ تیرے مسلمانون کی امانت پہ اور ہے
حال مین کہ نہین ہے تو اونکے دین مین تو انکار کیا مین نے اونسے اسلام لانے سے تو فرمایا نہین ہے
زبردستی دین مین پہر جب حاضر ہوئے اونکے وفات آزاد کر دیا مجکو اوس حال مین کہ مین نصرانی تہا
اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر مین اور بیہقی نے **شعب الایمان** مین ابن عباس اشعری سے روایت

کیا ہے کہ ان عمر امر اباموسی الاشعری ان یرفع الیہ ما اخذ وما اعطی فی ادیم واحد وکان لہ کاتب نصرانی فرفع

الیہ ذلک فتعجب عمر وقال ان ہذا لحفیظ ہل ہو قارئ لنا کتابا فی المسجد جاء من الشام فقال انہ لا یستطیع ان

یدخل المسجد قال عمر اجنب ہو قال لا بل ہو نصرانی فانتہرنی وضرب فخذی ثم اخرجہ ثم قرء لا تتخذوا الیہود

والنصاری اولیاء یعنی بتحقیق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا اباموسی اشعری بصرہ کے حاکم کو کہ پیش

کریں سامنے میرے اونکے وہ جو لیا ہے اور دیا ہے ایک چمڑے میں کہ بطور کاغذ کے اوس وقت مروج تھا اور تھا

ابوموسی اشعری کا ایک منشی نصرانی سو پیش کیا اوس منشی نصرانی نے سامنے حضرت عمر کے اوسکو لکھکر تو

خوش ہوئے حضرت عمر اور کہا تحقیق یہ البتہ سیانا ہے کیا یہ پڑھیگا ہمارا ایک خط مسجد میں کہ آیا ہے شام

سے تو کہا ابوموسی اشعری نے کہ یہ نہیں استطاعت رکھتا ہے اسکی کہ داخل ہو مسجد میں فرمایا حضرت عمر نے

کیون کیا یہ محتاج غسل ہے کہا ابوموسی اشعری نے نہیں بلکہ یہ نصرانی ہے کہا ابوموسی اشعری نے

تو للکارا مجکو حضرت عمر نے مجکو اور مارا میری ران کو واسطے تنبیہ کے اور آگاہ کرنے کے پھر نکال دیا اوس

منشی نصرانی کو پھر پڑھی یہ آیت کہ ترجمہ اوسکا یہ ہے کہ نہ بناؤ تم یہود اور نصاری کو دوست بعض اونکے

بعض کے دوست ہیں اور جو شخص کہ دوستی رکھے اونکے ساتھ وہ اونہیں میں سے ہے اور شیخ الاسلام

احمد بن عبد الحلیم نے اپنے کتاب منع مشابہت کفار میں لکھا ہے الموالاۃ والمودۃ وان کانت متعلقۃ بالقلب

لکن المخالفۃ فی الظاہر اعون علی مقاطعۃ الکافرین ومباینتہم ومشارکتہم فی الظاہر ان لم تکن ذریعۃ او سببا قریبا

او بعیدا الی نوع ما من الموالاۃ والموادۃ فلیس فیہا مصلحۃ المقاطعۃ والمباینۃ مع انہا تدعو الی نوع ما من المواصلۃ کما توجبہ

الطبیعۃ وتدل علیہ العادۃ ولہذا کان السلف یستدلون بہذہ الایات علی الاستعانۃ بہم فی الولایات روی الامام

احمد باسناد صحیح عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہ قال قلت لعمر رضی اللہ عنہ ان لی کاتبا نصرانیا قال مالک

قاتلک اللہ اما سمعت اللہ یقول یا ایہا الذین امنوا لا تتخذوا الیہود والنصاری اولیاء بعضہم اولیاء بعض الا اتخذت

حنیفا قال قلت یا امیر المؤمنین لی کتابتہ ولہ دینہ قال لا اکرمہم اذ اہانہم اللہ ولا اعزہم اذ اذلہم ولا ادنیہم اذا

اقصاہم اللہ یعنی موالاۃ اور مودت اگرچہ ہے متعلق ساتھ دل کے لیکن مخالفت ظاہر میں مددگار تر ہے

قطع کرنے پر کافروں سے اور الگ رہنے پر اونسے اور مشارکت اونکی ظاہر میں اگرچہ نہیں ہے

ذریعہ یا سبب قریب یا بعید طرف کسی قسم کے موالات اور موادت کے لیکن نہیں ہے اونکی مشارکت

میں مصلحت مقاطعت اور مباینت کی اونسے باوجودیکہ مشارکت ساتھ اونکے داعی ہے طرف ایک قسم

سے ملاپ رکھنے کے جیسا کہ موجب ہے اوسکو طبیعت اور دلالت کرتی ہے اوسپر عادت اور واسطے اسیکے
ہے توسلف دلیل لاتے ساتھ ان آیات کے کہ جنمین منع وارد ہے موالات کفار سے ترک استعانت پر
ساتھ کافرون کے حکومت اور ریاست کے کامون مین روایت کیا ہے امام احمد نے باسناد صحیح ابوموسی
اشعری سے کہا ابوموسی نے کہ کہا مین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ میرا ایک کاتب یعنی منشی نصرانی
ہے فرمایا حضرت عمر نے ابوموسی اشعری سے کیا ہے تجکو کارزار کرے تجسے اللہ تعالی یعنی تعجب ہے تجسے
کیا نہین سنا تو نے اللہ کو کہ فرمایا ہے اے ایمان والو نہ بناؤ تم یہود اور نصاری کو دوست بعض اونکے
دوست ہین بعض کے کیون نہ لیا تو نے کاتب موحد یعنی مسلمان کہا ابوموسی نے کہ کہا مین نے اے
امیر المؤمنین میرے لیے لکہنا اوسکا ہے اور واسطے اوسکے ہے دین اوسکا یعنی مجھے اوسکی کتابت سے
کام ہے اوسکے دین سے کیا کام ہے فرمایا حضرت عمر نے ابوموسی سے نہ اکرام کر یہود اور نصاری کا جبکہ
اہانت کی ہے اونکی اللہ نے اور نہ عزیز سمجھ اونکو جبکہ ذلت دی ہے اونکو اللہ نے اور نہ مقرب بنا اونکو
جبکہ دور ڈالا ہے اونکو اللہ نے اب بیان سے ظاہر ہے کہ جناب سید احمد خان صاحب نے
جو صفحہ ۱۸۱ اور صفحہ ۲۰۲ مین لکہا ہے کہ تفسیر نیشاپوری مین ابوموسی سے روایت ہے

قال قلت لعمر بن الخطاب ان لی کاتبا نصرانیا فقال مالک قاتلک اللہ الا اتخذت حنیفا اما سمعت ہذہ الآیة
لا تتخذوا الیہود والنصاری اولیاء قلت لہ دینہ ولی کتابتہ فقال لا اکرمہم اذ اہانہم اللہ ولا اعزہم اذ اذلہم اللہ ولا ادنیہم
اذ ابعدہم اللہ اس حدیث کا کہین حدیث کی کتابون مین پتا نہین ہے اس قسم کی حدیثین لا نقیاء مین
داخل ہین لیکن نہایت درجہ کی جرأت اور بیباکی ہے کہ اپنی لاعلمی سے اس حدیث کو کہ مسند امام احمد بن
باسناد صحیح موجود ہے اور روایت ابن ابی حاتم و بیہقی اوسکی شاہد اور علاوہ اوسکے تفسیر نیشاپوری
اور کشاف اور کبیر وغیرہ مین منقول ایسا بے نشان بتا دیا اور حکم کر دیا کہ اس حدیث کا کہین حدیث کی کتابون
مین پتا نہین ہے اور فرمایا اللہ صاحب نے سورہ آل عمران مین لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من
دون المؤمنین ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیء الا ان تتقوا منہم تقاة یعنی نہ بناوین مسلمان کافرون کو دوست مسلمانون
کو چھوڑ کر اور جو کوئی یہ کام کرے نہین ہے اللہ کا کوئی مگر یہ کہ بچاؤ کرو تم بچاؤ تفسیر کشاف مین مرقوم ہے
نہوا ان یوالوا الکافرین لقرابة بینہم او صداقة قبل الاسلام او غیر ذلک من الاسباب التی یتصادق بہا
ونحو ذلک فی القرآن ومن یتولہم منکم فانہ منہم لا تتخذوا الیہود والنصاری اولیاء لا تجد قوما یؤمنون باللہ الآیة

والمحبة فی الله والبغض فی الله باب عظیم واصل من اصول الدین یعنی منع کیے گئے مسلمان اس سے کہ دوستی
رکھیں کافرون سے بسبب قرابت کے کہ درمیان اونکے تھی یا دوستی کے کہ اسلام سے پہلے تھی یا سبب
اور اسباب کے کہ سبب دوستی اور معاشرت کی ہوتی ہین اور مکرر لائی گئی ہے یہ نہی قرآن مین آیات ومن یتولهم منکم فانه
منهم ولا تتخذوا الیهود والنصاری اولیاء لا تجد قوما یومنون بالله الآیه مین اور محبت بسبب الله کے اور بغض بسبب
الله کے بڑا باب ہے اور اصل ہے اصول دین سے اور فرمایا الله صاحب نے بیچ سورہ آل عمران مین
یا ایها الذین امنوا لا تتخذوا بطانة من دونکم لا یالونکم خبالا یعنی اے ایمان والو نہ پکڑو بھیدی یار اپنے غیر کو کمی نہین
کرتے ہین وہ تمہاری خرابی مین معالم التنزیل مین ہر قوم سے قال ابن عباس کان رجال من المسلمین یواصلون
الیهود لما بینهم من القرابة والصداقة والحلف والرضاع فانزل الله تعالی هذه الآیة فنهاهم عن مباطنتهم خوف الفتنة علیهم و
قال مجاهد نزلت فی قوم مومنین کانوا یصادقون المنافقین فنهاهم الله عن ذلک وقال یا ایها الذین امنوا لا تتخذوا
بطانة من دونکم ای اولیاء واصفیاء من غیر اهل ملتکم فرمایا ابن عباس نے کہ تھے مرد مسلمان کہ ملاپ رکھتے تھے یہود
سے بسبب اسکے کہ تھی آپس مین اونکی قرابت اور دوستی اور ہم سوگندی اور ناتا دودھ کا تو اوتارے الله تعالی نے
یہ آیت پس منع فرمایا الله تعالی نے مسلمانونکو اونکے بھیدی یار بنانے سے بسبب ڈر فتنہ کے اون پر اور
مجاہد نے کہا اوتری ہی یہ آیت درباب ایک قوم مسلمان کے کہ تھے دوستی رکھتے منافقون سے سو منع فرمایا
اونکو الله صاحب نے اس سے اور فرمایا اے ایمان والو نہ بناؤ تم بھیدی یار اپنے غیر کو یعنی نہ بناؤ دوست اور
خالص یار اپنی غیر دین والیکو اور فرمایا الله صاحب نے سورہ نسا مین یا ایها الذین امنوا لا تتخذوا الکافرین اولیاء
من دون المومنین یعنی اے ایمان والو نہ بناؤ کافرونکو دوست مسلمانونکو چھوڑکر تفسیر کبیر مین مسطور ہے
والسبب فیه ان الانصار بالمدینة کان لهم فی بنی قریظة رضاع وحلف ومودة فقالوا لرسول الله صلی الله علیه وسلم
من نتولی فقال المهاجرین فنزلت هذه الآیه والوجه الثانی ما قاله القفال وهو ان هذا نهی للمومنین عن موالاة المنافقین
یقول قد بینت لکم اخلاق هولاء المنافقین ومذاهبهم فلا تتخذوهم اولیاء اور سبب اسمین یہ ہے کہ انصار مدینہ مین تھے
اونکے بنی قریظہ یہود مدینہ مین قرابت داری دودھ کی اور ہم سوگندی اور دوستی سو کہا انصار نے رسول خدا صلی الله
علیہ وسلم سے کسکو دوست بناوین ہم سو فرمایا آپ نے کہ دوست بناو مہاجرین کو تو اوتری یہ آیت اور وجہ
دوسری اسکے سبب نزول مین وہ ہے جو کہی ہے قفال نے اور وہ یہ ہے کہ یہ منع کرتا ہے مسلمانونکو
موالاة اور دوستی منافقون سے کہ فرماتے ہین الله صاحب کہ ثابت ہو چکے تمکو اخلاق ان منافقون کے اور

نے جو صفحہ ۶۵ اور صفحہ ۶۶ مین لکہا ہے اور دوسرے روایت اس آیت کی شان نزول مین لکہی
ہے کہ یہ آیت منافقون سے موالات کرنے کے امتناع مین آئی ہے یعنی بعض مسلمان منافقونکو بہی اچہا
مسلمان سمجہتے تہے مسلمانون کے سے محبت اونکے ساتہہ رکہتے تہے اوسپر یہ آیت نازل ہوئی کہ منافق
سچے مسلمان نہین ہین اونکے ساتہہ سچے مسلمانون کی سی محبت نکرو انتہی سو بموجب دوسری روایت کی
یہ مطلب نہین ہے کہ سچے مسلمان مسلمانونکی سی اونکے ساتہہ محبت رکہتے تہے سو حکم ہوا کہ منافق
تو سچے مسلمان نہین ہین اونکے ساتہہ سچے مسلمانون کی سے محبت نکرو بلکہ مطلب یہ ہے کہ مسلمان منافقون کو
مسلمان سمجہکر اونسے دوستی رکہتے تہے تو حکم ہوا مسلمانون کو کہ جب منافقون کا حال معلوم ہوگیا کہ
مسلمان نہین ہین تو اونکے ساتہہ دوستی مت رکہو کہ دوستی رکہنا مسلمانون سے چاہیئے نہ کافرون
سے اور بدلیل اس آیت کے تفسیر معالم التنزیل مین مرقوم ہے نہی اللہ المومنین عن موالاۃ الکافرین
یعنی منع فرمایا ہے اللہ نے مسلمانونکو کافرون کی موالاۃ سے اور تفسیر مظہری مین مسطور
ہے فان موالاتہم اہلکت المنافقین وصیرہم الی النفاق فاحذروہم یعنی کافرونکو اسلیئے دوست مت پکڑو کہ
اونکی دوستی نے ہلاکت مین ڈالدیا ہے منافقون کو اور پہیر دیا ہے اونکو طرف نفاق کے تو بچو تم اونکے
دوست پکڑنے سے اور انوار التنزیل مین مذکور ہے فانہ صنیع المنافقین ودیدنہم فلا تتشبہوا بہم یعنی دوست
نبناؤ کافرون کو اسلیئے کہ یہ طریقہ منافقونکا اور عادت اونکی ہے تو مشابہت نکرو تم ساتہہ منافقون کے اور
تفسیر کشاف مین ہے لا تتشبہوا بالمنافقین فی اتخاذہم الیہود وغیرہم من اعداء الاسلام اولیاء یعنی اے ایمان
والو نہ مشابہت کرو ساتہہ منافقون کے بیچ اونکے دوست بنانے مین یہود وغیرہم اعداء اسلام کو اور جناب
سید احمد خان صاحب نے حاصل مطلب اس عبارت کشاف کا جو صفحہ ۷۴ مین لکہا ہے
کہ منافقین ظاہر مین مسلمانون سے ملے ہوے تہے اور باطن مین دلی محبت من حیث الدین کافرون
سے رکہتے تہے پس اسطرح کی محبت کافرون کے ساتہہ رکہنے مین ممانعت فرمائی انتہی سو
یہ حاصل اس عبارت کشاف کا نہین ہے بلکہ حاصل اسکا یہ ہے کہ کافرون سے محبت رکہنے مین مشابہت
ہے ساتہہ منافقون کے اسلیئے کہ یہ طریقہ اونکا ہے تو تم کافرون کی محبت رکہکر مشابہت منافقون کی نکرو
اور جناب سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ ۷ اور صفحہ ۸ مین عبارت غلط بناکر لکہا ہے
وقد کان تلک الاحکام فی ابتداء الاسلام الخ یعنی تہے یہ احکام یعنی منع موالاۃ کفار وغیرہ ابتدائی اسلام مین ابتہ

احکام شنیع ہیں اور موالات کفار اب درست ہے سو یہ ابطال عموم آیات بدون دلیل کے ہوائی نفس سے ہے
اور اہل اسلام اسکو الحاد اور زندقہ کہتے ہیں اور فرمایا اللہ صاحب نے سورۂ مائدہ میں یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا
الیہود والنصاریٰ اولیاء بعضہم اولیاء بعض ومن یتولہم منکم فانہ منہم یعنی اے ایمان والو نہ بناؤ یہود و نصاریٰ کو دوست وہ
آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں بعض بعض کے اور جو دوست بناوے انکو تم میں سے تو وہ انہیں میں سے ہے جلالین ہے
تفسیر کشاف کے وہذا تغلیظ من اللہ وتشدید فی وجوب مجانبۃ المخالف فی الدین واعتزالہ کما قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لا تتراءیٰ ناراہما ومنہ قول عمر رضی اللہ عنہ لابی موسیٰ فی کاتبہ النصرانی لا تکرموہم اذ اہانہم اللہ ولا تأمنوہم
اذ خونہم اللہ ولا تدنوہم اذ اقصاہم اللہ یعنی ومن یتولہم منکم فانہ منہم درشتی کرنا ہے اللہ کی طرف سے اور سختی کرنا
واجب ہونے کنارہ کشی میں دین کے مخالف سے اور یکسو ہو جانے میں اس سے جیسی کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ دیکھی جائیں آگ مسلمان اور کافر کی یعنی بہت دور رہیں اور اسی قسم سے ہے قول
حضرت عمر کا ابو موسیٰ اشعری سے انکے کاتب نصرانی کے حق میں کہ نہ اکرام کرو تم کافروں کا جبکہ اہانت
کی ہے انکی اللہ نے اور نہ امین پکڑو تم انکو جبکہ خائن ٹھیرایا ہے انکو اللہ نے اور نہ پاس بٹھاؤ تم انکو
جبکہ دور کیا ہے انکو اللہ نے اور تفسیر الکشاف میں مرقوم ہے فی الفائق ان قوما من اہل مکۃ اسلموا
وکانوا مقیمین بہا قبل الفتح فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا بریٔ من کل مسلم مع مشرک قیل لم یا رسول اللہ
قال لا تراءی ناراہما ای یجب ان یتباعد بحیث اذا اوقدت ناران لم تلح احدہما للاخری یعنی فائق میں لکھا
ہے کہ ایک قوم اہل مکہ میں سے مسلمان ہوئے اور تھے وہ اقامت رکھنے والے مکہ میں قبل فتح
مکہ کے سو فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں بیزار ہوں اور الگ ہوں ہر مسلمان سے جو رہتا ہے
ساتھ مشرک کے سو کہا گیا کیوں یا رسول اللہ فرمایا آپ نے نہ دکھی جاویں آگیں مسلمان اور مشرک کی یعنی
واجب ہے کہ باہم مسلمان اور مشرک دور رہیں اس طرح کہ جب سلگائی جائیں آگیں دونوں کی تو نہ ظاہر ہو ایک
آگ دوسری آگ کو اور تفسیر کبیر میں مذکور ہے قال ابن عباس یرید کانہ مثلہم وہذا تغلیظ من اللہ وتشدید
فی وجوب مجانبۃ المخالف فی الدین ونظیرہ قولہ ومن لم یطعمہ فانہ منی ثم قال ان اللہ لا یہدی القوم الظالمین
وروی عن ابی موسیٰ الاشعری انہ قال قلت لعمر بن الخطاب ان لی کاتبا نصرانیا فقال ما لک قاتلک اللہ الا اتخذت
حنیفا اما سمعت قول اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا الیہود والنصاریٰ اولیاء قلت لہ دینہ ولی کتابتہ فقال
لا اکرمہم اذ اہانہم اللہ ولا اعزہم اذ اذلہم اللہ ولا ادنیہم اذ ابعدہم اللہ قلت لا یتم امر البصرۃ الا بہ فقال مات النصرانی

السلام یعنی ہے انسے قد بات فما تقشعر لبدہ فما تعماہ بعد موتہ فاعلمہ الان واشعر عنہ لعبرہ یعنی کہا ابن عباس نے کہ
مراد منہم سے کافر ہو جانا مانند اونکے ہے اور یہ دوستی کرنا اللہ کی طرف سے اور منع کرنا واجب ہونے
ساز و کشتی ہے مخالف سے دین مین اور نظیر اسکا قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور جو بنا طاعت کہہ
کافر کی تو وہ مجھسے ہے پھر فرمایا اللہ صاحب نے کہ بیشک اللہ راہ نہین دیتا ہے قوم ظالم کو اور روایت کیا گیا
ہے ابوموسی اشعری سے کہ اونہون نے روایت کیا ہے کہ کہا مین نے عمر بن الخطاب سے کہ میرے
پاس ایک کاتب نصرانی ہے سو فرمایا حضرت عمر نے کیا ہی تجکو لڑی تحنبہ اللہ یعنی تعجب ہے تجھسے
کیون نہین لیا تونے کاتب موحد کو کیا نہین سنا تونے فرمانے اللہ تعالے کو کہ جسکا ترجمہ یہ ہے اے
ایمان والو نہ پکڑو تم یہود اور نصاری کو دوست کہا ابوموسی نے کہ کہا مین نے حضرت عمر سے کہ اوسکے
لیے اوسکا دین ہے اور میرے لیے اوسکی کتابت ہے تو کہا حضرت عمر نے کہ نہ اکرام کر تو کافرونکا
جبکہ اہانت کی ہے اونکی اللہ نے اور نہ اعزاز کر تو اونکا جبکہ ذلیل کیا ہے اونکو اللہ نے اور نہ
پاس بٹھا اونکو جبکہ دور کیا ہے اونکو اللہ نے کہا ابوموسی نے نہین تمام ہوگا کام
بصرہ کا مگر ساتھ اوسکے تو کہا حضرت عمر نے کہ مرگیا نصرانی اور سلام ہے یعنی تسلیم کیا ہے کہ
وہ نصرانی مرگیا پھر کیا کروگے تم اسکے بعد سو جو کچھ کروگے تم اسکے بعد مرنے کے سو کرو تم
اوسکو ابھی اور بے پروا ہو جاؤ اوس سے ساتھ کام لینے کے اوسکے غیر سے اور فرمایا اللہ صاحب
نے سورہ توبہ مین یا ایہا الذین امنوا لا تتخذوا اباءکم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن
من یتولہم منکم فاولئک ہم الظالمون یعنی اے ایمان والو نہ پکڑو تم اپنے باپونکو اور بھائیونکو دوست اگر دوست
رکھیں وہ کفر کو ایمان پر اور جو دوست پکڑیگا اونکو تم مین سے سو وہی لوگ ظالم ہین
تفسیر کبیر مین مرقوم ہے اعلم ان المقصود من ذکر ہذہ الایۃ ان یکون جوابا عن شبہۃ اخری ذکرہا
ان البراءۃ من الکفار غیر ممکنۃ وذلک شبہتہم انہم قالوا ان الرجل المسلم قد یکون ابوہ کافرا والرجل الکافر
قد یکون ابنہ واخوہ مسلما وحصول المقاطعۃ التامۃ بین الرجل وابیہ وابنہ واخیہ کالمتعذر الممتنع واذا کان الامر
کذلک کانت تلک البراءۃ التی امر اللہ تعالی بہا کالمتعذر الممتنع فذکر اللہ تعالی ہذہ الایۃ لتزول ہذہ
الشبہۃ ونقل الواحدی عن ابن عباس انہ تعالی لما امر المؤمنین بالہجرۃ قبل فتح مکۃ فمن لم یہاجر لم یقبل
اللہ ایمانہ حتی یجانب الاباء والاقرباء ان کانوا کفارا اقول ہذا مشکل لان الصحیح ان ہذہ السورۃ انما نزلت

بعد فتح مکہ فکیف یمکن حمل ہذہ الآیۃ علی ما ذکرہ والاقرب عندی ان تکون محمولۃ علی ما ذکرتہ وہو انہ تعالی لما امر
بالبراءۃ عن المشرکین وبالغ فی ایجابہ قالوا کیف تکون ہذہ المقاطعۃ للمحبۃ ثم قال ان استحبوا الکفر لیقال استحب
بکذا یعنی احبہ کانہ طلب محبتہ ثم انہ بعد ان نہی عن مخالطتہم وکان لفظ النہی یحتمل ان یکون نہی تنزیہ او یکون
نہی تحریم ذکر ما یزیل الشبہ فقال ومن یتولہم منکم فاولئک ہم الظالمون قال ابن عباس یرید مشرک مثلہم لانہ
رضی بشرکہم والرضا بالکفر کفر کما ان الرضا بالفسق فسق یعنی جاننا تو کہ مقصود اس آیت کے ذکر کرنے
سے یہ ہے کہ ہو جائے جواب ایک اور شبہ کا کہ ذکر کیا تھا معترضین نے اسکو یعنی کہ برارت کا دین
سے صحیح ممکن ہے اور وہ شبہ یہ تھا کہ کہا اونہون نے کہ مرد مسلمان کبھی ہوتا ہے باپ اوسکا کافر اور
مرد کافر کبھی ہوتا ہے بیٹا اوسکا او بھائی اوسکا مسلمان اور جاننا کہ مقاطعۃ تامہ اور پوری علاحدہ ہونے
کا مانند متعذر یا ممتنع کے ہے اور جب کہ ہے حال ایسا تو ہوگی یہ برارت کہ جسکا حکم فرمایا ہے اللہ
نے مانند متعذر و ممتنع کے پس ذکر فرمایا اللہ تعالے نے اس آیت کو تاکہ دور ہو جاوے یہ شبہ
اور نقل کیا ہے واحدی نے ابن عباس سے اسکی شان نزول مین کہ اللہ تعالے نے جب کہ حکم کیا
مسلمانونکو ساتھ ہجرت کے پہلے فتح مکہ کے سو جسنے کہ نہ ہجرت کی نہ قبول کیا اللہ نے اوسکے
ایمان کو یہان تک کہ کنارہ کش ہو جائے وہ اباء اور اقربا سے اگر مون کا فراور کہتا ہون مین کہ
یہ مشکل ہے اسلیے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ سورۃ سوا اسکے نہین کہ اوتری ہے بعد فتح مکہ کے سو
کیونکر ممکن ہوگا حمل اس آیت کا اوسپر جو ذکر کیا ہے واحدی نے ابن عباس سے اور قریب تر طرف
صواب کے نزدیک میرے یہ ہے کہ ہو یہ آیت محمول اوسپر جو ذکر کیا ہے مین نے اور وہ یہ ہے
کہ جب کہ حکم کیا اللہ نے مسلمانون کو ساتھ برارت کے مشرکون سے اور مبالغہ فرمایا اللہ تعالے نے
اسکے واجب کرنے مین کہا مسلمانون نے کیونکر ہوگا یہ قطع کرنا محبت کا پہر فرمایا اللہ صاحب نے
ان استحبوا الکفر کہا جاتا ہے استحب لکذا جبکہ دوست رکہے کسی چیز کو گویا کہ دوست رکہنے والا
طلب کرتا ہے اوسکی محبت کو پہر تحقیق اللہ تعالے نے بعد اسکے کہ نہی فرمائی مخالطۃ سے باپون
اور بہائیون سے اگر کافر ہون اور تہا لفظ نہی کا محتمل اسکا کہ ہو نہی تنزیہی اور اسکا کہ ہو نہی تحریمی ذکر
فرمایا اوسکو جو دور کردے اس شبہ کو تو فرمایا ومن یتولہم منکم فاولئک ہم الظالمون اور جو دوست
رکہے اونکو تم مین سے تو وہ ظالم ہے بسبب رکہنے موالاۃ اور دوستی کے اوسکے غیر محل مین کہا

ابن عباس نے ارادہ فرماتا ہے اللہ تعالے مشرک کو مانند اونکے یعنی یہ بہی مشرک ہو جاتا ہے مانند مشرکونکے
اسلیئے کہ راضی ہوا اونکے شرک سے اور راضی ہونا ساتھہ کفر کے کفر ہے جیسا کہ راضی ہونا ساتھہ فسق کے
فسق ہے اور فرمایا اللہ صاحب نے سورہ مجادلہ مین لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الآخر یوادون
من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اباءہم او ابناءہم او اخوانہم او عشیرتہم اولئک کتب فی قلوبہم الایمان وایدہم بروح منہ ویدخلہم
جنات تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ہم المفلحون
نہ پائیگا تو کوئی لوگ کہ ایمان رکہتے ہوں ساتھہ اللہ کے اور ساتھہ پچھلے دن کے کہ دوستی کرین ایسون سے
جو مخالف ہوے اللہ کے اور اوسکے رسول کے اگرچہ ہوں وہ باپ اونکے یا بیٹے اونکے یا بہائی اونکے یا کنبے
والے اونکے یہی لوگ ہین کہ لکہدیا ہے اللہ نے اونکے دلون مین ایمان اور مدد کیا ہے انکی اپنے
غیب کے فیض سے اور داخل کریگا انکو جنتون مین کہ بہتے ہونگی اونکے نیچے نہرین سدا رہنے والے
ہونگے اونمین راضی ہوا ہے اللہ اونسے اور راضی ہین یہ اللہ سے یہ جتہا ہین اللہ کا آگاہ ہو کہ جتہا اللہ کا وہی
مراد کو پہونچنے والے ہین تفسیر مدارک مین مرقوم ہے ای من المستنع ان تجد قوما مومنین یوادون المشرکین
والمراد انہ لا ینبغی ان یکون ذلک وحقہ ان یمتنع ولا یوجد بحال مبالغۃ فی الزجر عنہ ومجانبۃ اعداء اللہ ومباعدتہم والاحتراز
عن مخالطتہم ومعاشرتہم یعنی ممتنع ہے کہ پاوے تو ایسے لوگ مسلمان کہ دوستی کرتے ہون مشرکون سے
اور مراد یہ ہے کہ نہین لائق ہے کہ ہو مسلمانون مین دوستی کرنا مشرکون سے اور حق اسکا یہ ہے کہ ممتنع ہو اور
نہ پایا جاے کسی حال مین واسطے مبالغہ کے منع کرنے مین دوستی سے اور کنارہ کشی مین خدا کے دشمنون
سے اور دوری اختیار کرنے مین اونسے اور بچنے مین اونکے مخالطت اور اونکے معاشرت سے اور
ذیل اسی آیت کے بہی تفسیر مدارک مین سہل تستری سے منقول ہے کہ کہا سہل نے من صحح ایمانہ
واخلص توحیدہ فانہ لا یانس بمبتدع ولا یجالسہ ویظہر لہ من نفسہ العداوۃ یعنی جسنے صحیح کیا ہے اپنے ایمان
کو اور خالص کیا ہے اپنی توحید کو وہ نہین انس کرتا ہے ساتھہ مبتدع کے اور نہین بیٹہتا ہے اوسکے پاس
اور ظاہر کرتا ہے اوس سے اپنی جانب سے عداوت اور تفسیر کشاف مین مسطور ہے والغرض منہ
انہ لا ینبغی ان یکون ذلک وحقہ ان یمتنع ولا یوجد بحال مبالغۃ فی النہی عنہ والزجر عن ملابستہ والتوصیۃ بالتصلب
فی مجانبۃ اعداء اللہ ومباعدتہم والاحتراس عن مخالطتہم ومعاشرتہم اور غرض اس سے یہ ہے کہ نہین لائق ہے
یہ کہ ہو یہ اور حق اسکا یہ ہے کہ ممتنع ہو اور نہ پایا جاے ساتھہ کسی حال کے واسطے مبالغہ کے منع کرنے مین دوستی

تھا نہیں ہے اور جو ترکے میں ہو اسکے لوگوں سے اور وصیت کرنے میں ساتھ اُسکے ہے ... دوستی
دوستی ہے کہ خدا کے دشمنوں سے اور دنیا ساتھ اُنکی میں اُنکی مخالطت اور معاشرت سے منع ہے اور تفسیر کبیر
میں مرقوم ہے المعنی انہ لا یجتمع الایمان مع وداد اعداء الله وذلک لان من احب احدا امتنع ان یحب مع ذلک عدوه وہذا
علی وجہین احدہما انہما لا یجتمعان فی القلب فاذا حصل فی القلب وداد اعداء الله لم یحصل فیہ الایمان ویکون صاحبہ منافقا
والثانی انہما یجتمعان لکنہ معصیة وکبیرة وعلی ہذا الوجہ لا یکون کافرا بسبب ہذا الوداد بل کان عاصیا فی الله یعنی
یہ ہیں کہ نہیں جمع ہوتا ہے ایمان ساتھ دوستی دشمنان خدا کے اور یہ اسلیے کہ جو دوست رکھتا ہے کسی کو تو ممتنع
ہے یہ کہ دوست رکھے ساتھ اُسکے اپنے دشمن کو اور یہ دو وجہوں پر ہے ایک اون دو وجہوں میں سے یہ ہے
کہ دوستی خدا کے دشمنوں کی اور ایمان نہیں جمع ہوتے ہیں دل میں سو جب حاصل ہو دوستی خدا کے
دشمنوں کی تو نہ حاصل ہوگا ولیکن ایمان اور صاحب اوسکا یعنی دوستی رکھنے والا خدا کے دشمنوں سے منافق ہوگا
اور دوسری وجہ اون دو وجہوں میں سے یہ ہے کہ دوستی خدا کے دشمنوں کی اور ایمان دونوں جمع ہوتے ہیں
لیکن دوستی دشمنان خدا کی گناہ کبیرہ ہے اور بڑا گناہ ہے دوستی رکھنے والے پر اگر دوستی رکھنے والا اس
صورت میں نہیں ہوتا ہے کافر بسبب ایسی دوستی کے بلکہ ہوتا ہے عاصی اور نافرمان اللہ کا اور جناب
سید احمد خان صاحب نے بعد ذکر نصوص منع موالات کے جو صفحہ [illegible] میں لکھا ہے کہ ان
سب آیات کے نسبت اور جو اُنکی مثل ہیں ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ ان آیات نے موالات عموماً ممنوع
شرعی نہیں ہے بلکہ صرف وہی موالات جو من حیث الدین ہو حرام اور ممنوع شرعی بلکہ کفر ہے اور موالات من
حیث الدین یہ ہے کہ ہم کسی شخص کو اس وجہ سے کہ اوسکا مذہب اور دین جسکو اوسنے اختیار کیا ہے
پسند کیا ہے دوست رکھیں اور صرف دوستی اس قسم کے موالات منع ہے نہ اور کسی قسم کی الخ سو تقیید
اطلاق نصوص سے بے دلیل ہے دلیل صالح للتقیید کے اور دوسرے حقوق اہل حقوق اور روادار ہو [illegible] اور
معاملات بیع شرا اور لین دین کرنا اور اچھا خلق رکھنا اور صلہ رحم کرنا اور حقوق نفس سے درگذر کرنا اور
ایذا کا متحمل ہو جانا اور اور امور اس قسم کے کہ جنکا برتاو کرنا کافر اور مسلم دونوں سے اہل اسلام کے دین میں
درست اور محمود ہے داخل موالات نہیں ہے اور موالات میں داخل کرنا اوسکا مجاز ہے اسی لیے کافروں
کے ساتھ موالات کی اجازت اور رخصت کہیں قرآن اور حدیث میں وارد نہیں ہے موالاۃ اوسکے ساتھ مطلقاً
دنیا کی راہ سے ہو یا دین کی راہ سے ممنوع ہے قرآن میں جابجا مسلمانوں کو کافروں کے موالات سے منع کیا

بسبب اسکے کہ موالات کافرون سے ساتھ ممنوع تھا اور پھر کوئی حالت ہوتا تھی اسکے سبب مسلمان کافر
کا طریقہ اچھا سمجھکر اونکو دوست رکھتے تھے اور اونکے دین کو بہت اچھا سمجھتے تو مسلمان ہونا اونکا کیونکر
متصور تھا اور خود جناب سید احمد خان صاحب نے عبارت تفسیر کبیر کی جو صفحہ ۹ مین نقل کی ہے
دیکھی ہے اسکے خلاف ہے کہ اوسمین موالات کو سیاسی اس بات سے کہ کافر کا دین بہت اچھا سمجھکر اونکو دوست
رکھے ممنوع لکہا ہے چنانچہ اوس عبارت مین مرقوم ہے کہ والقسم الثالث وهو المتوسط بين القسمين الاولين هو ان الموالاة
بمعنى الركون اليهم والمعونة والمظاهرة والنصرة اما بسبب القرابة او بسبب المحبة مع اعتقاد ان دينه باطل فهذا لا يوجب
الكفر الا انه منهي عنه لان الموالاة بهذا المعنى قد تجر الى استحسان طريقته والرضى بدينه وذلك يخرجه عن الاسلام فلا جرم هدد
الله تعالى فيه فقال ومن يفعل ذلك فليس من الله في شيء یعنی اور تیسری قسم اور وہ متوسط ہے درمیان اون دونون
قسمون پہلے کے موالات کافرون کی ہے معنی میل ہے اونکی طرف اور مددگاری اور پشت پناہی اور یاری کرنی
ہے کے خواہ بسبب قرابت کے ہو یا بسبب محبت کے ساتھ اس اعتقاد کے کہ دین اسکا باطل ہے اور یہ موالات
نہیں ہے موجب کفر کی مگر منع کیا گیا ہے اس موالات سے بھی اس لیے کہ موالات ساتھ اس معنے کے کبھی
کھینچ جاتی ہے طرف اچھا جاننے کافر کے طریقہ کے اور راضی ہونے کے اسکے دین سے اور استحسان کافر کے
طریقہ کا اور راضی ہونا اوسکے دین سے نکالدیتا ہے مسلمان کو اسلام سے پس ناچار تہدید فرمائی اللہ تعالی
نے اسمین سو فرمایا کہ جو کریگا یہ تو نہین ہے وہ اللہ کا کوئی اور اس عبارت تفسیر کبیر مین قسم ثانی مین جو
معاشرت جمیلہ کا دنیا مین بحسب ظاہر کے کافر کے ساتھ غیر ممنوع ہونا لکہا ہے تو اوس سے مراد معاشرت اچھی
ساتھ بیع و شرا اور اور قسم کے لین دین کرنے اور ادا سے حقوق اور وفاء عہود اور صلہ رحم اور حسن خلقی کی نیت دوستی
اور اخلاص رکھنا اور برتاؤ اوسکے کرنا دیکھو اوسی تفسیر کبیر مین مرقوم ہے المودة المحظورة ہے ارادة منافعهم
دنیا اور دینا مع کونه کافرا یعنی دوستی ممنوعہ چاہنا ہے کافر کے منافع کا دین مین یا دنیا مین باوجود اوسکے کافر ہونے
کے اور اسیکے موافق تفسیر خازن مین ہے فالموادة المحظورة هي مناصحتهم وارادة الخير لهم دنيا او دينا مع
كفرهم یعنی دوستی ممنوعہ ساتھ کافرون کے خیرخواہی اونکے اور چاہنا بھلائی کا ہے اونکے لیے دین مین یا دنیا
مین باوجود اونکے کافر رہنے کے اور فرمایا اللہ صاحب نے سورہ ممتحنہ مین یا ایها الذين آمنوا
لا تتخذوا عدوي وعدوكم اولياء تلقون اليهم بالمودة وقد كفروا بما جاءكم من الحق یعنی اے ایمان والو نہ بناؤ تم میرے
دشمنونکو اور اپنے دشمنونکو دوست کہ پہنچاتے ہو تم پیغام اونکے طرف ساتھ دوستی کے اوس حال مین کہ کافر ہوئے منکر ہوئے وہ

ساتھ اوس سایہ کے کہا یا ہے ہمارے پاس ساتھ حق اور صدق کے تفسیر کبیر مین ذیل اس آیت کے بسلسلہ
اون بلے مین مرقوم ہے قال رسول اللہ صلعم المرء علی دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخالل وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لابی ذر یا اباذر ای عری الایمان اوثق قال اللہ ورسولہ اعلم قال الموالاۃ فی اللہ والحب فی اللہ والبغض فی اللہ
یعنی فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہے سو چاہیے کہ نظر کرے ایک
تمہارا اوسکو کہ دوستی کرے اوس سے اور فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی ذر سے کہ ای اباذر کونسا عقد
عقود ایمان مین سے مضبوط تر ہے عرض کیا ابوذر نے کہ اللہ اور رسول دانا تر ہین فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم نے کہ استوار تر ۔ عقود ایمان کا موالات ہے بسبب اللہ کے اور حب ہے بسبب اللہ کے
اور بغض ہے بسبب اللہ کے ابوالطیب شارح جامع ترمذی نے شرح مین فلینظر احدکم من یخالل
کے لکہا ہے ای انہ صالح او غیر صالح فان کان صالحا یخالہ وان کان غیرہ یجتنب عنہ قال تعالی یا ایہا الذین
امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین یعنی دیکہے اوسکو کہ صالح ہے یا غیر صالح سو اگر ہو صالح تو دوستی کرے اوس
سے اور اگر ہو غیر صالح تو کنارہ کشی کرے اوس سے فرمایا اللہ تعالی نے ای ایمان والو ڈرو اللہ سے اور رہو
ساتھ سچے لوگونکے اور فرمایا اللہ صاحب نے بہی سورۂ ممتحنہ مین یا ایہا الذین امنوا لا تتولوا قوما غضب اللہ
علیہم یعنی ای ایمان والو نہ دوستی کرو اون لوگون سے کہ غصہ کیا ہے اللہ نے اون پر بیضاوی نے
اس آیت کی تفسیر مین لکہا ہے یعنی عامۃ الکفار او الیہود اذ روی انہا نزلت فی بعض فقراء المسلمین کانوا
یواصلون الیہود لیصیبوا من ثمارہم یعنی مراد اوس قوم سے کہ جن پر غصہ کیا ہے اللہ نے سارے کفار ہین
یا خاص یہود ہین اسواسطے کہ روایت کیا گیا ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے حق مین بعضے مسلمان فقیر دن
کے کہ ملتے تہے یہود سے اسلیئے کہ پاوین اونکے پہل اور ہوسکے ہیر موالات من حیث الدین کے
خاص یہ معنی قرار دینا کہ اوسکا مذہب اور دین جسکو اوسنے اختیار کیا ہے بہت اچہا سمجہکر اوسکو دوست
رکہین جیسا کہ جناب سید احمد خان صاحب نے صفحہ ۹۰ مین عرض کیا ہے بے محل بحث ہے
اسلیئے کہ کسی دین والے کے کسی خصلت کو اپنے دین والونکے خصلت پر ترجیح دینا اور اوسکو پسند کرنا
اور اپنے دین والونکے خصلت کو مکروہ رکہنا بہی موالات من حیث الدین ہی ہے پس جہوڑنی اور کانٹے
سے میز پر بیٹہکر کہانا کہ طریقہ نصاری کا ہے اور دسترخوان پر بیٹہکر ہاتہ سے کہانا طریقہ اہل اسلام کا
تو طریقہ نصاری کو پسند کرنا اور طریقہ اہل اسلام کو مکروہ جاننا بہی ایک قسم موالات من حیث الدین کا ہے

اور جیسے کہ بموجب ارشاد عالیجناب سید احمد خان صاحب کے موالات اور محبت من حیث الدین کے یہ معنی
ٹہیرے کہ اوسکا مذہب یا وہ دین جسکو اوسنے اختیار کیا ہے بہت اچھا سمجھکر دوست رکہنا ہو موافق اوسکے ایسا ہی
اور بغض من حیث الدین کے یہ معنی ہونگے کہ اوسکا مذہب اور وہ دین جسکو اوسنے اختیار کیا ہے بہت برا سمجھکر دشمن
رکہنا اور جیسے موالات من حیث الدین کافرونکے ساتہ ناجائز ہے ویسے ہی عداوت اور بغض من حیث الدین کفار
سے واجب ہے کہ دونون ایک مرتبہ مین ہین جیسا کہ اوپر معلوم ہوا اور اسی حدیث سے کہ افضل الاعمال الحب فی اللہ
والبغض فی اللہ کہ جو سنن ابی داود مین ہے یہی ظاہر ہے تو جو انکو دشمن جانتا ہو اور کہتا ہو دوست اون کو
کیونکر کہہ سکتا ہے اور جان سکتا ہے اور موالاۃ ساتہ غیر دین والون کے اور قاتل سے قصاص لینا اور چور کو سزا
دینا حدود و تعزیرات جاری کرنا باغی اور رہزن سے متعرض ہونا اور اس قسم کے لوگونکا تہانگی بنانا اور ان سے
دوستی اور مواخاۃ پیدا کرنا کسی مذہب اور ملت مین مقتضای رحمت اور شفقت نہین ہے ہان مظلومون کی
دادرسی کرنا بہوکونکو کہانا کہلانا ناحق کسی کے جان و مال سے تعرض نکرنا کسیکو ایذا نہ پہونچانا حقوق النفس سے
درگذر کرنا بدی کے عوض نیکی کرنا عہد کا وفا کرنا حق والونکے حقوق ادا کرنا دغا اور مکر نکرنا کسی کو عیب نہ دینا
شیرین کلامی سے بات کرنا ناتے دارون کے ساتہ احسان کرنا ماباپ کی خدمتگذاری مین رہنا مقتضای رحمت
اور شفقت محمدیہ ہے سو دین محمدی مین بہت بڑے اسکی تاکید ہے اور کافر اور مسلمان سب اسمین برابر ہین
اور حدود اور قصاص اور تعزیرات اور قتال اور منع موالات ساتہ کفار کے جو دین محمدی مین ہے بنا اسکی بہی
رحمت اور شفقت عامہ پر ہے جیسا کہ بجای خود انکے اسرار مین مذکور ہے اور مقتضا سے رحمت اور شفقت کے
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانون کو لڑائیون مین بہت تاکید اسکی فرمائی ہے کہ ناتوان بڈہون اور چہوٹے
بچون اور عورتون کو ہرگز ہرگز لڑائی مین نہ مارین چنانچہ ابوداود نے اپنے سنن مین انس رضی اللہ عنہ سے
روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لا تقتلوا شیخا فانیا ولا طفلا صغیرا ولا امرأۃ یعنی نہ مارو شیخ
فانی کو اور نہ چہوٹے لڑکے کو اور نہ عورت کو اسی واسطے تمام مسلمانون کو کہ جنہون نے کفار ہنود کے مشارکت
سے ایام غدر مین غدر کیا اور بدون وجود شروط قتال کے لڑے اور آپکو اور اور لوگون کو ہلاکت مین ڈالا
اور عجب ہے ناتوانون اور چہوٹے بچون اور عورتون کے مار ڈالنے سے کچہہ خوف خدا نکیا اور لوٹ مار کو سبب
اموال کو اپنا پیشہ ٹہیرایا اور شروط امان کا کہ وقت استیلای نصاری سے سب مسلمان پاسدار ہین کے اس حکم مین بیان
کچہہ لحاظ نکیا ہے مسلمان نہایت برا جانتے ہین بلکہ اوس وقت مین جس جس ہمارے مسلمان کا قابو پہونچا اونسے نصاری کو

اون تمامت اندیشوں سکے ظلم سے بچایا اور پناہ دی اور اپنے عہد کو اونکے ساتھ وفا کیا اور کسی طرح کی بدسلوکی
ساتھ دشمنین کی اور یہ پیدا مسلمان اون نام سکے مسلمانون کو کہ جنہوں نے مکہ کو چھپا یا اپنا اور ہم سے سپاہیو کو
قتال کی اشتعالک دی اور او سرگرم انصارے جسے سے ملے تب بھی مانند اونکے سپاہیو سکے شکستہ ہی دین
اسلام مین کرا اور دعا سیلن سے صاف صاف رہنا چاہیے اگر او سوقت مین انصاری سکے سہاتھ تو تا سے
عہد کرنے پر اور اونکے امن سے اپنے پر نام سکے مسلمانون سے اطمینانی کی تو کیا ایمان دار لوگون پر اسکے
بربنا ہنین ہے اسکے طلبہ کے ڈر سے آخرت کا وبال اپنے سر پر لینا کب مقتضائے ایمان ہے بالجملہ حسن
خلق ساتھ مسلمان اور کافر دونو سکے محمود ہے اور سراہن دین مین دنیا اور آخرت مین نا مسعود ہے حسن خلق
حقوق نفس سے درگزر کرنا اور عیب پوشی اور احسان بدست وزبان سے اور مداہنت عبارت ہے مسامحت سی
الغاسی حقوق دین مین باوجود اقتدار کے بسبب استحیات کے یا قلت مبالاۃ سکے دین میں پاس نکرنے کسی نا
سکے مثلا اہل کفر سکے کفر کو اور اہل معاصی سکے معصیت کو اور اہل بدعت سکے بدعت کو دیکھنا اور اونکو اوس
سے منع نکرنا یا درصورت عدم اقتدار منع سکے اوسنے کراہت نکرنا بلکہ بعوض اوسکے اونکی ہوا پاسداری
اور مخالفت بلاضرورت اختیار کرنا اور ہم نوالہ اور ہم پیالہ اونکا ہو جانا داخل مداہنت ہے شاہ عبدالعزیز دہلوی
تفسیر فتح العزیز مین بذیل آیہ کریمہ لو تدہن فیدہنون — لکھتے ہین بہرحال موافقت با منکران کو اظہار
باشد بر کلمہ تامہ کلیہ خلل می اندازد و در استحکام اجر غیر ممنون قدح میکند چنانچہ در حدیث شریف وارد است
لم ذا لعیت الفاجر فالقہ بوجہ خشن۔۔ در حقایق التنزیل مذکور است کہ سہل بن عبداللہ تستری میفرمودند
کہ من صحح ایمانہ واخلص توحیدہ فانہ لا یانس الی مبتدع ولا یجالسہ ولا یواکلہ ولا یشاربہ ویظہر من نفسہ العداوۃ و
من داہن مبتدعا سلبہ اللہ تعالے حلاوت الایمان ومن تحبب الی مبتدع نزع نور الایمان من قلبہ یعنی ہرکہ
تصحیح الایمان را باید کہ با مبتدعان انس نگیرد و ہم مجلس و ہم کاسہ و ہم نوالہ نشود و ہر کہ با مبتدعان دوستی پیدا کند
نور ایمان وحلاوت آن ازدی برگیرند است اور جناب سید احمد خان صاحب نے جلد ششم صفحہ ۹۲
مین عبارت عربی مین نسبت اولیاے امت سکے لکہا ہے کہ وہ موالات اور مودت ساتھ مشرکین کے اور
مابین الاصنام سکے رکہتے تھے سو محض افترا ہے اور آیت کریمہ فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم ولو کنت فظا غلیظ
القلب لانفضوا من حولک سے محمود ہونا حسن خلق اور لینت اور نرمی کا اور قبیح ہونا خشونت اور بدخلقی کا
معلوم ہوتا ہے نہ درست ہونا موالاۃ اور مودت کا کفار سے بلکہ اس آیت مین بیان آن حضرت کے نرمیت

علم خشونت کا نسبت مسلمانوں کی جو بہ نسبت کفار کی گرانی سے شرح صحیح البخاری میں لکھا ہے ان المسلمین
دیطلب فی الکفار لقوله واغلظ علیہم یہ حق میں مسلمانوں کے ہے او خطاب کیا گیا ہے جو ہیں کفار سے کے اور سختی کر
ادیہم تفسیر کشاف میں ذیل واغلظ علیہم کے مرقوم ہے وکل من وقفت منہ علی فساد فی العقیدۃ

فہذا الحکم ثابت فیہ تجاہدہ بالحجۃ وتستعمل معہ الغلظۃ ما امکن منہا عن ابن مسعود وان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فلیکفہر
فی وجہہ فان لم یستطع فبقلبہ یرید الکراہیۃ والبغضاء والتبرء منہ اور کل وہ شخص کہ واقف ہو تو اوس سے فساد عقیدہ
میں تو یہ حکم ثابت ہے اوسکے حق میں مقابلہ کرے تو اوس سے ساتھ حجت اور دلیل کے اور کام میں لاوے
تو اوسکے ساتھ درشتی کو جسقدر کہ ممکن ہو روایت ہے ابن مسعود سے اور اگر نہ طاقت رکھنے بات سے تو کروہ
رکھے بندہ اپنے ہاتھ سے اور اگر نہ طاقت رکھے ساتھ زبان کے تو ترشی ظاہر کرے اپنے چہرہ میں سو اگر
نہ استطاعت رکھے ترشی ظاہر کرنی کے چہرہ میں تو مکروہ رکھے ساتھ دل کے مراد کراہت اور بغض اور الگ

ہو جانا ہے اوس سے دیکھو معترض صحابہ کرام میں وارد ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار
رحماء بینہم یعنی محمد رسول اللہ کے ہیں اور وہ جو ساتھ ہیں اوسکے سخت ہیں کافروں پر مہربان ہیں آپسمیں اور ایک
آیت میں ارشاد ہے فسوف یاتی اللہ بقوم یحبہم ویحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین سو عنقریب ہے
کہ لاویگا اللہ ان لوگوں کو کہ دوست رکھیں گے مسلمانوں کو اور دوست رکھیں گے مسلمان اونکو نرم دل اور
مہربان ہونگے مسلمانوں پر سخت اور درشت ہونگے وہ کافروں پر اور ایک اور آیت میں ارشاد ہے مسلمانوں
کو ولا تہنوا فی ابتغاء القوم اور سست نہو جاؤ بلکہ سخت بنے رہو قوم کفار کے ڈھونڈنے میں اور جناب
سید احمد خان صاحب نے جو **صفحہ ۲** میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کو اون عورتوں سے جو
کافر ہیں اہل کتاب میں نکاح کرنا درست ہے باوجود اسکے کہ وہ اپنے مذہب پر ہیں اور ہم اپنے مذہب پر
اتنے سو نکاح میں ساتھ کتابیہ کے بہت اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک نکاح ساتھ کتابیہ کے مطلقاً حرام
ہو یا لونڈی ذمیہ ہو یا حربیہ ہرگز جائز نہیں ہے چنانچہ یہی مذہب ہے عبد اللہ بن عمر کا اور بعضوں کے نزدیک اگر حرہ
ہو تو درست ہے اور لونڈی ہو تو درست نہیں چنانچہ یہی مذہب ہے امام مالک و امام شافعی کا اور بعضوں کے نزدیک
ذمیہ ہو تو درست ہی اور حربیہ ہو تو درست نہیں چنانچہ یہی مذہب ہے ابن عباس کا اور بعضوں کے نزدیک مطلقاً جائز ہے
لیکن ساتھ کراہت کے چنانچہ یہی مذہب ہے امام ابو حنیفہ کا پھر جو لوگ کہ قائل ہیں جواز نکاح کے ساتھ کتابیہ کے
اونمیں اختلاف ہے بہت فقہا قائل اسکے ہیں کہ نکاح اوس کتابیہ سے حلال ہے جسکا دین موافق توریت

الامۃ الکتابیۃ یعنی مسئلہ تیسرا یہ ہے کہ قول اللہ تعالے کا من فتیاتکم المؤمنات دلالت کرتا ہے لقید نکاح لونڈی
پر ساتھ مومنہ ہونے اوسکے کہ نہین جائز ہے نکاح کرنا لونڈی کتابیہ سے برابر ہے کہ نکاح کرنیوالا حر ہو یا عبد
یہ قول مجاہد اور سعید بن المسیب اور حسن بصری اور شافعی اور مالک رحمہم اللہ کا ہے اور کہا ابو حنیفہ نے کہ جائز ہے
نکاح کرنا لونڈی کتابیہ سے اور تفسیر مظہری مین مسطور ہے لکنہ یکرہ نکاح الکتابیۃ مطلقا اجماعا لان فی
النکاح مصاحبۃ الکافرۃ وموالاتہا وتعریض الولد علی التخلق باخلاق الکفار لاجل مصاحبۃ الام وموالاتہا لیکن مکروہ ہے
نکاح کرنا کتابیہ سے مطلقا خواہ لونڈی ذمیہ ہو یا حربیہ اجماعا بسبب اسکے کہ نکاح مستلزم ہے ہمصحبتی کافرہ اور
اوسکے موالات کو اور پیش کرنے ولد کو خوگر ہونے پر ساتھ اخلاق کافرون کے بسبب مصاحبت اور موانست ماں کے
اور رد المحتار حاشیہ در مختار مین مرقوم ہے کہ ان اطلاقہم الکراہۃ فی الحربیۃ یفید انہا تحریمیۃ یعنی مطلق
چھوڑنا فقہا کا کراہت کو کتابیہ حربیہ مین مفید اسکا ہے کہ یہ کراہت تحریمیہ ہے اور دیکھو نے مفید العلوم
مین لکھا ہے قال مالک یکرہ نکاحہن یعنی کہا مالک نے کہ مکروہ ہے نکاح کتابیات کا اور جناب سید احمد خان
صاحب نے جو صفحہ ۶۳ مین لکھا ہے کہ خود خدا تعالے نے مسلمانون میں اور اہل کتاب مین باتخصیص نصاری کے
ساتھ تودد ہونا بتایا انتہی سو اول خدا تعالے نے آیت کریمہ لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین امنوا الیہود والذین
اشرکوا ولتجدن اقربہم مودۃ للذین امنوا الذین قالوا انا نصاری مین یہود اور مشرکونکو مسلمانون کی عداوت مین سخت
اور نصاری کو مسلمانون کی دوستی مین قریب تر بتایا ہے نہ مسلمانون کو اونکی دوستی رکہنے کے لیے فرمایا ہے
دوسرے اہل تفسیر کا اسپر اتفاق نہین ہے کہ اس آیت مین نصاری سے کل نصاری مراد ہین تفسیر معالم التنزیل
مین مذکور ہے لم یرد بہ جمیع النصاری لانہم فی عداوتہم المسلمین کالیہود فی قتلہم المسلمین واسرہم وتخریب بلادہم وہدم
مساجدہم واحراق مصاحفہم فلا کرامۃ لہم بل الآیۃ فیمن اسلم منہم مثل النجاشی واصحابہ یعنی نہین مراد لیے ہین اللہ تعالی
نے اس آیت مین نصاری سے ساری نصاری اسلیے کہ نصاری دشمنی رکہنے مین مسلمانونکے ساتھ مانند
یہود کے ہین مار ڈالنے مین مسلمانون کے اور اونکے اسیر کرنے اور اونکے شہرونکے خراب کرنے اور اونکے
مسجدون کے ڈہانے اور اونکے قرآنونکے جلانے مین پس نہین ہے بزرگی اونکے لیے بلکہ یہ آیت نازل
ہوئی ہے اونکے حق مین جو اسلام لائے تھے نصاری مین سے مانند نجاشی بادشاہ حبشہ اور اوسکے ساتھ
والونکے اور تفسیر کبیر مین مسطور ہے قال ابن عباس وسعید بن جبیر وعطاء والسدی المراد بہ النجاشی وقومہ
الذین قدموا من الحبشۃ علی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وامنوا بہ ولم یرد جمیع النصاری مع ظہور عداوتہم یعنی کہا ابن

ابن عباس اور سعید بن جبیر اور عطا اور سدی سے کہ مراد اس آیت مین نصاریٰ سے نجاشی اور اوسکے لوگ ہین جو آئے تھے حبشہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ایمان لائے تھے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اور نہین مراد وسکے ہوئے ہین سارے نصاریٰ باوجود ظاہر ہونے اونکے عداوت کے اور جناب سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ ۱۴۳ مین لکھا ہے کہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب نے ایک رسالہ مین جو تحفہ اثنا عشریہ کے لکھنے کے بعد مسئلہ تفضیل مین لکھا ہے اوسکے مقدمہ چہارم مین ارقام فرماتے ہین کہ تعظیم شرعی آنست که مبنی باشد بر محبت للہ و فی اللہ و ولایت و دوستی از دل و اینمعنی در غیر اہل فضل ہرگز در شرع وارد نشدہ انتہیٰ پس محبت و مودت غیر مشروع وہی ہے جو کہ غیر اہل دین سے من حیث الدین ہو انتہیٰ سو اول اس قول شاہ عبد العزیز قدس سرہ العزیز سے صرف اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ جو تعظیم مبنی محبت للہ و فی اللہ و ولایت و دوستی از دل پر ہو وہ تعظیم شرعی ہے ہین نہ عدم جواز اس تعظیم کا واسطے غیر اہل دین کے اور جائز ہونا اور قسم کی تعظیم کا واسطے غیر اہل دین کے دوسری مراد تعظیم شرعی سے اس قول مین تعظیم مشروع اور مامور بہ واسطے اہل فضل کے ہے نہ وہ کہ جسپر شرع مین اطلاق تعظیم کا آتا ہے تو اس قول سے صرف اسقدر معلوم ہوگا کہ جو تعظیم محبت للہ و فی اللہ اور ولایت و دوستی از دل پر مبنی ہو وہ اوس تعظیم سے نہین ہے کہ جسکا امر ہے واسطے اہل فضل کے لیکن جائز ہونا اسکا واسطے غیر اہل دین کی اور ناجائز ہونا اوسی تعظیم کا کہ جسکا امر واسطے اہل فضل کی ہے غیر اہل دین کی لیے اس قول سے نہین نکلتا ہے بالجملہ اگر قیاس محبت اور مودت کا تعظیم پر صحیح ہو جب بھی اس قول سے یہ نہین نکلتا ہے کہ محبت و مودت غیر مشروع وہی ہے جو کہ غیر اہل دین سے من حیث الدین ہو انتہیٰ اور جو کہ سید احمد خان صاحب اس مقام مین مولانا شاہ عبد العزیز کے قول سے سند لائے تھے لہذا ہم بھی عبارت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کی فتویٰ کی جو بادم اساس حصر موالات غیر مشروع موالات من حیث الدین مین ہے نقل کرتے ہین تاکہ اون پر حجت ہو وہ عبارت یہ ہے در باب موالات کفار آنچہ فقہا نوشتہ اند طولے و تفصیلے میخواہد در شرح عین العلوم و احیاء العلوم مطالعہ فرمودہ باشند حاصلش آنکہ موالاۃ بمعنی دوستی اگر من جہۃ الدین با نہا متحقق شود بالاجماع کفر ست و باعتبار دنیا اگر اختیاری این شخص ست پس حرام ست یعنی ان تعاطی اسبابہا حرام والا فالمحبۃ امر لا یدخل تحت الاختیار واگر طبعی محض ست مثل محبت ابن کافر و زوجہ کافرہ پس حرام نیست مگر آنکہ در تقلیل آن حتی الامکان باید کوشید و در تطبیق آیات و احادیث وارد درین باب برین تفصیل مذکور چندان تکلفی نیست مثل قولہ تعالیٰ لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءہم او ابناءہم او اخوانہم او عشیرتہم اولئک کتب فی قلوبہم الایمان وایدہم بروح منہ

ویدخلهم جنات تجری من تحتها الانهار خالدین فیها رضی الله عنهم ورضوا عنه اولئک حزب الله الا ان حزب الله هم المفلحون

ومثل قوله تعالى لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین ومثل قوله تعالى ومن یتولهم منکم فانه منهم الی غیر ذلک

واما موالاة بمعنی معاونت ومناصرت پس نہی است بر اصلی مقرر وموالات الاعانة علی الکفر والمعصیة معصیة لقوله

تعالى ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان انتهى اور جناب سید احمد خان صاحب نے صفحہ ۴۹ اور صفحہ ۵۰
میں لکھا ہے کہ پہلے آیت منافقین کے حق میں اور خصوصا عبد اللہ بن مالک بن ابی سلول کے معاملہ میں وارد ہوئی
جو ظاہر میں ایمان لایا تھا اور در حقیقت محبت من حیث الدین مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ رکھتا تھا انتہی سو مراد
اس سے یہ ہے کہ یہ آیت منافقوں کے حق میں وارد ہی کیا ہے یا اس آیت میں اہل کتاب کے موالات سے فقط
منع کیا ہے مسلمانوں کو یا سبب انکی نزول کا دوستی رکھنا منافقوں کا ساتھ اہل کتاب کے ہے اگر مراد شق اول ہے
تو صریح البطلان ہے کہ اس آیت یعنی یا ایہا الذین امنوا لا تتخذوا الیہود والنصاری اولیاء میں مخاطب مسلمان تھے
نہ منافق اور اگر مراد شق ثانی ہے تو کچھ ضرر نہیں ہے کہ جس قسم کے موالات اور مودت منافقین اہل کتاب سے
رکھتے ہوں اوسی قسم کے موالات اور مودت سے نہی ہو نظر بطرف لفظ نہی کے چاہیئے اگر اوسمیں اطلاق ہے
تو تقیید اوس اطلاق کی بدون دلیل تقیید کے نصا یا دلالۃ نہیں ہو سکتی ہے اسلئے کہ خصوص سبب اور مورد
کا قادح عموم لفظ نہیں ہے بسا اوقات سبب خاص موجب صدور حکم عام ہوتا ہے علاوہ برین محبت منافقون
کے ساتھ اہل کتاب کے بایں اندیشہ کہ کبھی شاید غالب ہو جائیں تو در صورت ترک محبت نصرت اور اعانت
ہماری جو دنیا کے کام ہیں کرتے ہیں یہ کیوں کریں گے من حیث الدین نہ تھی بلکہ دنیا سے
کی لگی تھی تفسیر معالم التنزیل میں مذکور ہے اختلفوا فی نزول ہذہ الایۃ وان کان حکمہا عاما لجمیع المومنین

فقال قوم نزلت فی عبادۃ بن الصامت وعبد اللہ بن ابی سلول وذلک انہما اختصما فقال عبادۃ ان لی اولیاء من الیہود کثیر عددہم

شدید شوکتہم وانی ابرأ الی اللہ ورسولہ من ولایتہم ولا مولی لی الا اللہ ورسولہ فقال عبد اللہ لکنی لا ابرأ من

ولایۃ الیہود لانی اخاف الدوائر ولا بد لی منہم یعنی مختلف ہیں مفسرین اس آیت کی شان نزول میں اگرچہ حکم
اسکا عام ہے سارے مسلمانوں کے لیے سو کہا ایک قوم نے کہ نازل ہوئی ہے یہ آیت حق میں عبادہ بن
الصامت اور عبد اللہ بن سلول منافق کے اور سبب اسکا یہ تھا کہ جھگڑے عبادہ اور عبد اللہ دونوں سو کہا عبادہ
نے کہ میرے دوست ہیں یہود میں سے کہ بہت ہی شمار انکا اور قوی ہے شوکت انکی اور میں الگ ہوں
طرف اللہ اور محمد کے رسول کے انکی دوستی سے اور نہیں ہے دوست میرا مگر اللہ اور اسکا رسول پھر کہا

عبداللہ نے لیکن مین نہین الگ ہوتا ہون یہود کی دوستی سے اسلئے کہ مین ڈرتا ہون گردشون سے اور بسبب ضرورت مجکو اونکی دوستی ہے اور موید ہمارے قول کی ہے وہ عبارت جو جناب سید احمد خان صاحب نے نقل عبارت معالم مین کہ بعد قولہ فی معونتہم و موالاتہم کے تہی چہوڑ دی تہی اور وہ یہ ہے یقولون نخشی ان تصیبنا دائرہ دولۃ یعنی ان یدور الدہر دولۃ فنحتاج الی نصرہم الیانا یعنی کہتے ہین منافق کہ ڈرتے ہین ہم اس سے کہ پہونچے ہمکو گردش یعنی شاید پہر جائے زمانہ گردش سے تو محتاج ہون ہم طرف اہل کتاب کے مدد کرنے کی

تفسیر مدارک مین یسارعون فیہم کے مسطور ہے ای یسارعون فی مودۃ الیہود و نصاری نجران لانہم کانوا اہل ثروۃ وکانوا یعینونہم علی مہماتہم ویقرضونہم یعنی جلدی کرتے تہے منافق یہود و نصاری نجران کی دوستی مین اسلئے کہ وہ تہے مال دار اور تہے وہ اعانت کرتے منافقون کے اونکے کامون مین اور قرض دیتے تہی انکو اور جناب سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ ۴۷ مین لکہا ہے کہ اس آیت کی تفسیر ایک اور دوسری آیت سے ہوتی ہے وہ یہ ہے قال اللہ تعالی بشر المنافقین بان لہم عذابا الیما الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین ایبتغون عندہم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعا اسمین سو برتقدیر اسکے کہ تفسیر ہونا اس آیت کا واسطے اوس آیت کے تسلیم کیا جاوے جیسے کہا جاتا ہے کہ اس آیت سے ظاہر ہے کہ وہ دوستی منافقین کے ساتہ کافرون کے دنیا کی عزت حاصل کرنے کے لیئے تہی نہ من حیث الدین تہی اور نیشاپوری سے جو تفسیر اسکی نقل کی وہ بہی موید اسی قول کی ہے اور کشاف کی عبارت سے کہ اوسمین اونکی دوستی اعتقاد عدم تمامی امر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر متفرع ہے بہی یہی ظاہر ہے کہ دوستی اونکی من حیث الدنیا تہی نہ من حیث الدین اور تفسیر زاہدی مین تخصیص وعید منہم کے ساتہ دوستی عقیدت اور دیانت کی ہے اور اسمین نزاع نہین ہے کہ کفر وہی دوستی ہے جو عقیدت اور دیانت کے راہ سے ہو ہان حصر دوستی عقیدت اور دیانت کا اونمین معنی مین جو جناب سید احمد خان صاحب نے تحریر فرمائے ہین یہی محل نزاع ہے اور جناب سید احمد خان نے جو صفحہ ۵۷ مین تفسیر کشاف سے قول معصوم ہروی جان کا نقل کیا ہے کہ خلوص مومن سے رکہہ اور خلق کا فر و فاجر سے سو اوسکا یہ منشا نہین ہے کہ محبت من حیث الدنیا کافر سے درست ہے حسن خلقی اور خیر بینی اور محبت اور ہے اور خلوص کے معنی محبت من حیث الدین کہنا صرف ایجاد اور اختراع جناب سید احمد خان صاحب کا ہے پس آیت دوم یعنی آیت کریمہ یا ایہا الذین امنوا لا تتخذوا الکافرین اولیاء من دون المؤمنین مین اولیاء سے محبت من حیث الدنیا

مراد لینا تقیید اطلاق بدون دلیل تقیید بمقتضای ہوای نفسانی ہے اور تفسیر قرآن کی ساتھہ رای کے اور جناب سید احمد خان صاحب بہادر نے جو صفحہ ۶۴ مین لکہا ہے آیت سوم بہی منافقین کے حق مین وارد ہوئی تہی سو اسکا جواب وہی ہے جو بیان آیت اولے مین لکہا گیا اور جناب سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ ۶۰ اور صفحہ ۶۵ مین لکہا ہے کہ چوتہی آیت حاطب بن ابی بلتعہ کے معاملہ مین وارد ہوئی ہے وہ صحابی ہین اور جنگ بدر مین بہی موجود تہے اور اعرابی ہین مگر ایام جاہلیت مین قریش کے ساتہہ حلیف یعنی دینی بہائی تہے اس سبب سے اونہون نے اہل مکہ کو کچہہ حال آنحضرت کا لکہہ بہیجا تہا کہ اونکا مال و اسباب و بال بچے سب مکہ مین تہے وہ خط پکڑا گیا اونسے جب حضرت نے پوچہا تو اونہون نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ جلدی نہ کیجئے مجہپر مین ہو ایک مرد تہا مین قریش مین اور تہا اونکا دینی بہائی اور نہ تہا مین اونکے قوم مین سے اور جتنے لوگ آپ کے ساتہہ مہاجرین مین ان سب کی قرابت ہے حمایت کرتے وہ اونکی اہل اور اولاد کی اور مال کی تو پسند کیا مین نے کہ جب کہ قوت ہے مجہہ مین نسب اونسے تو کروں مین اونکے ساتہہ ایک احسان کہ حمایت کرینگے میرے کنبہ کی سو نہین کیا مین نے دین سے مرتد ہونے کے لئے اور کفر کے ساتہہ خوش ہونے کے لیے پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک اسنے سچ کہا تم سے پہر کہا حضرت عمر نے مجکو اجازت دیجئے کہ مارون مین گردن اس منافق کی تو فرمایا حضرت نے کہ یہہ بیشک بدر مین موجود تہا اور کیا معلوم ہے تجکو شاید مطلع ہوا اللہ تعالے اون پر جو بدر مین تہے سو کہا اللہ تعالے نے تم جو چاہو کرو مین نے بخشدیا تمکو پس نازل ہوئی یہ سورہ یا ایہا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء تلقون الیہم بالمودۃ انتہے سو یہ صریح مخالف ہے مرحوم جناب سید احمد خان صاحب کے کہ موالات ممنوعہ کو صفحہ ۶۰ مین حصر کیا ہے موالاۃ من حیث الدین اپنی تقریر مین اور ظاہر ہے کہ موالاۃ حاطب بن ابی بلتعہ کی اس طرح سے نہ تہی کہ کفار کے دین کو وہ بہت اچہا جانتے ہوں سو اس موالات سے بہی اللہ صاحب نے اس آیت مین منع فرمایا تو معلوم ہوگیا کہ موالاۃ ممنوعہ منحصر موالات من حیث الدین مین نہین ہے اور لطف یہ ہے کہ جناب سید احمد خان صاحب نے اپنی کلام سابق کو بہولکر بیان صفحہ ۶۶ مین اعتراف بطلان اوس حصر کا دیا ہے لکہا اب غور کرنا چاہیے کہ اگرچہ مودت جو باضرار دین اور باضرار مسلمین تہی منع ہوئی مگر چونکہ یہ مودت من حیث الدین نہ تہی تو من یتولہم منکم فانہ منہم مین داخل نہین ہوے انتہی اور جناب سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ ۶۶ مین لکہا ہے اس بیان کا زیادہ تر ثبوت اسکے بعد کی آیت سے ہوتا ہے

تفسیر نیشاپوری میں لکھا ہے لما نزلت ہذہ الآیۃ ای الآیۃ المذکورۃ فی حق حاطب بن ابی بلتعۃ تشدد المومنون
فی عداوۃ اقاربہم وعشائرہم فنزل آیۃ لا ینہاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان
تبروہم وتقسطوا الیہم ان اللہ یحب المقسطین انما ینہاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاہروا
علی اخراجکم ان تولوہم ومن یتولہم فاولئک ہم الظالمون پس اس آیت سے بخوبی ثابت ہے کہ تولی
ممنوع وہی ہے جو من حیث الدین ہوا نتہی سو اس آیت سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہے کہ موالات ممنوعہ
وہی ہے جو من حیث الدین ہو ہاں بموجب ان شان نزول کے اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اقارب
اور عشائر کے ساتھ کہ انہوں نے مقابلہ نہیں کیا اور تمکو تمہارے ملک سے نہیں نکالا نیکی اور احسان اور انصاف
کرنا ممنوع نہیں ہے اور جنہوں نے کہ مقابلہ کیا ہے اور تمکو تمہارے ملک سے نکالدیا ہے یا تمہارے
نکالنے پر انہوں نے مدد کی ہے انکے ساتھ دوستی رکھنا ممنوع اور ظلم ہے تو نیکی اور احسان اور انصاف کرنا
اگر موالات ہے تو یہ موالات من حیث الدنیا ہے اور اس آیت سے اسکا غیر منہی عنہ ہونا واسطے ان کافرون
کے کہ مقابل اور مخرج نہیں ہیں اور منہی عنہ ہونا واسطے انکے جو مقابل اور مخرج اور مددگار اخراج ہیں ثابت
ہے نہ موالات من حیث الدین کا اس آیت میں نہی موالات مخصوص ہے ساتھ ان کافرون کے کہ
جنہوں نے مقابلہ کیا ہے اور تمکو تمہارے ملک سے نکالدیا ہے اور تمہارے نکالنے پر مدد کی ہے تو موالاۃ
سے یہاں موالاۃ من حیث الدنیا کیونکر مراد ہو سکتی ہے اسلئے کہ موالاۃ من حیث الدین بالخصوص یعنی اختراعی جناب سید احمد
خان صاحب کا ممنوع ہونا بہ نسبت ایک قوم کفار کے نہ بہ نسبت دوسری قوم کفار کے کوئی مسلمان
بلکہ عاقل ذی شعور تجویز نہیں کر سکتا ہے موالاۃ من حیث الدین ہر زمان میں ہر کافر سے رکھنا ممنوع ہے
پس معلوم ہوا کہ منشاء اس آیت اس شان نزول پر یہی موالاۃ من حیث الدنیا کفار اہل حرب سے ممنوع ہے
اور تفسیر کبیر میں مسطور ہے اختلفوا فی المراد من الذین لم یقاتلوکم والاکثرون علی انہم اہل العہد الذین عاہدوا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ترک القتال والمظاہرۃ فی العداوۃ وہم خزاعۃ کانوا عاہدوا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم علی ان لا یقاتلوہم ولا یخرجوہم وامر الرسول علیہ السلام بالبر والوفاء الی مدۃ اجلہم وہذا قول ابن عباس
ومقاتل والکلبی وقال مجاہد الذین امنوا بمکۃ ولم یہاجروا وقیل ہم النساء والصبیان وعن عبد اللہ بن الزبیر نزلت
فی اسماء بنت ابی بکر قدمت قتیلۃ علیہا مشرکۃ بہدایا فلم تقبلہا ولم تاذن لہا بالدخول فامرہا النبی صلی اللہ علیہ
وسلم ان تدخلہا وتقبل منہا وتکرمہا وتحسن الیہا وعن ابن عباس انہم قوم فی بنی ہاشم منہم العباس اخرجوا یوم بدر

عن الحسن ان المسلمین استامروا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اقربائہم من المشرکین ان یصلوہم فانزل اللہ الآیۃ

وقیل الآیۃ فی المشرکین یعنی اختلاف ہے مفسرین کا مراد مین الذین لم یقاتلوکم سے سو اکثر مفسرین اسپر ہین کہ
مراد اس سے وہ لوگ ہین کہ عہد کیا تہا اونہون نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ترک قتال اور مدد کرنے پر
دشمنی مین اور انہین مین سے خزاعہ تہی کہ عہد کیا تہا اونہون نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا کہ نہ قتل
کرینگے ہم مسلمانونکو اور نہ نکالینگے ہم اونکو اور حکم کیا تہا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے ساتھ نیکی
کرنے اور وفائی عہد کا اونکے مدت عہد تک اور یہ قول ابن عباس اور مقاتل بن سلیمان اور کلبی کا ہے اور
کہا مجاہد نے کہ مراد اس سے وہ ہین جو ایمان لائے مکہ مین اور ہجرت نہین کی اور کہا گیا ہے کہ مراد اس سے
عورتین اور لڑکے ہین اور عبد اللہ بن زبیر سے روایت ہے کہ نازل ہوئی ہے یہ آیت حق مین اسماء بنت
ابی بکر کے کہ آئی تہی قتیلہ بنت عبد العزی اونکی ماں اونکے پاس اوس حال مین کہ مشرکہ تہی ساتھ ہدیون اور تحفون کے
سو نہ قبول کیا اسماء نے اوسکے تحفون کو اور نہ اذن دیا اسکو اپنے پاس آنے کا تو حکم کیا اسماء کو نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے کہ آنے دین قتیلہ کو اور قبول کرین اوسکے تحفونکو اور اکرام کرین اسکا اور احسان کرین اوس سے
اور روایت ہے ابن عباس سے کہ وہ ایک قوم بنی ہاشم مین سے کہ اونہین مین سے حضرت عباس تہے
اور نکالا تہا اونکو اس قوم نے دن بدر کے اور روایت ہے حسن بصری سے کہ مسلمانون نے مشورہ کیا
اور حکم چاہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے حق مین اپنے ناتے وارون مشرک کے سو اوتاری اللہ تعالی
نے یہ آیت اور کہا گیا ہے کہ اوتاری گئی تہی یہ آیت حق مین مشرکون کے کہ اونسے دوستی نہ کی اور جناب
سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ ۶۷ مین لکہا ہے اور اسمین کچہ شک نہین کہ یہ آیت بعد
جنگ بدر کے نازل ہوئی ہے اور جنگ بدر بالضرور بعد آیت قتال و سیف کے ہوئے تہی تو نازل ہونا
اس آیت کا بہی بعد آیت سیف ثابت و متحقق ہوتا ہے انتہی سو جنگ بدر کا بعد آیت قتال و سیف کے
ہونا محض غلط ہے اسلئے کہ واقعہ جنگ بدر سال دوم ہجری مین ہے جیسا کہ کتب حدیث اور سیر سے معلوم ہے

اور آیت قتال کہ قاتلوا المشرکین کافۃ ہے اور آیت سیف کہ فاذا انسلخ الاشہر فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم
ہے دونون سورہ توبہ مین ہین اور نزول سورہ توبہ کا سال نہم مین بعد فتح مکہ کے ہے صحیحین مین براء
بن عازب سے مروی ہے کہ آخر سورۃ نزلت براءۃ یعنی آخر سورہ کہ اوتری ہے سورہ توبہ ہے اور تفسیر کبیر
مین مرقوم ہے روی ان فتح مکۃ فی سنۃ ثمان وکان الامیر فیہا عتاب بن اسید ونزول ہذہ السورۃ کان فی

فی سنۃ تسع یعنی روایت کیا گیا ہے کہ فتح مکہ کی سنہ آٹھ ہجری میں تھی اور تھی امیر مکہ میں عتاب بن اسید اور نزول اس
کا دو کا یعنی سورۂ توبہ کا سنہ نو میں ہے تفسیر یہ نازل ہوئی اس آیت کے بعد آیت سیف سے کہ بنا ر الفاسد
علی الفاسد ہے تفسیر کشاف اور تفسیر کبیر میں قتادہ سے مروی ہے کہ کہا قتادہ نے
نسختہا آیۃ القتال یعنی منسوخ کر دیا ہے اس آیت کو آیت قتال نے اور ابن العربی مالکی جناب سید احمد خان
صاحب کی سند نے کتاب الناسخ والمنسوخ میں لکھا ہے کل ما فی القرآن من الصفح عن الکفار
والتولی والاعراض والکف عنہم فہو منسوخ بآیۃ السیف وہی فاذا انسلخ الاشہر الحرم فاقتلوا المشرکین الآیۃ انتہی
یعنی کل جو قرآن میں پہلوتہی کرنا کافروں سے اور تولی اونسے اور روگردانی کرنا اور رکے رہنا اونسے ہے سو
وہ منسوخ سب ہے ساتھ آیت سیف کے اور آیت سیف فاذا انسلخ الاشہر الحرم فاقتلوا المشرکین آخر آیت تک
ہے اور ایسا ہی مذکور ہے تفسیر اتقان میں اور جناب سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ ۶۹
میں لکھا ہے کہ لیکن یہ آیت یعنی فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین ایسی مجلسوں کی نسبت ہے
جس میں دین کے اوپر استہزا ہو یا جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبت نعوذ باللہ مشاکچہ برا بھلا
کہا جاوے یہاں تک کہ صاحب کشاف نے صاف لکھدیا ہے کہ اگر اور قسم کی باتیں ہوں تو اوس وقت
اوس مجلس میں بیٹھنا کچھ مضائقہ نہیں ہے انتہی سو اگرچہ سبب نزول اس آیت کا اسی قسم کی مجلسوں میں
بیٹھنا تھا لیکن اللہ تعالے نے اس آیت میں عموماً قوم ظالمین کے ساتھ بیٹھنے سے منع فرمایا ہے اور
خصوص سبب قادح عموم لفظ کا نہیں ہوتا ہے اور تفسیر کشاف میں بذیل حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ
فلا بأس ان یجالسہم حینئذ مرقوم ہے نہ بذیل اس آیت کے کہ اوس کے بعد ہے اور تفسیر احمدی میں
اس آیت کی تفسیر میں مذکور ہے والظاہر من کلام الفقہاء ان الآیۃ باقیۃ وان القوم الظالمین یعم المبتدع
والفاسق والکافر والقعود مع کلہم ممتنع اور ظاہر کلام فقہا سے یہ ہے کہ یہ آیت باقی ہی غیر منسوخ ہے اور تحقیق
قوم ظالم عام ہے مبتدع اور فاسق اور کافر سے اور بیٹھنا ساتھ ہر ایک کے انمیں سے ممتنع ہی اور جناب
سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے کہ اب ہم یہ بات فرض کرتے ہیں کہ
مواکلت کسی قسم کی تودد کا باعث ہوتی ہے اور یہ بھی فرض کرتے ہیں کہ عموماً تودد باہمی دجہ کان ہو جب
آیات سابقہ کے ممنوع ہے تو ہم اوسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ آیت وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم و
طعامکم حل لہم میں جو دونو طرف کا کھانا ایک دوسرے کو آپس میں حلال کیا گیا ہے اور صاف فرمایا ہی کہ اہل کتاب

کا کہانا ہمکو اور ہمارا کہانا اونکو حلال ہے تو اشارۃ النص صریحا اوپر جواز مواکلت کے دلالت کرتا ہے پس
بالفرض اگر مواکلت سے کسی قسم کا تورع ہوتا ہے تو یہ آیت ان تمام آیات کے لئے مخصص ہوگی اور
مواکلت جائز ہے گی اسلئے ہم اول اس آیت کو اشارۃ النص کہ نفس نظم سے بلا قصد اور سوق کے
ثابت ہوتا ہے جواز مواکلت پر کہنا صریح غلط ہے ہان اسقدر البتہ اس آیت سے ثابت ہے کہ طعام اہل کتاب
کا کہانا اور اونکو اپنا کہانا کہلانا جائز ہے باقی جواز انکے ساتھ بیٹھکے کہانیکا کہ معنی مواکلت کے ہین ہم
آیت سے ہرگز ثابت نہین ہے دوسرے اگر بالفرض یہ آیت جواز مواکلت پر دلالت کرتے اور مواکلت
مین تورع ممنوع ہوتا تو کیا ضرور تہا کہ یہ آیت مخصص اون آیات کے جو منع تورع پر دال ہین ہوتی ہاں یہ
ہوسکتا تہا کہ یہ آیت منسوخ اون آیات سے ہوجاتے جیسا کہ عبد اللہ بن عمر بسبب آیات منع تورع کے
نکاح کتابیہ کا جائز نہین رکہتے ہیں تیسرے اس آیت یعنی طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم مین کئی طرح سے کلام
ہے اول یہ کہ **تفسیر طعام** مین مفسرین کے تین قول ہین **پہلا** یہ کہ طعام سے ذبائح مراد ہین دوسرے
یہ کہ طعام سے روٹی اور میوے وغیرہ جو محتاج ذبح نہین مراد ہین **تیسرا** یہ کہ طعام سے سب کہانے کے
چیزین مراد ہین ہرچند طعام سے تبادر ذبیحہ اور اوسکا گوشت نہین ہے اسلئے کہ عرف مین اطلاق طعام کا اوپر
نہین آتا ہے لیکن اکثر علما اسی پر ہین کہ مراد اوس سے ذبائح ہین پس خصم کو گنجائش ہے کہ الا ما ذکیتم سے
سے کہ مخاطب اوسکے مسلمان ہین اس آیت کو قول اکثر علما پر منسوخ کہے اور قول ثالث پر مخصوص دوم اختلاف
فقہا کا اسمین ہے کہ مراد اہل کتاب سے کل اصناف وانواع اہل کتاب کی ہین یا بعض اصناف وانواع سے
بعض نے کہا کہ مراد کل اصناف ہین اور بعض نے کہا کہ مراد اہل کتاب سے وہ اہل کتاب ہین جو الوہیت مسیح
یا عزیر کے قائل نہین ہین **مستصفی** مین مسطور ہے قالوا ہذا یعنی الحل اذا لم یعتقد المسیح الہا واما اذا
اعتقدہ فلا انتہی یعنی کہا ہے فقہا نے یہ یعنی حلال ہونا نصرانی کے ذبیحہ کا جب ہے کہ نہ اعتقاد رکہتا
نصرانی مسیح کے الہ ہونیکا اور اما جب کہ اعتقاد رکہتا ہو نصرانی مسیح کے الہ ہونے کا تو ذبیحہ اوسکا حلال
نہین ہے اور مبسوط شیخ الاسلام مین مذکور ہے یجب ان لا تاکلوا ذبائح اہل الکتاب اذا اعتقدوا ان المسیح الہ
وان عزیر الہ ولا تتزوجوا نساءہم وقیل علیہ الفتوی یعنی واجب ہے کہ نہ کہاؤ اہل کتاب کے ذبیحہ کئے
ہوئے کو جب کہ اعتقاد رکہتے ہون اہل کتاب اسکا کہ مسیح الہ ہے یا عزیر الہ ہے
اور نہ نکاح کرو اونکی عورتون سے کہا گیا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور **تفسیر مظہری** مین قوم

الظاہر ان المراد باہل الکتاب فی الآیۃ موحدہم بدلیل قولہ تعالی ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن والقول بان
حرمۃ نکاح المشرکۃ منسوخۃ فی حق اہل الکتاب خاصۃ بہذہ الآیۃ بعید جدا اذ لا فرق بین مشرک ومشرک وقال تعالی
وقالت الیہود عزیر ابن اللہ وقالت النصاری المسیح ابن اللہ وقد قیل ان القائل بذلک طائفتین من الیہود و
النصاری لا کلہم قال ابن ہمام ویہود دیارنا مصرحون بالتنزیہ عن ذلک والتوحید واما النصاری فلم ار الا من یصرح
بالابنیۃ وما ذکر من قول علی رضی اللہ عنہ فی منع اکل ذبیحۃ نصاری بنی تغلب ومناکحۃ نسائہم وذبیحۃ فلانا [illegible] انتہی یعنی ظاہر یہ ہے
کہ مراد اہل کتاب سے آیت والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب میں موحدین اہل کتاب ہیں بدلیل قول خدا تعالی
ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن کے اور قول بایں طور کہ حرمت نکاح کرنے کی ساتھ مشرکہ عورت کے منسوخ ہے
حق میں خاص اہل کتاب کے ساتھ آیۃ والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب کے بعید ہے یقینا اسلئے کہ نہیں
فرق ہے درمیان مشرک کتابی اور مشرک غیر کتابی کے اور فرمایا خدا تعالی نے اور کہا یہود نے کہ عزیر بیٹا اللہ
کا ہے اور کہا نصاری نے کہ مسیح بیٹا اللہ کا ہے اور تحقیق کہا گیا ہے کہ قائل ساتھ خدا کا بیٹا ہونے مسیح اور عزیر
کے دو گروہ ہیں یہود اور نصاری میں سے نہ سارے یہود اور نصاری سے کہا ابن ہمام نے اور یہود ہمارے ملک کی
تصریح کرنے والے ہیں ساتھ تنزیہ خدا تعالی کے اس سے اور ساتھ توحید کے اور اسے پر نصاری سے سو نہ پایا
میں نے انکو مگر اوسکو کہ تصریح کرتا ہے ساتھ ابنیہ کے اور جو ذکر کیا گیا ہے قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا منع میں
ذبیح نصاری بنی تغلب کے ذبیحہ کہانے اور اونکی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کے تائید کرتا ہے اوسکی
جو کہا میں نے سو ہم جانتے نصاری کے سے ذبیح نہیں ہے اور طعام اہل کتاب سے جسکے تئیں آیت مراد ذبائح
اونکے ہیں وہ طعام نصاری کا جو متعلق ذبیح سے ہے اور طعام اہل کتاب جو سٹے جو حلال ہے نہیں ہے اور
آیت کریمہ طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم اوسکی حلت پر دلالت نہیں کرتی ہے اور جسکے نزدیک مراد مطلق
طعام ہے اونکے نزدیک یہ آیت مخصوص ہے اس طعام نصاری سے اسلئے کہ حلت گوشت جیسا ماننا
یہی کا وضع ہے اور ذکاۃ اختیاری بالاجماع منحصر ہے ذبح اور نحر میں فتح الباری شرح
صحیح البخاری میں مرقوم ہے اما المقدور علیہ فلا یباح الا بالذبح او النحر اجماعا انتہی یعنی جو جانور کہ
قدرت ہے اوس پر نہیں مباح ہے کہانا اوسکا مگر ساتھ ذبح یا نحر کے بالاجماع فوائد میں مسطور ہے
المجوسی او النصرانی اذا دعا رجلا الی طعام تکرہ الاجابۃ وان قال اشتریت اللحم من السوق لان المجوسی یبیع المنخنقۃ
والموقوذۃ والنصرانی لا ذبیحۃ لہ وانما یاکل ذبیحۃ المسلم او یخنق یعنی مجوسی یا نصرانی جب بلاوے کسی مرد کو طرف

کہانے کے تو مکروہ ہے قبول کرنا اوسکی دعوت کا اگرچہ کہے وہ مجوسی یا نصرانی کہ خریدا ہے مین نے گوشت کو
بازار سے اسلئے کہ مجوسی درست کہتا ہے گلا گہونٹے ہوے کو اور چوٹ سے مارے ہوے کو اور نصرانی نہین
ہے ذبیحہ اوسکے لئے اور سوا اسکے نہین ہے کہ کہاتا ہے نصرانی ذبیحہ مسلمان کا یا گلا گہونٹ ڈالتا ہے اور فتاوی
قاضی خان مین مسطور ہے وقال بعضہم اذا دعا المجوسی او النصرانی الی طعامہ یکرہ للمسلم ان یاکل وان قال
اشتریت اللحم من السوق لان المجوسی یبیح المنخنقۃ والموقوذۃ والنصرانی لا ذبیحۃ لہ وانما یاکل ہو ذبیحۃ المسلم او یخنق اور کہا
بعض فقہا نے جب بلاے مرد مسلمان کو مجوسی یا نصرانی طرف اپنے کہانے کے مکروہ ہے مسلمان کے لئے
کہ کہاوے اگرچہ کہے وہ مجوسی یا نصرانی کہ خریدا ہے مین نے گوشت کو بازار سے اسلئے کہ مجوسی مباح جانتا ہے
گلا گہونٹے ہوے اور چوٹ سے مارے ہوے کو اور نصرانی نہین ہے ذبیحہ اوسکے لئے اور سوا اسکے
نہین کہ کہاتا ہے نصرانی ذبیحہ مسلمان کا یا گلا گہونٹتا ہے چہارم فرضا اگر قصاب نے ذبح بہی کرین تو عادات اونکی
سے ہے ترک تسمیہ کا عمدا اور متروک التسمیہ عمدا سے مخصوص ہے طعام اہل کتاب اسلئے کہ نزدیک جمہور
کے متروک التسمیہ عمدا حرام ہے بموجب حکم آیت کریمہ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ کے تفسیر
ابن الکمال مین ذیل اس آیت کے مرقوم ہے والظاہر تحریم اکل ما لم یذکر اسم اللہ علیہ عمدا کان ترک
التسمیہ او نسیانا وبہ قال ابن عیاش وجماعۃ وروی عن ابی الدرداء وعبادۃ بن الصامت وجماعۃ من التابعین
انہا منسوخۃ بقولہ تعالے وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم فاجازوا ذبائح اہل الکتاب وان لم یذکر اسم اللہ علیہا
ولا یسمی ذلک نسخا بل ہو تخصیص وروی عن علی وعائشۃ وابن عمر ان الایۃ محکمۃ ولا یجوز لنا ان ناکل ذبائحہم
الا ما ذکر اسم اللہ علیہ یعنی ظاہر اس آیت سے حرام کردینا ہے اوس جانور کے کہانیکو کہ وقت ذبح کے اوسپر
نام اللہ کا ذکر نکیا گیا ہو عمدا ہو ترک تسمیہ کا یا نسیانا اور ساتہ اسکے قائل ہوا ہے ابن عیاش اور ایک جماعت
اور روایت کیا گیا ہے ابی الدرداء اور عبادہ بن الصامت اور ایک جماعت تابعین سے کہ یہ آیت منسوخ
ہے ساتہ قول اللہ تعالے وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم کے اور جائز رکہا ہے اس جماعت نے
ذبائح اہل کتاب کو اگرچہ نہ ذکر کیا جاوے نام اللہ کا اوپر اونکے نہین نام رکہتے ہین ہم اسکو نسخ بلکہ یہ تخصیص
ہے اور روایت کیا گیا ہے حضرت علی اور حضرت عائشہ رضہ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے کہ یہ آیت
محکم ہے اور نہین جائز ہے ہمارے لئے کہ کہائین ہم ذبائح اہل کتاب کے مگر وہ ذبائح کہ ذکر کیا گیا ہو
نام اللہ کا اونپر اور ہدایہ مین مسطور ہے وان ترک الذابح التسمیۃ عمدا فالذبیحۃ میتۃ لا توکل وان ترکہا نسیانا

توکل وقال الشافعی اکل فی الوجہین وقال مالک لاتوکل فی الوجہین والمسلم والکتابی فی ترک التسمیۃ سواء اور
اگر ترک کیا ذبح کرنیوالے نے تسمیہ کو جانبوجھکر ذبیحہ مردار ہے نہ کھایا جاوے اور اگر ترک کیا تسمیہ کو بھولکر کھایا جاتا ہے
اور کہا شافعی نے کہا لیا جاوے دونوں صورتوں میں اور کہا مالک نے نہ کھایا جاوے دونوں صورتوں میں
اور مسلمان اور کتابی دونوں ترک تسمیہ میں برابر ہیں اور زیلعی نے شرح کنز میں لکھا ہے والمسلم والکتابی
فیہ سواء یعنی مسلمان اور کتابی دونوں ترک تسمیہ میں برابر ہیں اور رد المحتار حاشیہ در مختار میں مرقوم ہے
ولایحل ذبیحۃ من تعمد ترک التسمیۃ مسلما او کتابیا لنص القرآن ولانعقاد الاجماع ممن قبل الشافعی علی ذلک وانما الخلاف
فی الناسی ولہذا قالوا لا یسع فیہ الاجتہاد ولو قضی القاضی بجواز بیعہ لاینفذ اور نہیں حلال ہے ذبیحہ اوسکا جسنے عمدا
ترک کیا تسمیہ کو مسلمان ہو یا کتابی بسبب نص قرآن کے اور بسبب انعقاد اجماع کے اوسپر جو پہلے تھے
شافعی سے نہ حلال ہونے ذبیحہ تارک التسمیہ عمدا پر اور سوا اسکے نہیں کہ تھا خلاف بیچ بھولنے والے میں اور
اسی سبب سے کہا ہے علماء نے کہ نہ سما جاوے اسمیں اجتہاد اور اگر حکم دیوے قاضی ساتھ جائز ہونے اسکے
بیع کے تو نافذ ہوگا حکم قاضی کا بخلاف اسکے کہ حلت موقوف ذبح پر ہے وہ چیز نصاری کے میان کی کہ
غالب حال اونکے سے عدم ذبح اور ترک تسمیہ ہے نہ کھانا چاہیے مگر یہ کہ معلوم ہو جاوے کہ اونہوں نے
اوسکو بطور ذکاۃ شرعی بہ تسمیہ ذبح کیا ہے خطابی نے شرح سنن ابی داود میں بذیل حدیث عائشہ
کے کہ در باب گوشت نو مسلمونکے آئی ہے لکھا ہے فیہ دلیل علی ان التسمیۃ غیر شرط علی الذبیحۃ لانہا لو کانت
شرطا لم تستبح الذبیحۃ بالامر المشکوک فیہ کما لو عرض الشک فی نفس الذبح فلم یعلم ہل وقعت الذکاۃ المعتبرۃ ام لا
یعنی اس حدیث میں دلیل ہے اسپر کہ تسمیہ غیر شرط ہے ذبیحہ پر اسلیے کہ تسمیہ اگر ہوتے شرط نہ مباح ہوتا
ذبیحہ ساتھ امر مشکوک فیہ کے اسلیے کہ عرض کیا تہا صحابہ نے کہ ہمکو معلوم نہیں ہے کہ ذکر کرتے ہیں ذبیحہ
پر نام اللہ کا یا نہیں باوجود اسکے آپ نے اوسکے کہانیکا حکم فرمایا جیسا کہ پیش آئے شک نفس ذبح
میں پہر نہ جانا جاوے کہ آیا واقع ہوئی ہے ذکاۃ معتبرہ یا نہیں تو مباح نہیں ہوتا ہے ذبیحہ اور تفسیر
معالم التنزیل میں مرقوم ہے ولو کانت التسمیۃ شرطا للاباحۃ لکان الشک فی وجودہا مانعا من اکلہا کالشک
فی اصل الذبح اور اگر ہوتی تسمیہ شرط واسطے اباحت کے تو ہوتا شک وجود تسمیہ میں مانع کہانے ذبیحہ سے
مانند شک کے اصل ذبح میں اور آثار میں مسطور ہے سئل ابو مطیع عن نصرانی دعا رجلا الی
طعام فقال اشتریت اللحم من السوق انا کلہ قال ابو مطیع سالت ابن ابی عروۃ عن ذلک قال کل وکذلک

تعالی عن جابر ان اصحابنا انہم قالوا الا تاکل حتی تسألوا فتعنت یعنی پوچھے گئے ابو ملیح تغلبی کے سے
گوشت کیا پہلا ہوا دست طرف کہا بھی سنے اور کہا یہ کہ ہوں کا یا ہولنا ہی گوشت کو پا رہے کیا کہا تم ہم اوسکو
کہا ابو ملیح نے کہ پوچھا میں نے ابن ابی عروہ سے اسکو کہا ابن ابی عروہ نے کہ کہا اور ایسا ہی کہا مقاتل
بن حبان نے اور ایسی پر پہار سے اصحاب حنفیہ سوا اونکے ہے کہا ہے کہ کہا ابن ہم بیان کریگے لیکن ہم
نصرانی کو کہ اوسنے ذبح کیا ہے اور تفسیر مظہری کے جو مرقوم ہے ذرا ان الصحیح الحق عندنا ہو القول
الاول انہ یحرم ذبیحۃ الکتابی تارکا للتسمیۃ عامدا او علی غیر اسم اللہ تعالی لا توکل ان علم ذلک یقینا او کان غالب حالہم
ذلک وہو محمل الشیء حین اکل ذبائح نصاری العرب یحمل قول علی رضی اللہ عنہ لا تاکلوا من ذبائح نصاری بنی تغلب
فانہم لم یتمسکوا من النصرانیۃ بشیء الا بشربہم الخمر فلعل علیا رضی اللہ عنہ علم من حالہم انہم لا یسمون اللہ عند الذبح او
یذبحون لغیر اسم اللہ فکذا الحکم نصاری العجم ان کان عادتہم الذبح علی غیر اسم اللہ تعالی لا توکل ذبیحتہم ولا شک
ان النصاری فی ہذا الزمان لا یذبحون بل یقتلون بالوقذ غالبا فلا یحل طعامہم اور صحیح و مختار نزدیک ہمارے وہ قول
اول ہے یعنی ذبح کیا ہوا اوس کتابی کا کہ تارک تسمیہ کا عمدا ہو یا ذبح کرنے والا غیر اسم خدا پر ہو نہ کھایا جائے
اگر جانا جائے یہ یقینا یا ہو غالب حال اونکا یہ اور یہی محمل ہے نہی کا کھانے سے ذبائح نصاری عرب کے اور
یہی محمل ہے قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کہ نہ کھاؤ تم ذبائح نصاری بنی تغلب کے اسلئے کہ اونہوں نے
تمسک نہیں کیا ہے نصرانیہ میں سے ساتھ کسی چیز کے سوا پینے شراب کے سو شاید حضرت علی رضی اللہ
عنہ نے جانا ہو نصاری بنی تغلب کے حال کو کہ وہ نہیں نام لیتے ہیں اللہ کا وقت ذبح کے یا ذبح کرتے
ہیں غیر اسم اللہ پر سو ایسا ہی ہے حکم نصاری عجم کا اگر ہو عادت اونکی ذبح غیر اسم اللہ پر نہ کھایا جاوے
ذبیحہ اونکا اور نہیں ہے شک کہ نصاری اس زمانہ میں ذبح نہیں کرتے ہیں بلکہ مار ڈالتے ہیں ساتھ چوٹ مارنے
کے تو ایسے میں حلال نہیں ہے طعام انکا اور وہ جو بعض کتابوں میں مرقوم ہے کہ کتابی سے اگر نام مسیح
یا عزیر کا وقت ذبح کے نہ سنا گیا ہو تو ذبیحہ اوسکا حلال ہے محمل اوسکا وہ کتابی ہے کہ عادت اونکی تسمیہ
کی ہو اور شاید کوئی فرقہ یہود اور نصاری میں سے ایسا ہو لہذا عینی نے شرح کنز میں لکھا ہے
ان الکتابی یسمی عند الذبح یعنی تحقیق کتابی نام خدا کا لیتا ہے وقت ذبح کے اور عینی نے صحیح بخاری
کی شرح میں لکھا ہے ثم انہم لا یعتقدون الذبائح لغیر اللہ ولا یذکرون علی ذبائحہم الا اسم اللہ یعنی اہل کتاب
نہیں اعتقاد رکھتے ہیں ذبائح کا واسطے غیر خدا کے اور نہیں ذکر کرتے ہیں اپنے ذبیحوں پر مگر نام اللہ کا

نور دوم جو جناب سید احمد خان صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۴۸ میں لکھا ہے ثابت ہوا کہ
کہ طعام اہل کتاب بشرطیکہ محرمات شرعیہ سے نہ ہو مسلمانوں کے حلال اور بہ درستی ہے اور اوسکا کھانا مباح
و مباح ہے خواہ ہم اونکا پکایا ہوا اور اونھیں کا پکایا ہوا سب کچھ اور جائز و مباح ہے خواہ اور وہ ہنسکے
یہان جاکر کہا دین خواہ ہم اپنی کہا دین خواہ ہم اور اہل کتاب ایک جگہ ساتھ بیٹھکر کہا دین اور وہ کہانا قسم لحوم طیبہ
سے ہو یا قسم حبوب و شیرینی وغیرہ انتہی سو اسمین دو طرح سے کلام ہے اول یہ کہ طعام اہل کتاب یا نصیر
اس ملک اور اس زمانہ کے نصاری کا اگر قسم لحوم سے ہے اور کہانا انواع پختہ یا غیر پختہ سے ہے کہ جنمین خلط اونکا
موسہ یا اونکا تابع نجاسات ممکن ہے یہ معلوم ہونا کہ محرمات شرعیہ سے نہیں ہے دشوار ہے اسلیے کہ غالب حال
اونکا علم صحیح کا اور یہ کہ اسمیں ہدا اور اکل خنزیر اور شرب خمر اور استعمال اور محرمات اور نجاسات کا ہے اور جبکہ حال
اونکا یون ہے اور وہ ان چیزونکو حلال اور پاک سمجھتے ہین تو اونکو اپنے اس قسم کے کہانونکا ان چیزون
کے خلط سے بچانا کیا ضرور ہے پس بنظر اونکے غالب حال کے اس کہانیکے محرمات شرعیہ سے
نہ ہونیکا علم کیونکر ہو سکتا ہے دوسرے بفرض حلت طعام اہل کتاب عموما اونکے یہان جاکر کہانا اگرچہ
دوستی کی راہ سے ہے تو اوسکے اباحت مین کلام ہے کہ حکم اوسکا حکم دوستی رکھنیکا ہے ساتھ اہل
کتاب کے اور علی ہذا القیاس حال ہے اونکے ساتھ بیٹھکے کہانیکا بالخصوص ہمارے ملک کے نصاری
کے ساتھ کہ دوستی ہی کی راہ سے ہوتا ہے اور یہی محل نزاع ہے اور جناب سید احمد خان صاحب
نے جو صفحہ ۴۸ مین لکھا ہے وفی الترمذی سالت النبی صلعم عن طعام النصاری فقال لا یتخلجن فی صدرک

طعام ضارعت النصرانیة انتہی سو اس حدیث سے ترمذی اگرچہ رخصت طعام اہل کتاب کی سمجھی جاتی ہے لیکن
ظاہر ہے کہ اس حدیث مین منع ہے کہانے طعام نصاری سے بسبب مشابہت کے ساتھ نصرانیوں کی
پس ترجمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا یہ ہے کہ نہ چبھے تیرے دل مین سبب مشابہت
نصرانیت کے اوس طعام کے کہ مشابہ ہوتا ہو تو اوسمین نصرانیت کے
سیوطی نے شرح جامع ترمذی مین لکھا ہے قال ابو موسی المدینی انہ منع و ذلک انہ سال

عن طعام النصاری فکانہ اراد ان لا یتحرکن فی قلبک شک ان ما شابہت فیہ النصاری حرام او خبیث او مکروہ
یعنی کہا ابو موسی مدینی نے کہ یہ منع ہے نصاری کے طعام سے اور یہ اسلیے کہ پوچھا الطائی نے آنحضرت
سے طعام نصاری کے کہانے سے تو ظن ہوا یہ ہے کہ آنحضرت نے ارادہ فرمایا ہے اپنے قول

بیچ بیت میں اوس شی کو دی ہونا جو حلال ہے مشتبہ ہوتی ہی ساتھ حرام اور ناجائز کے ہو جاتا ہے اور جناب
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بکری کا بہونا ہوا یہودیہ کی کہائی ہے اوس میں یہ اشتباہ اور التباس نہ تہا
اسلیے کہ آنحضرت کو یہود کا حال معلوم تہا کہ وہ بدون ذبح کے نہیں کہاتے ہیں اور وقت ذبح کے
نام خدا کا لیتے ہیں اور وہ صرف گوشت پر رکہکر بہونی گئی تہی اور کسی برتن میں ڈالکر پکائی نہیں گئی تہی کہ
اشتباہ اختلاط محرمات یا نجاسات کا اوسمیں ہوتا علاوہ برین یہود خنزیر نہیں کہاتے ہیں اور شراب کے
پینے کو مکروہ سمجہتے ہیں اور جناب **سید احمد خان صاحب** نے جو **صفحہ ۵** میں لکہا ہے کہ حلال
چیز کو اگر ایک جگہ بیٹہکے مسلمان اور مشرک بہی چہ جائیکہ اہل کتاب کہائیں تو وہ چیز حرام اور ناجائز نہیں ہو جاتی
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کو بہی اپنے ساتہہ بٹہاکر کہلایا ہے انتہے سو حلال چیز اگرچہ
اس وجہ سے فی نفسہ حرام نہیں ہو جاتی ہے لیکن کہانا اوسکا اس وجہ پر سے شبہہ حرام اور ناجائز ہو کر عدم
جواز اسوجہ سے کے ہو سکتا ہے جیسے بیع بموجب احل اللہ البیع کے حلال ہے لیکن بروز جمعہ بعد ہو جانے
اذان جمعہ کے حرام ہے اور ایسے ہی وطی زن منکوحہ سے حلال ہے لیکن وقت حیض اور نفاس کے
حرام ہے اور ایسے ہی نماز پنجگانہ فرض ہے لیکن زمین مغصوب میں حرام ہے اور کہانا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا کافروں کو ساتہہ بٹہاکر کسی روایت صحیح معتبر سے ثابت نہیں ہے اور وہ جو جناب
سید احمد خان صاحب نے اسی صفحہ میں **مطالب المومنین** سے نقل کیا ہے
اوس روایت کے ثبوت میں کلام ہے مدعی صحت پر اثبات اوسکا لازم ہے اور جناب سید احمد خان صاحب
نے جو صفحہ ۶ میں لکہا ہے حلال چیز کو اگر مسلمان اور اہل کتاب یا کوئے کافر ایک رکابی میں کہائیں
یا ایک کا جہوٹا دوسرا کہاوے بشرطیکہ کہانیکے وقت اونکا ہاتہہ مونہہ شراب یا اور کوئی حرام چیز میں
آلودہ نہو تو بہی اوس چیز کا کہانا حلال و جائز ہے کیونکہ ہم مسلمانوں کے مذہب میں یہ مسئلہ مسلم
الثبوت ہے کہ سور الانسان طاہر انتہے سو ایک رکابی میں کہانا کہ مواکلت ہے محل نزاع ہے
اور دلائل اوسکے ممنوعیت پر قائم ہیں چنانچہ بعض اونمیں سے اوپر معلوم ہو چکی ہیں اور مسلمان کو کافر کا جہوٹا
کہلانے کے لئے ساتہہ سور الانسان طاہر کے دلیل لانا صرف عوام کو دہوکا دینا ہے درمیان طہارت اور
جواز اکل کے کیا ملازمت ہے بہت چیزیں طاہر ہیں اور کہانا اونکا درست نہیں ہے دیکہو جملہ جانور غیر
ماکول اللحم کا سوای خنزیر اور آدمی کے بعد ذبح کرنے کے طاہر ہے اور اسیطرح گوشت جانور غیر ماکول اللحم کا

سواے ان کی یا چند چیز کہ قلادت سے نزدیک ہونے کے ظاہر ہے لیکن لہذا اس تحریر سے کہ اوس کو نسبت کا
کسی کے نزدیک جائز ہے بلکہ سب مسلمانون کو کافر کا جھوٹا کھانا کیونکر درست ہو سکتا ہے کہ تعین تیرین باب تفسیر
مسلمانون کی مسجد اور تعظیم اور توقیر کافر کی اور اہل اسلام ہر وقت مین ساتھ ترمین کالت اور تعظیم مسلمان ان کے اوپر
جناب سید احمد خان صاحب نے نام مولانا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جو مصنف تحفہ
مین نقل کیا ہے وحکم طعام الکفار من المشرکین والمواکلۃ مع الاکثر منہم علی سفرۃ من دون الکراہۃ والدار
مجوس مشرکی کالنجس ومحنث بہا والی زدہ والنقمہ والتلطخ بالنجاسات کالاشتباہ البتر وغیرہا فہو منہ الحوض سالم
وکذا حبت الالیۃ التی یاکل غیرنا المسلم خالیۃ عن النجاسۃ لان ذلک مشارکۃ معہم فی شعارہم وان خلا عنہ ولذا
فہو مباح بشرط الطہارۃ انتہی سوال اول اسکے صحت نقل مین کلام ہے اور بر فرض صحت معنی و الی خلاف
الی آخرہ کے یہ ہیں کہ اگر خالی ہو طعام کفار کا ان مفاسد سے تو وہ طعام مباح ہے بشرط طہارت کے
اور مواکلت ساتھ اونکے اور جناب شاہ صاحب مواکلت کو بیان کیونکر مباح لکھ دیتی حال الکم فتح العزیز
اور یہ تفسیر آیہ کریمہ لو تدہن فیدہنون کے لکھتے ہیں کہ اصل عبارت اونکی اونکی کتاب صفحہ
۳۴۳ مین ہم نقل کر چکے ہیں اور ترجمہ اوسکا یہ ہے بہر حال موافقت منکرون کے ساتھ گو ظاہر مین
ہو ہدایت عامہ کلیہ مین خلل ڈالتی ہے اور استحقاق اجر عظیم مسنون مین قدح کرتی ہے چنانچہ حدیث
شریف مین وارد ہے کہ جب ملاقات کرے تو فاجر سے تو ملاقات کر تو اوس سے ساتھ ترشروئی
کے اور **حقائق التنزیل** مین مذکور ہے کہ سہل بن عبد اللہ تستری فرماتے تھے کہ جس نے
درست کیا اپنے ایمان کو اور خالص کیا اپنی توحید کو تو وہ نہین انس کرتا ہے مبتدع سے اور نہین
بیٹہتا ہے ساتھ مبتدع کے اور نہین کہاتا ہے ساتھ مبتدع کے اور نہین پیتا ہے ساتھ مبتدع کے
اور ظاہر کرتا ہے اوس مبتدع سے اپنی طرف سے عداوت اور جو مداہنت کرتا ہے ساتھ مبتدع کے
چھین لیتا ہے اللہ تعالے اوس سے شیرینی ایمان کی اور جو دوستی رکھتا ہے مبتدع سے نکال
لیتا ہے اللہ نور ایمان کا اوسکے دل سے یعنی مرد صحیح الایمان کو چاہیئے کہ ساتھ اہل بدعت کے
انس نکرے اور ہم نشین اور ہم کاسہ اور ہم پیالہ اونکا نہو اور جو ساتھ اہل بدعت کے دوستی پیدا کرے
نور ایمان کا اور اونکی شیرینی اوس سے لی لین انتہی اور جناب سید احمد خان صاحب نے تبیین
صفحہ مین لکھا ہے کہ قرآن مین لفظ اہل کتاب کا آیا ہے اوس سے یہود اور نصاری مراد ہین اور

اور اس آیت مین بھی جو لفظ الذین اوتوا الکتاب آیا ہے اوس سے بھی یہود و نصاریٰ مراد ہین چنانچہ بیضاوی
مین لکھا ہے و یعم الذین اوتوا الکتاب الیہود والنصاریٰ انتہیٰ سو مقصود مورد شبہ اوسکا یہ نہین
ہے کہ اطلاق اہل کتاب کا اس زمانہ کے انگریزون پر صحیح نہین ہے اور اس قسم کے مذہب والے زمان
نزول قرآن مین موجود نہ تھے بلکہ مراد مورد کی یہ ہے کہ الذین اوتوا الکتاب سے جو طعام الذین اوتوا
الکتاب مین ہے نصاریٰ اس مذہب والے خارج ہین اور مراد اس آیت مین وہ اہل کتاب ہین کہ
جنکی عادت تسمیہ کے وقت ذبح کی تھی اور وہ موحدین یہود و نصاریٰ مین سے تھے سو یہود تو
اب سب توحید ہی کے قائل ہین اور عزیر کی الوہیت سے منکر اور اونکے عقاید مین اور مسلمانون کے
عقاید مین نسبت حضرت عزیر کے کچھ فرق نہین ہے اور نصاریٰ کے بھی بعض فرقے موحد ہین لیکن
اکثر فرقے نصاریٰ کے ابنیۃ مسیح کے قائل ہین اور قول بیضاوی کا کچھ منافی کلام مورد کے نہین ہے کہ
مقصود بیضاوی سے تعمیم اہل کتاب نسبت یہود اور نصاریٰ سے دونو نوع کی ہے نہ نسبت اصناف دونو
نوع کی سو مورد تعمیم اول کا قائل ہے اور تعمیم ثانی سے منکر باقی صفحہ ۱۳ مین جو کشاف سے نقل کیا ہے
وقیل ہی جمیع المطاعم ویستوی فی ذلک جمیع النصاریٰ انتہیٰ سو وہ مقولہ قائل قیل کا ہے مورد اوسکو
تسلیم نہین کرتا ہے اگر مورد تقلید علما کی کرتا ہوتا تو اوسکو یہ بھی گنجایش تھی کہ کہتا الذین اوتوا الکتاب سے
مراد وہ اہل کتاب ہین کہ جو ایمان لاتے ہین اونہین سے ہے جیسا کہ عبداللہ بن عمر نے والمحصنات من الذین
اوتوا الکتاب مین فرمایا ہے مسلمان مومنین اہل کتاب کے کہانے مین شبہہ کرتے تھے لہذا اللہ تعالیٰ نے
فرمایا کہ اونکا کہانا تمکو حلال ہے اور تمہارا کہانا اونکو حلال ہے اور غالباً منکر تقلید اسکا جواب وہ ہو سکتا
مگر قصہ زیر و بنی یہود یہ سے ہو گو وہ اوسکے جواب مین کہتا کہ یہ قصہ نزول الآن احل لکم سے پہلے کا ہے یا کہتا
کہ اوسنے ذبح مسلمانون کا لیا ہے گو مراد اس سے امر بالذبح ہی اور جس روایت مین کہ نسبت ذبح ہی اوسکی طرف ہو وہان مجاز
ہے اور اوس سے امر بالذبح ہے اور یہی اوسکو گنجایش تھی کہ کہتا آیت وطعام الذین اوتوا الکتاب الآن احل لکم منسوخ ہے اور سید احمد خان
صاحب نے جو صفحہ ۲۸ مین لکھا ہے جو لوگ اپنے تئین حضرت موسیٰ یا حضرت عیسیٰ کے امت
مین سمجھتے ہین یا اونکا تابع جانتے ہین اور اپنے تئین یہودی یا عیسائی کہتے ہین گو اونکے افعال
اور عقاید کیسے ہی ہون سب اونہین مین داخل ہین جن پر کتاب اوتری تھی انتہیٰ سو مورد شبہہ
اہل کتاب ہے اول اونکا داخل ہونا ہی اور عیسائیون کو تمہین کچھ میرے قول کے منافی نہین ہے مراد میری عدم

داخل ہان اگر یہ دیکہا اون اہل کتاب میں جنکا ذکر طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم میں ہے دوسرے توریت اور انجیل
مین جو احکام منصوص ہین بلا تاویل اونکے ماننے والے کو یہودی اور نصرانی کہین ہین تو صابیوں اور جو بیان ہو چکا
داخل کرنا ممنوع ہے جیسے قرآن کے احکام کا ماننے والے اور اونکے حلال کو حرام اور حرام کو حلال بتاویل
تاویل جاننے والے کو مسلمان اور محمدی ہونا ممنوع ہے دیکہو ایک تفسیر نے ذبایح بنی تغلب کو کہ عرب کے
نصاریٰ میں سے تھے حرام کہا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے لا تاکلوا ذبایح نصاریٰ بنی
تغلب فانہم لم یتمسکوا من النصرانیۃ بشیء الا بشرب الخمر یعنی نہ کہاؤ ذبایح نصاریٰ بنی تغلب کے
کیونکہ اونہوں نے نہین تمسک کیا ہے نصرانیت سے ساتہہ کسی چیز کے سوا اسکے پینے شراب کے
اور جناب سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ ۱۲ مین لکہا ہے کہ ہمارے بیان سے فقہا پہلے
اونہین نصاریٰ کے ذبیحہ کو حلال بتایا ہے جو تثلیث کے قائل ہین اور صاف اوسکی تصریح کر دی
ہے کہ اگر نصاریٰ وقت ذبح کے تصریح کہین بسم اللہ الذی ثالث ثلثۃ تو وہ ذبیحہ حرام ہوگا
ورنہ حلال لیتے سو اول اقوال فقہا کے آپس مین مختلف ہین سب فقہا کا یہ قول نہین ہے کہ قائلین
تثلیث کا ذبیحہ حلال ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا دوسری اس تصریح فقہا سے یہ نہیں پایا جاتا ہے کہ
کہ جو نصاریٰ تثلیث کے قائل ہین اونہین کا ذبیحہ حلال ہے جو اوس سے پایا جاتا ہے سو یہ
ہے کہ جو وقت ذبح کے اظہار تثلیث کرے اوسکا ذبیحہ نہ کہانا چاہیے کہ اوسکا معتقد تثلیث ہونا
معلوم ہو گیا ہے اور جو وقت ذبح کے اظہار تثلیث نہ کرے اوسکو محمول اوپر اعتقاد توحید کے کر کے
اوسکا ذبیحہ حلال سمجہہ لینا چاہیے اور جناب سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ
مین لکہا ہے کہ طعام کے معنی لغت مین گیہون کے اور تمام کہانے کی چیزوں کے ہین گو مثبت ہوں یا غلہ
ہو مگر اہل کتاب کے غلہ مین اور اونکے پاس جو گوشت ہو اوسکے حلال ہونے مین تو کچہ شبہہ تہا ہی
نہین بلکہ اگر شبہہ تہا تو اس بات مین شبہہ تہا کہ جس حلال جانور کو اہل کتاب نے ذبح کیا ہو اوسکا
گوشت بہی حلال ہے یا نہین اور آیت وطعام الذین اوتوا الکتاب اوسیکی حلت کے لیے نازل ہوئی
ہے اسی لیے تمام مفسرین نے طعام کے معنی اہل کتاب کا ذبایح اور تمام کہانیکی چیزین لی ہین انتہی
سو اسمین کئی وجہ سے کلام ہے اول طعام کے معنی لغت مین گوشت کے کتب لغت سے نہین
معلوم ہوتے ہین ان لغت مین طعام کے معنے گیہون کے ہین یا کل حبوب اور غلات کے جو

اور تمام کھانے کی چیزوں سے ہے جس سے کذب اس قول کا کہ تمام مفسرین نے طعام کے معنی اہل کتاب کا ذبیحہ
اور تمام کھانے کی چیزیں لیں ہیں عبارت تفسیر نیشاپوری سے جو خود جناب سید احمد خان
صاحب نے اسی صفحہ میں نقل فرمائی ہے ظاہر ہے کیونکہ طعام سے ذبائح اور تمام کھانے کی چیزیں
بعض مفسرین نے مراد لیں ہیں جیسے کہ جو اور فاکہ وغیرہ بعض ائمہ زیدیہ نے مراد لیا ہے اور اکثر مفسرین
نے صرف ذبائح مراد لیے ہیں عبارت تفسیر نیشاپوری کی یہ ہے الاکثرون علی ان المراد بالطعام الذبائح
لان ما قبل الآیة فی بیان الصید والذبائح ولان ما سوی الصید والذبائح محللة قبل ان کانت لاہل الکتاب وبعد
ان صارت لهم فلا تبقی لتخصیصها فائدة وعن بعض ائمة الزیدیة ان المراد هو الخبز والفاکهة بالاحتیاج منه الی الذکاة
وقیل انه جمیع المطعومات یعنی اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ مراد ساتھ طعام کے ذبائح ہیں اسلئے کہ ما قبل آیت صید اور ذبائح
میں ہے اور اسلئے کہ ماسوا صید اور ذبائح کے حلال ہیں پہلے اس سے کہ اہل کتاب کے تھے اور بعد
اسکے کہ اہل کتاب کے ہو جائیں تو تخصیص باقی ہے انکی تخصیص کے لیئے فائدہ اور منقول ہے
بعض ائمہ زیدیہ سے کہ مراد طعام سے روٹی اور میوا اور جو محتاج ذکاة نہ ہو ہے اور کہا گیا ہے کہ طعام سارے
مطعومات ہیں اور تفسیر کبیر میں مرقوم ہے وفی المراد بالطعام وجوہ ثلثة الاول انه الذبائح یعنی کلی
لنا اکل ذبائح اہل الکتاب فاما المجوس فقد سن بهم سنة اہل الکتاب فی اخذ الجزیة منهم دون اکل ذبائحهم و
نکاح نسائهم وعن علی رضی الله عنه انه سئل عن ذبائح نصاری بنی تغلب فقال لا تاکلوا لانهم لیسوا علی
النصرانیة ولم یاخذوا منها الا شرب الخمر وبه اخذ الشافعی وعن ابن عباس انه سئل عن ذبائح نصاری العرب
فقال لا بأس به وبه اخذ ابو حنیفة والوجه الثانی ان المراد هو الخبز والفاکهة وما لا یحتاج فیه الی الذکاة وهو منقول
عن بعض ائمة الزیدیة والثالث ان المراد جمیع المطعومات والاکثرون علی القول الاول ورجحوا ذلک بوجوه
اور مراد میں ساتھ طعام کے تین وجہیں ہیں وجہ پہلی یہ ہے کہ طعام ذبائح ہیں یعنی حلال ہے ہمکو کھانا
ذبائح اہل کتاب کا اور اہل مجوس سو جاری رکھا گیا ہے ساتھ انکے طریقہ اہل کتاب کا اخذ جزیہ میں اور نہ
کھانے میں انکے ذبیحہ کے اور نکاح کرنے میں انکی عورتوں سے اور روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ
سے کہ سوال کیے گئے ذبائح نصاری بنی تغلب سے سو کہا انہوں نے کہ نہ کھاؤ ذبائح نصاری
بنی تغلب کے اسلئے کہ نصاری بنی تغلب نہیں ہیں نصرانیت پر اور نہیں لیا ہے انہوں نے
نصرانیت میں سے مگر پینے شراب کو اور ساتھ اسیکے اخذ کیا ہے امام شافعی نے اور روایت ہے

ابن عباس سے کہ جو سوال کئے گئے ذبایح نصاری عرب سے سو کہا اونہون نے کہ نہین درست ہے
اونکے ذبایح کے کہانے مین اور ساتہہ اسکے اخذ کیا ہے امام ابو حنیفہ نے اور وجہ ثانی یہ ہے کہ مراد
طعام سے روٹی اور میوہ ہے اور جو چیز کہ نہ احتیاج ہو اوسمین طرف ذکاۃ کے اور یہ منقول ہے بعض ائمہ زیدیہ
سے اور وجہ تیسری یہ ہے کہ مراد طعام سے سارے کہانے کی چیزین ہین اور اکثر مفسرین پہلے قول پر
ہین اور ترجیح دیا ہے علمانے اس قول کو چند وجہون سے اور جناب سید احمد خان صاحب
نے جو صفحہ ۱۳ مین عبارت تفسیر نیشاپوری کو یون نقل کیا ہے وعن بعض ائمۃ السریہ
ان المراد ہو الخبز والفاکہۃ وما لا یحتاج منہ الذکاۃ انتہی اور پہر ترجمہ اوسکا حاشیہ پر یہ لکہا کہ سر اسمین یہ ہے
کہ مراد طعام سے صرف روٹی اور میوہ اور وہ چیز ہے کہ حاجت اونکے ذبح کی نہین ہے انتہی
لطف کی بات ہے کہ ائمہ الزیدیہ کو ائمہ السریہ پڑہ کر ترجمہ اوسکا یہ کر دیا کہ سر اسمین یہ ہے اور کچہ مطلب کو نہ سمجہا
کر کیا ہے اور جناب سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ ۱۵ مین لکہا ہے کہ وہی قصائی
اور وہی ذبایح جو ہمارے کہانے کے لئے جانور ذبح کرتے ہین وہی انگریزون کے یہان ذبح کیا ہوا گوشت دیتے
ہین انتہی سو ہمارے قصائیون کے گوشت دینے سے یہ لازم نہین آتا ہے کہ یہ گوشت پکا
ہوا وہی ہمارے قصائیون کا دیا ہوا ہو کیونکہ اونکے یہان کا گوشت مقصود گوشت ہمارے قصائیون
کے دئے ہوئے پر نہین ہے اونکے یہان گوشت سور کا بہی پکتا ہے اور وہ ہمارے قصائیون کا دیا ہوا
یا جنس ہم نہین ہوتا ہے تو جیسے سور کا گوشت اونکے یہان کا دیا ہوا پکتا ہے ویسے ہی چوٹ
سے اور گلا گہونٹ کے مارے ہوئے کا اور متروک التسمیہ عمداً کا بہی گوشت اونکے یہان پکتا ہے
پہر جناب سید احمد خان نے جو اسی صفحہ ۱۵ مین لکہا ہے کہ طعام اہل کتاب بنص صریح
خدا تعالی نے ہمپر حلال کر دیا ہے اور یہ بات کہ وہ ذبح ہوا ہے یا نہین امر مشتبہ ہے اور اصول
کا مسئلہ ہے کہ یقین شبہہ سے زائل نہین ہوتا ہے انتہی سو جب کہ مراد طعام اہل کتاب
سے ذبیحہ اہل کتاب ہے تو جسکا کہ ذبح ہونا معلوم نہو وہ اوس طعام اہل کتاب سے کہ بنص
صریح خدا تعالی نے ہمپر حلال کیا ہے کیونکر ہو سکتا ہے پس ایسے طعام کی حلت کا قائل ہونا امر
مشکوک پر یقین کر کے اوسکو مورد نص ٹہیرا دینا ہے اور ہم صفحہ ۹۴ مین عبارت معالم
السنن خطابی اور تفسیر معالم التنزیل کی نقل کر چکے ہین اوس سے صاف معلوم ہوتا ہے

کہ جس جانور کا ذبح مشکوک ہوا اوسپر حکم حلت کا جاری نہین ہو سکتا ہے چہ جائیکہ عادت ان اہل کتاب کی
معلوم ہو کہ ذبح نہین کرتے ہین کہ اسصورت مین ظن مستفاد غالب حال سے مرجح جانب نا ذبح ہونیکا ہوگا
بالجملہ قائل ہونے مین ساتہہ عدم حلت اس طعام کے ازالہ کسی یقین کا شبہہ سے نہین ہے تاکہ مخالفت
قاعدہ اصول کی لازم آئے اور جناب سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ ۱۵ اور صفحہ
۱۶ مین لکہا ہے اور ابو داؤد مین باب اللحم لا یدری اذکر اسم اللہ علیہ ام لا حضرت عائشہ سے
یہ حدیث مذکور ہے انہم قالوا یا رسول اللہ ان قوما حدیثو عہد بجاہلیۃ یاتوننا بلحمان لا ندری اذکروا اسم اللہ علیہا
ام لم یذکروا انأکل منہا فقال رسول اللہ صلعم سموا اللہ وکلوا اگرچہ یہ حدیث نومسلمون کے باب مین ہے
لیکن جب اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا گوشت کہانا ایسا ہی درست ہے جیسا کہ مسلمان کا تو اوسوقت اوس بات
کے نہ معلوم ہونے سے کہ آیا موجب قاعدہ کے ذبح ہوا ہے یا نہین اوسکا کہانا ناجائز نہین ہے
[illegible] سو فہم سکیے ۔ ذبیحہ اہل کتاب کا حلال ہونا مانند ذبح کئے ہوئے مسلمان کے مسلم ہے لیکن
اسوقت کہ ذبح ہونا اوسکا موافق قاعدہ اہل اسلام کے معلوم ہو اور جب کہ اوسکا ذبح ہونا بقاعدہ اسلام معلوم
نہو تو وہ مانند ذبح کئے ہوئے مسلمان کے کیونکر ہو سکتا ہے مسلمان کا ذبح کیا ہوا تو ہر حال بصورت عدم
علم خلاف حکم طریقہ اسلامی پر محمول ہوگا کہ مسلمان کے فعل کو حتی الامکان محل صحیح پر حمل کرنا چاہئیے لہذا ابن عبد البر
نے اس حدیث عائشہ رض کی شرح مین لکہا ہے فیہ ان ما ذبحہ المسلم یوکل ویحمل علی انہ سمی لان المسلم لا یظن بہ
فی کل شیء الا الخیر حتی یتبین خلاف ذلک ذکرہ ابن حجر فی فتح الباری اس حدیث مین ہے کہ جو جانور حلال
کہ ذبح کیا ہوا اوسکا مسلمان نے کہایا جاوے اور حمل کیا جاوے اسپر کہ اوس مسلمان نے نام اللہ کا وقت
ذبح کے ذکر کر لیا ہوگا اسلئے کہ مسلمان کے ساتہہ گمان نہ کیا جاوے کسی کام مین مگر نیک تا آنکہ ظاہر ہو
خلاف اوسکا ذکر کیا ہے اسکو ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح البخاری مین اور بعض
علما نے کہا ہے کہ شاید آنحضرت ص کو حال اون نومسلمون کے تسمیہ کا معلوم ہو اگرچہ سائلین کو معلوم
نہ تہا لہذا آنحضرت نے اونکے لائے ہوئے گوشت کی کہانیکا حکم فرمادیا ابن جوزی نے تحقیق مین
لکہا ہے والظاہر انہم کانوا یسمون انتہی اور ظاہر یہ ہے کہ وہ نومسلم تہے ذکر کرتے نام خدا کا وقت
ذبح کے علاوہ بریں اہل کتاب کے پاس کے گوشت مین تو اشتباہ نفس ذبح مین ہے کہ آیا ذبح ہوا ہے
یا نہین اور اون نومسلمون کے گوشت لائے ہوئے مین نفس ذبح کا شک نہ تہا بلکہ صرف ذکر نام خدا او

او سکے شرک کا شبہہ تھا لہذا اسا اللین سب نے خدمت مین آنحضرت کے یون عرض کیا کہ لاندری اذکر واسم اللہ علیہا
ام لم یذکروا اور بعضون کہا کہ لاندری اذبحوہا ام لم یذبحوہا اور متروک التسمیہ مختلف فیہ بخلاف غیر مذبوح کی کہ بالاجماع
حرام ہے اور مجمل عبارت عالمگیری جو صفحہ ۲۸ مین منقول ہے وہ جانور ہے کہ مذبوح ہونا اوسکا بقاعدہ
شرعیہ معلوم ہو صرف تسمیہ کا شبہہ ہو اور وہ اہل کتاب ہین کہ جنکی عادت ذبح اور تسمیہ کی ہو نہ یہ نصاریٰ کہ عادت
انکی ذبح اور تسمیہ کی نہین اور جناب سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ ۱۲۱ اور صفحہ ۲۷ مین
لکہا ہے اہل کتاب کا ذبیحہ ہمارے لئے خدا تعالے نے حلال کیا ہے پس جسطرح کہ اون کے
نزدیک اور اونکے مذہب مین جانور کے ذکاۃ درست ہے وہی اونکا ذبیحہ ہے اور اوسیکا کہانا ہم
مسلمانون کو حلال ہے یہان تک کہ اگر اہل کتاب کسی جانور کی گردن توڑ کر مار ڈالنا یا سر پہاڑ کر مار ڈالنا ذکاۃ
سمجہتے ہون تو ہم مسلمانون کو اوسی کا کہانا درست ہے انتہے سو خدا تعالی نے طعام اہل کتاب کا حلال
کیا ہے اور علمائے اہل سنت نے طعام سے ذبیحہ مراد رکہا ہے اور ذبح کے معنے وہی مراد ہین
جو شرع اسلامی مین ہین نہ کچہ اور معنی اگرچہ نصاریٰ اون معنی کو ذبح کہتے ہون جیسے کہ نکاح عورت کتابیہ
سے اوسی معنی کر حلال ہے کہ جو معنی شرع اسلامی مین نکاح کے ہین نہ کسی اور معنی کر اگرچہ نصاری اوسکو نکاح
سمجہتے ہون تا ملین جیسے نکاح مسلمان کا کتابیہ سے بدون ارکان اور شروط نکاح اسلامی کے جائز نہین ہے
ویسے ہی مسلمان کو کہانا ذبیحہ اہل کتاب کا بدون شروط اور ارکان ذبح اسلامی کے جائز نہین ہے اور جیسے خدا تعالی
نے ذبیحہ اہل کتاب اہل اسلام کے لئے آیت کریمہ طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم سے حلال کیا ہے ایسے ہی
خدا تعالی نے جو ساتھ نام غیر خدا کے ذبح کیا جائے یا گردن توڑ کر یا چوٹ سے سر توڑ کر مارا جائے اوسکو
اہل اسلام کے لئے آیت کریمہ حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اہل لغیر اللہ بہ والمنخنقۃ والموقوذۃ
سے حرام فرمایا ہے یعنے حرام کیا گیا ہے تمپر مردہ جانور اور خون اور گوشت سور کا اور جو ساتھ نام غیر خدا
کے ذبح کیا گیا اور گلا گہونٹ کر مارا گیا اور چوٹ سے مارا گیا شیخ الاسلام احمد بن عبد الحلیم حنبلی نے کتاب
نفی مشابہت کفار مین لکہا ہے فلما تعارض العموم الحاظر وہو قولہ تعالے وما اہل لغیر اللہ بہ والعموم المبیح وہو
قولہ تعالی طعام الذین اوتوا الکتاب اختلف العلماء فی ذلک والاشبہ بالکتاب والسنۃ ما دل علیہ اکثر کلام
احمد من الحظر وان کان من متاخری اصحابنا من لم یذکر ہذہ الروایۃ بحال وذلک لان عموم قولہ تعالی وما اہل لغیر اللہ
بہ وما ذبح علی النصب عموم محفوظ لم تخص منہ صورۃ بخلاف عموم طعام الذین اوتوا الکتاب فانہ یشترط لہ

ذبیحة الزکاة ابیحة فلو ذکی الکتابی فی غیر المحل المشروع لم تبح ذکاته و لان غایة الکتابی ان یکون ذکاته کالمسلم
المسلم لو ذبح باسم غیر الله لم تبح و ان کان یکفر بذلک فکذلک الذمی لان قوله و طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم
و طعامکم حل لهم سواء و هم ان کانوا یستحلون هذا و نحن لا نستحله فلیس کل ما استحلوه یحل لنا و لانه قد تعارض دلیلان حاظر
و مبیح فالحاظر اولی و لان الذبح لغیر الله و باسم غیره قد علمنا یقینا انه لیس من دین الانبیاء علیهم السلام فهو من الشرک
الذی احدثوه فالمعنی الذی لاجله حلت ذبائحهم منتف فی هذا یعنی سو جبکه متعارض ہتا عموم حاظر اور وہ قول اللہ تعالیٰ
کا وما اہل لغیر اللہ بہ ہے اور عموم مبیح اور وہ قول اللہ تعالیٰ کا وطعام الذین اوتوا الکتاب ہے مختلف ہوے
اہل علم بیچ اوسکے ساتھ کتاب اور سنت کے وہ ہے کہ دلالت کرتا ہے اوپر اکثر کلام امام احمد کا حرمت پر
اگرچہ متاخرین اصحاب ہمارے سے وہ ہے کہ نہیں ذکر کیا ہے اونہی نے اس روایت کو بیچ ملا اوسکے پس تحریم
حرمت کا اسلئے ہے کہ عموم قول اللہ تعالیٰ وما اہل لغیر اللہ بہ اور ما ذبح علی النصب سے کہ عموم محفوظ ہے نہیں
تخصیص کیے گئے ہے کوئی صورت بخلاف عموم طعام الذین اوتوا الکتاب کے کہ تحقیق طعام اہل کتاب
کا شرط ہے اوسمین ذکاۃ مبیحہ سو اگر ذبح کیا کتابی نے غیر محل شروع مین نہ مباح ہوگی ذکاۃ اوسکی اور گوشت
کے کہانیکو اور اسلئے کہ نہایت درجہ کتابی کا یہ ہے کہ ہو ذکاۃ اوسکی مانند ذکاۃ مسلمان کے اور مسلمان اگر
ذبح کرے واسطے غیر خدا کے اور ذبح کرے ساتھ نام غیر خدا کے نہ مباح ہوگا ذبیحہ اوسکا اگرچہ کافر ہو جائیگا
مسلمان ساتھ اسکے سو اسیطرح ذمی ہے کہ نہ مباح ہوگا ذبیحہ اوسکا اگر ذبح کرے واسطے غیر خدا کے یا ساتھ نام
غیر خدا کے اسلئے کہ قول اللہ تعالیٰ کا وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم اور وطعامکم حل لہم برابر ہیں اور وہ اگرچہ حلال
جانتے ہیں اسکو اور ہم نہیں حلال جانتے ہیں اسکو پس نہیں ہے کہ جو حلال جانیں وہ اوسکو وہ حلال ہو ہمارے لئے اور اسلئے
کہ تحقیق متعارض ہوئے ہیں دو دلیلیں حاظر اور مبیح پس حاظر اولے ہے اور اسلئے کہ ذبح واسطے غیر
خدا کے اور ساتھ نام غیر خدا کے تحقیق جان چکے ہیں ہم یقینا کہ وہ نہیں ہے انبیا کے دین سے لیکن وہ
شرک میں سے ہے کہ احداث کیا ہے اوسکو اونہوں نے پس وہ معنی کہ جسکے سبب سے حلال ہوتے ہیں
اونکی ذبیحے منتفی ہیں اسمین اور جناب سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ ۱۸ مین لکھا ہے
کہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے قال فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ فنسخ
و استثنی من ذلک فقال طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم و طعامکم حل لہم اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے
کہ اہل کتاب کی ذبح مین موافقت ہماری قواعد ذبح کے شرط نہیں ہے انتہے سو اس قول ابن عباس سے

یعنی ذبیحہ اہل کتاب کی ذبح میں موافقت ہمارے قواعد ذبح کی شرط نہین ہے بلکہ یہ نکلتا ہے کہ تسمیہ ذبح میں شرط نہین ہے کہ ذابح کتابی ہو یا مسلم
جیسا کہ مذہب ابن عباس کا ہے کہ متروک التسمیہ مطلقا عمدا ہو یا سہوا اونکے نزدیک حلال ہے سو یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے
سوا اسکے دو قول اور ہین قول محمد بن سیرین اور نافع اور شعبی وغیرہم کا یہ ہے کہ متروک التسمیہ مطلقا سہوا
ہو یا عمدا حرام ہے اور قول متوسط بین القولین یہ ہے کہ متروک التسمیہ عمدا حرام ہے اور متروک التسمیہ سہوا
حلال ہے عینی نے **صحیح البخاری** کے شرح مین لکھا ہے مذہب مالک والثوری وابو
حنیفہ واصحابہم الی ان ترکہا ان کان عامدا لم یحل وان کان ترکہا ساہیا اکلت قال ابن المنذر وھو قول ابن
عباس وابی ہریرۃ وابن المسیب والحسن بن صالح وطاؤس والحسن بن ابی الحسن وعبد الرحمن بن ابی لیلی وجعفر
بن محمد والحکم وربیعہ واحمد واسحق گئے ہین مالک اور سفیان ثوری اور ابو حنیفہ اور اصحاب انکے اوسکے طرف کہ ترک
تسمیہ کا اگر ہو عامدا نہ کہایا جاوے اور اگر ہو ترک اوسکا ساہیا کہایا جاوے کہا ابن المنذر نے اور یہی قول ہے
ابن عباس اور ابی ہریرہ اور ابن المسیب اور حسن بن صالح اور طاؤس اور حسن بن ابی الحسن اور عبد الرحمن بن ابی
لیلی اور جعفر بن محمد اور حکم اور ربیعہ اور احمد اور اسحق کا اور امام نووی نے شرح **صحیح مسلم** مین
لکہا ہے وقال قوم لا یحل الا ان یسموا اللہ تعالی یعنی اور کہا ایک قوم نے کہ نہین حلال ہین ذبائح اہل کتاب کی
مگر یہ کہ ذکر کرین اہل کتاب وقت ذبح کے نام خدا کا اور مروی ہے حضرت علی اور حضرت عایشہ اور عبد اللہ بن عمر
سے جیسا کہ ذکر اوسکا آچکا ہے تفسیر **ابن الکمال** سے اور یہی ہدایہ اور **شرح کنز** زیلعی اور
رد المحتار سے مذکور ہو گیا ہے کہ ترک تسمیہ مین مسلمان اور کتابی دونون برابر ہین متروک التسمیہ عمدا جیسے مسلمان
کا حلال نہین ہے ویسے ہی کتابی کا حلال نہین ہے علاوہ ہرین اس قول ابن عباس مین سوا تسمیہ کے
اور قواعد ذبح سے کچھ تعرض نہین ہے پس اگر فرض کیا جائے کہ ابن عباس کے نزدیک موافقت اہل
کتاب کی ساتھ ہمارے تسمیہ مین نہین ہے جب بھی ابن عباس کی حدیث مین یہ نہین ثابت ہوتا ہے
کہ اہل کتاب کے ذبح مین موافقت ہمارے قواعد ذبح کی سوا تسمیہ کے شرط نہین ہے اور جناب
سید احمد خان صاحب نے جو **صفحہ ۱۶** اور **صفحہ ۱۸** مین لکھا ہے کہ جو
احکام حلال و حرام کے ہمارے مذہب مین ہین اہل کتاب اونکے مکلف نہین ہین بلکہ وہ صرف
ایمان لانے کے مکلف ہین پس جبکہ اہل کتاب کا ذبیحہ خدا تعالی نے ہمکو حلال کر دیا ہے تو ہم اوس
پر شرط کسی طرح لگا نہین سکتی کہ جسطرح ذبح کا حکم مسلمانون کے لئے ہے اوسیطرح وہ بھی ذبح کیا کرین

اسکے سوا وہ اوپر مذکور ہوچکا ہے کہ جو احکام حلال او حرام کے ہمارے دین میں مذہب مسیح او ہمارے کفار
نہیں اونکے متعلق نہیں دوسرے اگر فرض کیا جاوے کہ کفار سوا ایمان کے اور سب حکم کے
مکلف نہین تو اہل اسلام تو مکلف اپنے دین کے احکام کی رعایت کے ہیں منخنقہ اور موقوذہ اور ما اہل لغیر اللہ ہمارے دین میں
حرام ہے اور بموجب حکم الا ما ذکیتم حلال منحصر مذکی بذکاۃ شرعی میں اور کھانے بھی اور طعام اہل کتاب جو حلال
ہے اپنے عموم اور اطلاق پر نہین ہے بلکہ مراد اوس سے ذبائح بذبح شرعی میں اور غیر مذبوح بذبح شرعی ہمارا
حرام ہے ذبائح کتابی ہو یا مسلمان اگر اختلاف ہے تو متروک التسمیہ میں ہے نہ غیر مذبوح میں اور جناب
سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ ۸ مین لکھا ہے کہ بعضے روایتوں میں آیا ہے
کہ اہل کتاب حضرت مسیح کا نام لیکر ذبح کرین تو بھی اوسکا کھانا درست ہے انتہی یہ روایت مطرود ہے
بسبب ما اہل لغیر اللہ بہ کے لہذا جمہور اس روایت کے مخالف ہیں نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہا
ہے فاما اذا ذبحوا علی اسم المسیح او کنیسۃ او نحوہا فلا تحل تلک الذبیحۃ عندنا و بہ قال جماہیر العلماء یعنی جب ذبح
کرینگے اہل کتاب مسیح کے نام پر یا گرجا یا اوسکے مانند پر نہین حلال ہے یہ ذبیحہ اور ساتھہ اسکے قائل ہیں جمہور
علما اور فتاوی قاضی خان میں مرقوم ہے ذبیحۃ الیہودی والنصرانی حلال وان کان مرئیا الا
ان یسمی علیہ بالمسیح فاذا سمع منہ ذلک لا یحل فانہ اہل بہ لغیر اللہ یعنی ذبیحہ یہودی اور نصرانی کا حلال ہے اگرچہ
ہو حربی مگر یہ کہ نام لے وقت ذبح کے اوپر مسیح کا پس جب سنا جاوے اوس سے یہ نہین حلال ہے
اسلیئے کہ یہ داخل ہے ما اہل لغیر اللہ بہ مین اور جناب سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ
۱۹ سے صفحہ ۲۳ تک تفسیر ابن العربی اور معیار سے نقل کیا ہے کہ محصل اوسکا یہ ہے
کہ ذکاۃ اسلامی ذبیحہ اہل کتاب کے حلت کے لیے شرط نہین ہے سو وہ قابل التفات اور لائق اعتبار کے
نہین ہے دو وجہ سے اول یہ قول صرف ابن العربی مالکی اور اوسکے اتباع کا ہے اور صرف قول
اوسکا لائق اعتماد کے نہین ہے کہ اکثر اقوال میں ابن العربی منفرد ہے اور مخالف اجماع کے چنانچہ اوسکی
شذوذات میں سے ہے وہ جو ابن حجر مکی نے شرح ہمزیہ میں ذکر کیا ہے کا ابن العربی المالکی فانہ نقل عنہ
ما یقشعر منہ الجلد انہ قال لم یقتل یزید الحسین الا بسیف جدہ ای لانہ بخلیفۃ والحسین باغ علیہ والبیعۃ سبقت
لیزید ویکفی فیہا بعض اہل الحل والعقد وبیعتہ کذلک اور مانند ابن عربی مالکی کے اسلیئے کہ نقل کیا گیا ہے
اوس سے وہ جس سے بال کھڑے ہوتے ہیں کہا بیشک کہا اوسنے نہین قتل کیا یزید نے حسین کو مگر ساتھ

تلوار کے اونکے نانا کے یعنی اسلئے کہ یزید خلیفہ تہا اور حسین بغاوت کرنیوالے تہے یزید پر اور بیعت بہلی ہو چکی تہی یزید کے لئے اور کافی ہین بیعت خلافت مین بعض اہل حل و عقد اور بیعت یزید کی ایسی ہی تہی یا دوسرے یہ قول ابن العربی کا یعنی مخالف اجماع کے ہے کیونکہ ذکاۃ اختیاری بالاجماع ذبح اور نحر مین منحصر ہے جیساکہ فتح الباری مین مذکور ہو گیا ہے اور مروڑ کے یا چوٹ سے مار ڈالنے کو لغت یا عرف یا شرع مین ذبح یا نحر نہین کہتے ہین بلکہ پہلے کو خنق کہتے ہین اور دوسرے کو وقذ اور منخنقہ اور موقوذہ دونون بہ نص قطعی حرام ہین اور حلال منحصر ہے ذکاۃ اسلامی مین بدلیل الا ما ذکیتم کے ہدایہ مین ہے الذکاۃ شرط حل الذبیحۃ لقولہ تعالی الا ما ذکیتم یعنی ذکاۃ شرط ہے حلال ہونے ذبیحہ کے لئے بسبب قول اللہ تعالی الا ما ذکیتم کے ابن مالکی نے اپنے امام کی بہی پیروی کو چہوڑ دیا ہے میزان شعرانی مین قوم ہے قول مالک انہ لو ذبح بعیرا او نحر شاۃ من غیر ضرورۃ لم یوکل یعنی قول امام مالک کا یہ ہے کہ اگر ذبح کیا ہو اونٹ کو یا نحر کیا ہو بکری کو بیدون ضرورت کے تو نہ کہایا جاوے پہر اسکے وجہ اوسی میزان مین یون مرقوم ہے وجہ التحریم انہ ذبح غیر مشروع وکل عمل لم یوافق الشریعۃ فہو غیر صحیح فلا تحل اور وجہ حرام کرنے کی یہ ہے کہ یہ ذبح غیر مشروع ہے اور جو عمل نہ موافق ہو شریعت کے تو وہ غیر صحیح ہے پس نہ حلال ہوگا اور بہی میزان شعرانی مین مسطور ہے قول مالک یجب قطع ہذہ الاربعۃ وہی الحلقوم والمری والودجان یعنے قول مالک ہے کہ واجب ہے ذکاۃ مین کاٹنا ان چار رگون کا اور وہ رگین ایک حلقوم ہے کہ جس مین سانس چلتی ہے اور ایک مری ہے کہ جس مین کہانا اور پانی جاتا ہے اور دو شہ رگ ہین کہ جسمین خون بہتا ہے اور جناب سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ ۲۳ مین لکہا ہے اور یہ بات منقح ہو چکی ہے کہ اگر کوئی شخص مقلد کسی ایک امام کا آئمہ اربعہ مین سے کسی ایک خاص مسئلہ مین کسی دوسرے امام کی تقلید کرلے تو کچہ نقصان نہین ہے خصوصاً ایسی صورت مین کہ اوسکے نص صریح اوسکے مذہب مین موجود نہو پس ایسی روایت پر مذاہب اربعہ کے مقلد عمل کر سکتے ہین انتہے سو تقلید کرنے مقلد ایک امام مین دوسرے امام کے کسی ایک خاص مسئلہ مین تفصیل ہے اور کلام طویل ہے بجاے خود مذکور ہے لیکن عموماً اوسکا ناجائز ہونا منقح نہین ہے قائل ہونا حلت لینے جانور کا کہ گردن مروڑ کر یا چوٹ سے اہل کتاب نے مارا ہو کسی دوسرے امام کی تقلید نہین ہے بلکہ سب اماموں کا اور نص قطعی کا خلاف ہے پس ایسی روایت پر مقلد مذاہب اربعہ کیا کوئی مسلمان عمل نہین کر سکتا ہے حرمت منخنقہ اور موقوذہ اور ما اہل بہ لغیر اللہ منصوص قرآن ہے اور نص الا ما ذکیتم اور بالاجماع ذکاۃ شرط ہی

حلت حیوان کی کول میں اور ذکاۃ اختیاری بالاجماع منحصر ہے ذبح اور نحر میں بہرحال ذکاۃ اختیاری میں کاٹنا چون
کات شرط ہے نزدیک بعض کے دو رگوں کا اور نزدیک بعض کے تین کا اور نزدیک بعض کے چار کا اور نووی
نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے قال الشافعی واصحابه وهو الاکمل ان الشاة الا بقطع الحلقوم و
المری کلیهما ویستحب قطع الودجین ولا یشترط وهذا اصح الروایتین عن احمد وقال ابن المنذر اجمع العلماء على انه
اذا قطع الحلقوم والمری والودجین واسال الدم حصلت الذکاة قال واختلفوا فی قطع بعض هذه فقال الشافعی
یشترط قطع الحلقوم والمری ویستحب الودجان وقال اللیث وابو ثور وداود وابن المنذر یشترط الجمیع وقال ابو حنیفة
اذا قطع ثلثة من هذه الاربعة اجزاه وقال مالک یجب قطع الحلقوم والودجین ولا یشترط المری وهذه روایة عن
اللیث ایضا وعن مالک روایة انه یکفی قطع الودجین وعنه اشتراط قطع الاربعة کما قال اللیث وابو ثور وعن ابی
یوسف ثلث روایات احدیها کقول ابی حنیفة والثانیة ان قطع الحلقوم واثنین من الثلثة الباقیة حلت والا فلا والثالثة یشترط
قطع الحلقوم والمری واحد الودجین وقال محمد بن الحسن ان قطع من کل واحد من الاربعة اکثره حل والا فلا کہا شافعی
اور ان کے اصحاب اور ان کی موافقت کرنیوالوں نے کہ نہیں حاصل ہوتی ہے ذکاۃ مگر جاتہ کاٹنے حلقوم
یعنی سانس چلنے کی رگ اور مری یعنی کھانا اور پانی جانیکی رگ کے دونوں کا اور مستحب ہے کاٹنا دونوں شہ رگ کا
کہ جنمیں خون بہت ہے اور شرط نہیں ہے اور یہ صحیح تر دو روایتوں کا ہے کہ جو امام احمد سے آئی ہیں کہا
ابن المنذر نے اجماع کیا ہے علما نے اسپر کہ جب کاٹے ذابح حلقوم اور مری اور دونوں شہ رگ کو اور بہا دے
خون کو حاصل ہو جائیگی ذکاۃ کہا ابن المنذر نے اور اختلاف کیا ہے علما نے کاٹنے میں بعض ان رگوں کے
سو کہا شافعی نے کہ شرط کاٹنا حلقوم اور مری کا ہے اور مستحب ہیں دو شہ رگ یعنی کاٹنا انکا اور کہا لیث اور ابو
ثور اور داود اور ابن المنذر نے کہ شرط ہے سب یعنی کاٹنا سب چاروں رگوں کا اور کہا ابوحنیفہ نے کہ جب کاٹ دے ذابح
تین کو ان چاروں رگوں میں سے کافی ہے اسکو اور کہا مالک نے کہ واجب ہے کاٹنا حلقوم اور دو شہ رگ کا اور
نہیں شرط ہے کاٹنا مری کا اور یہ روایت لیث سے بھی آئی ہے اور مالک سے ایک روایت ہے کہ
کافی ہے کاٹنا دو شہ رگ کا اور انہیں مالک سے روایت ہے شرط ہونا کاٹنے چاروں رگوں کا جیسا کہ کہا
لیث اور ابوثور نے اور ابو یوسف سے تین روایتیں ہیں ایک ان روایات کے مانند قول ابوحنیفہ کے ہے
اور دوسری روایت یہ ہے کہ اگر کاٹ دیا ہے ذابح نے حلقوم اور دو رگوں کو تین باقی رگوں میں سے
حلال ہے ذبیحہ اور جو نہیں تو حلال نہیں ہے ذبیحہ اور تیسری روایت یہ ہے کہ شرط ہے کاٹنا حلقوم الخ

مری اور ایک رگ کا کٹ جانا شرط رگون میں سے اور کہا محمد بن الحسن نے کہ اگر کاٹ دیا ہے ذابح نے اکثر کو چار رگون میں سے حلال ہے اور جو نہین تو نہین اور جناب سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ ۳۴ مین لکہا ہے کہ جب طعام اہل کتاب کا ہمارے سامنے آیا ہے جسکو بنص صریح خدا تعالی نے حلال کر دیا ہے تو ہمکو اسبات کی تفتیش کی کہ کسنے ذبح کیا اور کیونکر ذبح ہوا ہے کچھ حاجت نہین انتہی سو جب کہ اوس نص مین کہ جس نص سے خدا تعالی نے ہمکو طعام اہل کتاب حلال کیا ہے طعام اہل کتاب سے مراد ذبائح اہل کتاب ہین اور بسبب بے احتیاطی اس ملک اور زمانہ کے اہل کتاب نصاری کے جسکا معلوم ہے کہ ذبح نہین کرتے ہین) اور کسی جانور کا گوشت ہو خواہ گلا گھونٹا ہوا ہو کہا لیتے ہین تو اہل اسلام کو جب انکی میہمانی کا گوشت پکا یا کچا سامنے آوے تفتیش اسکی بہت ضرور ہے کہ گوشت حلال جانور کا ہے یا حرام کا اور جسکا یہ گوشت ہے وہ ذبح بہی کیا گیا ہے یا نہین اور اگر ذبح کیا گیا ہے تو اوسکو کسنے ذبح کیا ہے اور جناب سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ ۳۵ مین لکہا ہے ان چیزون کا جنمین ذبح ہونا نہین مثلاً مچہلی روٹی انڈا چاول شیرینی وغیرہ انتہی سو ان چیزونکا کہانا بہی بسبب ظن ناشی غالب حال اختلاط نجاسات اور محرمات کے ناجائز ہوگا اسلئے کہ غالب حال اس ملک کے اہل کتاب انگریزیہ کی چیزون کا ہے کہانون مین اور نجس ہونا ونکے پانی اور برتنون کا اور جناب سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ ۳۶ مین لکہا ہے پس اگر ہمکو بہت احتیاط ہو تو یہی طریقہ ہمکو اہل کتاب کے ساتھ برتنا چاہیئے انتہی سو اہل کتاب کے قول معتبر ہونے مین کلام ہے اور جناب سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ ۳۶ مین لکہا ہے بموجب مذہب اہل السنۃ والجماعۃ کے مشرکین مین کوئی نجاست ظاہری نہین انتہی سو اول یہ مخدوش ہے قول ابن عباس و حسن البصری سے کہ وہ قائل ہین مشرکین کے نجاست کے تو وہ کیا اہل سنت وجماعت مین سے نہین ہین تفسیر کشاف مین ہے عن ابن عباس رضی اللہ عنہ انہم نجس العین کالکلاب وعن الحسن من صافح مشرکا توضا ابن عباس سے روایت ہے کہ مشرک نجس العین ہین مانند کتون کے اور حسن البصری سے روایت ہے کہ جو مصافحہ کرے مشرک سے وضو کرے یعنی ہاتھ دہووے دوسرے جمہور قائل اسکے ہین کہ مشرکین عین النجاست ظاہری نہین ہین نہ اسلئے کہ اون مین کوئی ظاہری نجاست نہین ہوتی ہے بلکہ تفسیر احمدی مین انما المشرکون نجس کے مرقوم ہے

امسبو علی بان المعنی انما المشرکون ذو نجس لان النجس بفتحتین عین النجاسة ولانہم لا یتطہرون ولا یغتسلون ولا یجتنبون
النجاسات فہی ملابسة لہم یعنی مصبوط سیر ہین کہ معنی آیت کے یہ ہین کہ سوا اسکے نہین کہ مشرک صاحب نجاست
ہین اسلئے کہ نجس بفتحتین عین نجاست ہے اور اسلئے کہ مشرکین نہین پاک رہتے ہین اور نہین غسل کرتے
اور نہین پرہیز رکہتے ہین نجاست سے تو نجاسات سے لگے ہوے ہین اونکو اور جناب سید احمد خان
صاحب نے جو صفحہ ۲۶ مین لکہا ہے کہ اوس سے بہت زیادہ احتمال حلوائیون کی مٹہائی اور دودہ دار
ہندون کے پکے ہوے کہانے مین ہے انتہے تو حلوائیون کی مٹہائی اور دودہ پر اس ملک مین حکم
اباحت بنا بر عموم بلوی اور دفع حرج اور قاعدہ الضرورات تبیح المحظورات کے جاری ہے چنانچہ جناب حکیم احمد
خان صاحب نے جو فتوی نام سے مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی رحمة اللہ علیہ کے صفحہ ۲۷ مین نقل کیا ہے
اوسکا بہی منشا یہی ہے لیکن قیاس اہل کتاب کے کہانیکا اوسپر صحیح نہین ہے اسلئے کہ کوئی اشد
ضرورت کہ جاری ہو اوس سے سو اسمین پائی نہین جاتی ہے اور جناب سید احمد خان صاحب نے
جو صفحہ ۳۱ مین لکہا ہے کہ یہ بات دیکہنی چاہیے کہ وہ برتن کس قسم کے ہین آیا تانبے پیتل یا شیشہ
کے ہین کہ جسمین اثر اشیای محرمہ کا اگر اونمین کہائے یا پیے گئے ہون نفوذ نہین کرتا ہے یا ایسی چیز
قسم سے ہین کہ جنمین اثر اونکا نفوذ کرتا ہے پس اگر وہ برتن قسم اول سے ہین اور دہوے ہوے ہین تو اونمین کہانا
کہانے مین خدشہ مباح اور درست ہے اور اگر وہ بہی دہوے ہین اور اونمین محرمات کہائے جاتے ہین تو صرف احتمال
یا ظن غالب ہے مگر یقین نہین اور نہ کوئی ظاہری نجاست اونمین ہے تو بغیر دہوے مین کہانا مکروہ ہے لیکن
بے احتیاطی ہے مگر حرام یا ممنوع شرعی نہین — انتہی تو اسمین کئی وجہ سے کلام ہے اول یہ کہ احادیث
مین منع کیا گیا ہے اہل کتاب اور مشرکین کے برتنون مین کہانے سے اور اونمین کسی قسم کے برتنون کی
قید نہین ہے کہ مٹی کے ہون اور تانبے اور شیشہ اور چینی کے نہون اور نہ اسکی قید ہے کہ وہی برتن ہون
کہ جنمین اونکا کہانا خنزیر کا اور پینا شراب کا تیقن ہو اور بعد حدیث ابی ثعلبہ مین جو آیا ہے کہ انہم یطبخون فی قدورہم الخنزیر ویشربون فی آنیتہم الخمر
بیان اونکی عادت کا اور اظہار اونکی حال کا ہے یہ سوال خاص اونہین برتنون کی کہ جنمین یہ سور پکاتی تہی اور شراب پیتی تہی نہین بلکہ اونکو خبر اور
تہے کچہ اجتناب نہین تہا بعض اور روایات مین بدون ذکر اونکی عادت کے بہی سوال کیا گیا ہے اور
صورت مین بہی آنحضرت صلعم نے اونکے برتنون کے نسبت ایسا ہی حکم دیا ہے چنانچہ ابن ماجہ نے اپنے
سنن مین ابی ثعلبہ خشنی سے روایت کیا ہے کہ قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت

قلت یا رسول اللہ قدور المشرکین نطبخ فیہا قال لا تطبخوا فیہا قلت فان احتجنا الیہا فلم نجد منہا بدا قال فارحضوہا
رحضا حسنا ثم اطبخوا وکلوا کہا ابو ثعلبہ خشنی نے آیا مین پاس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سو پوچہا مین نے
آپ سے کہا مین نے یا رسول اللہ ہانڈیان مشرکون کی پکاوین ہم اونمین فرمایا نہ پکاؤ اونمین کہا مین نے
پہر اگر محتاج ہون ہم طرف اونکے ہانڈیون کے اور نہ پاوین ہم اونکے سوا چارہ فرمایا دہو ڈالو اونکو خوب دہونا پہر
پکاؤ اور کہاؤ اور ترمذی نے اپنے جامع مین ابی ادریس خولانی سے روایت کیا ہے کہ کہا ابو ادریس خولانی
نے سمعت ابا ثعلبۃ الخشنی یقول اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ انا بارض قوم اہل الکتاب
نأکل فی آنیتہم قال ان وجدتم غیر آنیتہم فلا تأکلوا فیہا فان لم تجدوا فاغسلوہا وکلوا فیہا سنا مین نے ابی ثعلبہ
خشنی سے کہ کہتے تہے آیا مین پاس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سو کہا مین نے یا رسول اللہ ہم بیچ
زمین ایک قوم اہل کتاب کے ہین کہاتے ہین ہم اونکے برتنون مین فرمایا آپ نے اگر پاؤ تم اونکے
برتنونکے سوا تو نہ کہاؤ اونکے برتنون مین پہر اگر نہ پاؤ تو دہو ڈالو اونکو اور کہاؤ اونمین اور اسیطرح صحیحین مین
بہی مروی ہے ابی ثعلبہ خشنی سے بالجملہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث مین مطلق ظروف
مشرکین اور اہل کتاب مین کہانے سے منع فرمایا ہے ساتہ صیغہ نہی کے اور رخصت کو مقید فرمایا ہے
ساتہ دہونے اور نہ میسر ہونے اور برتنونکے اور اصل نہی مین جمہور کے نزدیک تحریم ہے تو در صورت پائے جانے
اور برتنون کے یا نہ دہونے کے ان احادیث سے تحریم کہانیکی اونکے برتنون مین ثابت ہے ابن حزم نے
محلی مین لکہا ہے لا یجوز استعمال آنیۃ اہل الکتاب الا بشرطین احدہما ان لا یجد غیرہا والثانی غسلہا نہین جائز ہے
استعمال اہل کتاب کے برتنون کا مگر ساتہ دو شرطون کے ایک اون دو شرطون کے یہ ہے کہ نہ پاوین ہم سوا
اونکے برتنون کے اور برتن اور دوسری شرط دہونا ہے اون برتنونکا دوسرے تانبے اور چینی اور شیشہ کے برتنو
مین کبہی نقوش ہوتے ہین یا بال پڑ جاتے ہین کہ اونمین نجس اور حرام چیز اسطرح بہر جاتی ہے کہ اوسکا دور ہونا
اور ہونے سے بیچے دشوار ہوتا ہے تیسرے آلودہ ہونا برتنون کا نجاست یا محرمات سے کچہ موقوف نفوذ پر
نہین ہے کیا تانبے یا چینی یا شیشہ کے برتنون مین جب نجس یا حرام چیز رکہی جائیگی وہ آلودہ نجاست
سے نہوگی بہر حال اہل کتاب کے برتنونکا استعمال بدون دہونے کے اس ظن سے کہ اونکو اجتناب
نجس چیزون سے نہین ہے اگر کل برتن اونکے نجس ہون تو کچہ عجب نہین ہے جائز نہین ہے
شیخ تقی الدین ابن دقیق العید نے شرح عمدہ مین بعد حدیث ابی ثعلبہ الخشنی کے لکہا ہے وفی الحدیث

مسائل الاولی انه یدل علی ان استعمال اوانی اہل الکتاب یتوقف علی الغسل وقد اختلف الفقہاء فی ذلک بناء علی تعارض

الاصل والغالب والخلاف فیمن یتدینون باستعمال النجاسة من المشرکین او اہل الکتاب کذلک والکان قد فرق بعضہم من جہة

انہم یتدینون باستعمال الخمر ویکثرون الاستعمال فالنصاری یجتنبون النجاسات ومنہم من یتدینون بالابسة کالرہبان

فلا وجہ لاخراجہم من یتدینون باستعمال النجاسات والحدیث جار علی مقتضی ترجیح غلبة الظن المستفاد من الغالب علی الظن

المستفاد من الاصل یعنی اس حدیث مین چند مسئلے ہین پہلا یہ مسئلہ ہے کہ دلالت کرتی ہے یہ حدیث او پر استعمال

اہل کتاب کے برتنون کا موقوف ہے دہونے پر اور مختلف ہوئے ہین فقہا اسمین بنابر تعارض اصل اور غالب

کے اور خلاف اونمین ہے جو دین کے راہ سے جائز سمجھتے ہین استعمال نجاست کا مشرکین میں سے اور

اہل کتاب مانند مشرکون کے ہین اگرچہ بعض نے فرق کیا ہے درمیان اہل کتاب اور درمیان مشرکون کے

اسلئے کہ اہل کتاب دین کی راہ سے جائز جانتے ہین استعمال خمر کو اور بہت رکھتے ہین اسکو بعضے سو

نصاری نہین اجتناب کرتے ہین نجاسات سے اور اونمین نصاری مین وہ ہین جو متدین ہین ساتھ ملابست

نجاسات کے مانند راہبون کے تو نہین وجہ ہے واسطے اخراج اہل کتاب بالخصوص انصاری کے اونکے

جو دین کے راہ سے جائز جانتے ہین استعمال نجاسات کو اور حدیث جاری ہے مقتضی ترجیح غلبہ ظن پر

اسلئے کہ ظن مستفاد غالب حال سے راجح ہے ظن مستفاد پر اصل سے اور فتح الباری شرح

صحیح البخاری مین بعد حدیث مذکور کے لکھا ہے فتمسک بہذا الامر من رای ان استعمال آنیة

اہل الکتاب یتوقف علی الغسل لکثرة استعمالہم النجاسة ومنہم من یتدین بالملابستہا سو تمسک کیا ہے ساتھ

اس امر کے یعنی فاغسلوا کے اوسنے کہ اعتقاد کیا ہے اسکا کہ استعمال اہل کتاب کے برتنونکا

موقوف ہے دہونے پر بسبب استعمال کرنے اونکے کے نجاست کو اور اونمین اہل کتاب مین سے

بعضے وہ ہین جو متدین ہین ساتھ ملابست نجاست مین اور نووی شرح مین مرقوم ہے والمعنی فی ذلک ان الغالب

والظاہر من حالہم اولیہم النجاسة فانہم یستحلون الخمر والمیتة ویشربون ویطبخون فی قدورہم وقصاعہم وکان الظاہر

من حالہم او ابہم النجاسة فکرہ الاکل فیہا قبل الغسل اعتبارا للظاہر کما کرہ التوضی بسور الدجاجة اعتبارا

للظاہر لانہا لا تتوقی من النجاسة فی الغالب والظاہر کما کرہ الصلوة فی سراویل المشرکین اعتبارا للظاہر فانہم

لا یستنجون کان الظاہر من حالہم اولیہم النجاسة او بسبب اسکا یہ ہے کہ غالب اور ظاہر حال مشرکون کا

برتنون مین نجاست ہے اسلئے کہ وہ حلال جانتے ہین شراب اور مردار جانور کو اور پیتے اونکو ہین

ہین اپنی ہانڈیون اور پیالون مین اور سب حال ظاہر اونکے برتنون سے نجاست پس مکروہ ہے کہانا اون مین
پینا اونمین سے واسطے اعتبار ظاہر کے جیسے کہ مکروہ ہے وضو کرنا مرغے کے جوٹہے پانی سے
بسبب اعتبار ظاہر کے اسلئے کہ مرغے نہین بچتے ہین نجاست سے پس غالب حال او ظاہر ہین جیسی کہ مکروہ
پہننا ازار یا پائجامہ مین مشرکون کے بسبب اعتبار ظاہر کے اسلئے کہ وہ استنجا نہین کرتے ہین پس ظاہر
حال اونکے پائجامہ کا نجاست سے ہے اور جو **صفحہ ۳۴۶** مین مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی کے
نام سے بحوالہ **وجیزہ** منقول ہے کہ اصل اشیا مین طہارت ہے اور شک سے نجاست مین قید نہ
ثابت ہو گی نجاست ساتھ شک کے سو وہ بطرح مدفوع ہے کہ اصل اشیا مین طہارت ہونے سے
ظن طہارت ہے طہارت یقینی نہین ہے اور غالب حال اہل کتاب اور مشرکین سے ظن نجاست ہے
تو ہوئے تعارض ظنین کے ترجیح ظن غالب کو ہے ظن اصل پر جیسا کہ **شرح عمدہ** سے معلوم ہوا
اور **خلاصۃ الفتاوی** مین مرقوم ہے والاکل والشرب فی اوانی المشرکین مکروہ یعنی کہانا اور پینا
مشرکون کے برتنون مین مکروہ ہے اور جناب **سید احمد خان** صاحب نے جو **صفحہ**
۳۴۳ مین لکہا ہے یہ حدیث اون برتنون سے متعلق ہے جنمین شراب اور سور کہایا پکایا جاتا ہے
انکے ملک مین انگریزون کے یہان جو عام رواج ہے اونمین شراب پینے کے برتن بالکل علاحدہ ہین
اور سور کہانیکے برتن بالکل علاحدہ ہین اور بلکہ ہر ہر قسم کے کہانیکے برتن جدا جدا ہین پس یہ حدیث
اون برتنون سے جو سور اور شراب کے کہانیکے نہین ہین متعلق نہین ہوسکتی ہے انتہی سو اول یہ
لائق تسلیم کے نہین ہے کہ یہ حدیث اونہین برتنون سے متعلق ہے کہ جنمین شراب اور سور کہایا پکایا
جاتا ہے کہ ظاہر حدیث کے خلاف ہے دوسرے اگر فرض کیا جاوے کہ یہ حدیث اونہین برتنونسے
متعلق ہے جنمین شراب اور سور کہایا پکایا جاتا ہے جب بہی اونکے سب برتن استعمالی کہ جن مین کہ
کہانا پکا سکتے ہین مشتبہ اور ملتبس ہین اور علاحدہ ہونا شراب پینے اور سور کہانیکے برتنون کا اگرچہ
جناب **سید احمد خان** صاحب کو معلوم ہو لیکن مسلمانون کو معلوم ہونا اسکا دشوار ہے
اور بواقف حال اسکے تصدیق سے منکر ہین اور جناب **سید احمد خان** صاحب نے جو
صفحہ ۴۳ مین لکہا ہے کہ یہ حدیث اون برتنون سے متعلق ہے کہ جسمین اشیا ماکول اور مشروب
کا سرایت کرتا ہے انتہی سو یہ تقیید من غیر نفسہ ہے اطلاق حدیث کی حد مین کسی قسم کے

برتنون کی قید نہین ہے اور جناب سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ ۴۴ مین لکہا ہے
سو تمام علما نے اس حدیث کی شرح مین لکہا ہے یہ نہی احتیاطی ہے اور انگریزون کی برتنون مین دہونے
کے بعد کہانے مین باوجودیکہ اوہ برتن سو دہوئی ہون کچہ کراہت بہی نہین ہے استئے سونہی کا احتیاطی
ہونا بوجہ دہونے اور مراد لینے مطلق برتنون کے بر قول بعض علما کے مسلم ہے کہ اسکے نزدیک
یہ احتیاط اون برتنون مین کہ عادت اونکے استعمال کی نجاسات مین ہے اور وہ برتن مستعمل مین محمول
تحریم پر ہے اور اون برتنون مین کہ عادت اون کی استعمال کی نجاسات مین نہین ہے یا غیر
مستعمل مین محمول صرف تنزہ اور تورع پر ہے اور مقصود ملا علی قاری کا یہی ہے لیکن تمام علما
کا یہ قول نہین ہے چنانچہ وجہ اوپر محلی ابن حزم سے مذکور ہوا اسکے خلاف ہے کہ اونکا
مذہب یہ ہے کہ درصورت ملنے اور برتنون کے اونکے مطلق برتنون مین دہو کر بہی کہانا درست
نہین ہے اور انگریزونکے اور مشرکون کے برتنون مین کچہ فرق نہین ہے کہ انگریزونکو بہی
شراب وسور اور مردار کہانے سے کچہ اجتناب نہین ہے تو انگریزونکے بہی اون برتنون
مین کہ جنکا استعمال نجاسات یعنی خمر اور خنزیر اور مردار جانور وغیرہ مین ہوتا ہے اور مستعمل ہین
بعد دہونے کے بہی کہانا درصورت میسر آنے اور برتنون کے مکروہ ہے اور یہی منشا ہی
کلام نووی کا جسکو جناب سید احمد خان صاحب نے صفحہ ۴۴ مین ذکر کیا

عبارت شرح صحیح مسلم نووی کی یہ ہے وہذا الحدیث یقتضی کراہۃ استعمالہا ان وجد غیرہا و
لا یکفی غسلہا فی نفی الکراہۃ وانما یغسلہا ویستعملہا اذا لم یجد غیرہا یعنی یہ حدیث مقتضی ہے مکروہ
ہونے استعمال ان برتنونکو اگر پائے جائین اور برتن اونہین کافی ہے دہونا اونکا نفی کراہت مین
اونکو استعمال کرے نہین کہ دہوئے اونکو اور برتے جب کہ نہ پائی اور برتنون کو باقی اختلاف ہے اون
برتنون مین کہ جنکا استعمال نجاسات مین نہین ہوتا ہے بدون دہونے کے درصورت
میسر آنے اور برتنون کے سو نووی نے کراہت اونکے استعمال کے نسبت کی ہے طرف فقہا
کے اور ابن حجر نے اونکے استعمال کا غیر مکروہ اور ترک ہونا اولی امام الفقہا سے نقل کر کے ترجیح
مکروہ ہونے کو دیا ہے کہا نووی نے شرح صحیح مسلم مین وانما انفقہا

فمرادہم مطلق آنیۃ الکفار التی لیست مستعملۃ فی النجاسات فہذہ یکرہ استعمالہا قبل غسلہا یعنی اگر

فقہا سو مراد اونکے مطلق وہ برتن کافرون کے ہین کہ استعمال اونکا نہین ہے نجاسات مین تو یہ برتن
مکروہ ہے استعمال انکا پہلے انکے دہونے کے اور ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح
البخاری مین لکہا ہے وما الفقہاء فمرادہم مطلق آنیۃ الکفار التی لیست مستعملۃ فی النجاسۃ فانہ یجوز
استعمالہا ولو لم تغسل عندہم وان کان الاولی الغسل للخروج عن الخلاف لا لثبوت الکراہۃ فی ذلک ویحتمل ان
یکون استعمالہا بلا غسل مکروہا بناء علی الجواب الاول وہو الظاہر من الحدیث وان استعمالہا مع الغسل
رخصۃ اذا وجد غیرہا فان لم یجد جاز بلا کراہۃ للنہی عن الاکل فیہا مطلقا وتعلیق الاذن علی عدم غیرہا مع غسلہا
وتمسک بہذا البعض المالکیۃ لقولہم انہ یتعین کسر آنیۃ الخمر علی کل حال بناء علی انہا لا تطہر بالغسل واستدل بالتفصیل
المذکور لان الغسل لو کان مطہرا لما کان للتفصیل معنی اور رای پر فقہا سو مراد اونکے مطلق وہ برتن کافرونکے
ہین کہ نہین ہے استعمال اونکا نجاستون مین کہ جائز ہے استعمال اونکا اگرچہ نہ دہوئے جائین نزدیک
فقہا کے اگرچہ ہے اولے دہونا واسطے نکلنے کے خلاف سے نہ بسبب ثابت ہونے کراہت
کے اس استعمال مین اور محتمل ہے کہ ہو استعمال اونکا بدون دہونے کے مکروہ بنا بر جواب اول کے
کہ آپ نے ارشاد فرمایا نہ کہاؤ اونکے برتنون مین اور وہ ظاہر ہے حدیث سے اور
استعمال ان برتنون کا ساتہ دہونے کے رخصت ہے جب پاوی اور برتنون کو سوا اگر نپاوے جائز
ہے بلا کراہت بسبب نہی کے کہانے سے اون برتنون مین مطلقا اور تعلیق اذن کے ہونے اور
برتنون پر ساتہ اونکے دہونے کے اور تمسک کیا ہے ساتہ اسکے بعض مالکیہ نے واسطے
قول مالکیہ کے کہ لائق ہے توڑنا برتنون شراب کا ہر حال پر بنا بر اسکے کہ نہین پاک ہوتے ہین ساتہہ
دہونے کے اور استدلال لائے ہین بعض مالکیہ ساتہ اوس تفصیل کے کہ مذکور ہے حدیث مین اسلئے
کہ دہونا اگر ہوتا پاک کرنیوالا تو ہوتے تفصیل کے کچہہ معنی اور جناب سید احمد خان صاحب نے
جو صفحہ ۳۵ مین لکہا ہے علاوہ اسکے ابو داود مین دوسری حدیث جابر سے روایت ہے
اوسمین صاف بلا خدشہ اور بلا کسی قید مشرکین کے برتنونکا استعمال آیا ہے انتہے سو محمل حدیث
جابر کا وہ ہے کہ استعمال کرنا مشرکون کے برتنونکا ہے وقت نہ میسر ہونے اور برتنون کے کیونکہ روایت کی
اپنی مسند مین جابر رضی اللہ عنہ سے روایت آیا ہے کہ کنا نغزو مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فنصیب من آنیۃ المشرکین فنغسلہا ونأکل فیہا یعنی تہے ہم کہ غزا کرتے تہے ساتہہ رسول خدا

صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تے تھے ہم برتن مشرکوں کے تو دہوتے تھے ہم اون برتنوں کو اور کہاتے تھے ہم اونمین اور جناب سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ ۷ ۱۴ مین لکہا ہے قال العبد ابن شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ تعالی انتہے سو تفسیر العبد کی شاہ عبد العزیز کے نام سے ہے کہ قال العبد عبارت نصاب الاحتساب مین واقع ہے اگر تفسیر اوسکی بابت صاحب نصاب الاحتساب کی ہوتی تو ہو سکتا تہا اور جناب سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ ۱۴ مین لکہا ہے اور اس بات مین کہ وہ پانی جس سے برتن دہوئے گئے پاک تہا یا ناپاک شرعا کچہ فیصلہ یقین نہین ہو سکتا اسلئے کہ کوئی پاک چیز شبہہ سے ناپاک نہین ہو جاتی انتہے سو اگرچہ پاک چیز فی نفسہ شبہہ سے ناپاک نہین ہو جاتی ہے لیکن جسکی پاکی ظن مستفاد اصل سے ہوا وسپر حکم ناپاکی کا ظن مستفاد غالب حال سے شرعا ہو سکتا ہے اور غالب حال اور ظاہر یہ ہے کہ جس پانی سے ہمارے ملک کے نصارے کے برتنوں کو بہنگے دہوتے ہین اوس پانی کی کچہ احتیاط نہین ہوتی ہے وسے بہنگی اپنے ہاتہونکو ساتہ گوشت سور اور اور جانوروں غیر ماکول اور غیر مذبوحہ کے ملوث کر کے اوس پانی مین بے تکلف ڈالدیتے ہین اور سوا اسکے اور چیزون نجس سے بہی اوس پانی کو نہین بچاتے ہین اور جناب سید احمد خان صاحب نے جو اسی صفحہ مین لکہا ہے وعن ابن عمر قال توضأنا عمر رضی اللہ عنہ بالحمیم فی جر نصرانیۃ من تبہا انتہے سو یہ روایت رزین کی ہے قابل اعتماد کے نہین ہے اور بر تقدیر صحت محمل اسکا یہ ہے کہ اوس پانی اور برتن کا بالیقین طاہر ہونا حضرت عمر کو کسی طریقہ سے معلوم ہو گیا ہو **وجہ ششم** یہ ہے کہ ساتہ اہل کتاب نصارے کے کہانا کہانے مین کہانا ہوتا ہے چہوری اور کانٹے سے میز و کرسی لگاکر اور اسطرح کہانے مین تشبہ ہے ساتہ اونکے اور تشبہ ساتہ کافروں کے اگرچہ اہل کتاب ہون ممنوع ہے مقدمہ اولے بدیہی ہے اور مقدمہ ثانیہ مفاد احادیث اور آثار اور اقوال علما سے نامدار ہے ابو داود نے اپنے **سنن** مین اور حاکم نے اپنے **مستدرک** مین عبد اللہ بن عمر سے اور بزار نے اپنے **مسند** مین حذیفہ بن الیمان اور ابی ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ کہا ان سب نے کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تشبہ بقوم فہو منہم یعنے جو مشابہ ہو ساتہ کسی قوم کے وہ اوسی قوم مین سے ہے اور جناب سید احمد خان صاحب نے جو

صفحہ ۳۴ مین لکہا ہے کہ چہوری سے کاٹنا جائز بلکہ سنت ہے خود جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و
سلم نے گوشت چہوری سے کاٹ کر تناول فرمایا ہے انتہے سو صرف چہوری سے کاٹ لینا اوس
گوشت کا کہ سخت ہو اور خوب گلا نہو اور ہڈی مین لگا ہو اور ہاتہ یا دانت سے نوچنے مین ایذا ہو اگر یہ
قصد تشبہ بالنصاری نہو درست ہے اور جو آنحضرت سے چہوری سے کاٹنا ثابت ہے اوسکا محل
یہی ہے اور کاٹنا اس گوشت کا چہوری سے اور کہانا اوسکا کانٹے سے میز و کرسی پر ساتہ اس ہیئت
اجتماعیہ کے نے شعبہ ممنوع ہے بسبب مشابہت کے ساتہ نصاریٰ کے نووی نے شرح
صحیح مسلم مین باب دلیل یحتز من کتف شاۃ کے لکہا ہے فیہ جواز قطع اللحم بالسکین وذلک اذا دعت
الیہ الحاجۃ لصلابۃ اللحم او کبر القطعۃ قالوا ویکرہ من غیر حاجۃ یعنے اس حدیث مین دلیل ہے جائز ہونے
کاٹنے گوشت کے ساتہ چہوری کے اور یہ جائز ہونا جب ہے کہ واقع ہو طرف اسکے حاجت
بسبب سختی گوشت یا بڑے ہونے پارچہ کے کہا ہے علما نے اور مکروہ ہے چہوری سے
کاٹنا گوشت کا بدون حاجت کے اور جناب **سید احمد خان** نے جو **صفحہ** ۳۴ مین لکہا ہے
اور ابو داؤد مین جو حدیث در باب منع قطع لحم بالسکین کی ہے اوسکو خود ابو داؤد نے ضعیف لکہا ہے انتہی سو اگرچہ ابو داؤد نے اوسکو ضعیف
لکہا ہے لیکن بیہقی اور طبرانی اور غیرہما نے اسکو اور طریقون سے حضرت ام سلمہ سے روایت کیا ہے
جیسکہ ابو داؤد نے حضرت عائشہ رض سے روایت کیا ہے اور اصول حدیث مین مقرر ہے کہ حدیث
ضعیف تعدد طرق سے درجہ حسن کو پہونچ جاتی ہے اور **فردوس** مین ہے لا تقطعوا الخبز بالسکین
نہ کاٹو روٹی کو ساتہ چہوری کے اور علامہ **ترجمانی** نے اپنے کتاب مین لکہا ہے
یکرہ قطع الخبز بالسکین مکروہ ہے کاٹنا روٹی کا ساتہ چہوری کے اور **خزانۃ الاکمل** مین مرقوم
ہے لا یقطع الخبز بالسکین نہ کاٹی جائے روٹی ساتہ چہوری کے اور **جوامع الفقہ** مین ہے
ولا یقطع الخبز بالسکین اور نہ کاٹی جائے روٹی ساتہ چہوری کے اور ابو الفضل کرمانی نے اپنے
فتاوی مین لکہا ہے سألت والدی عن قطع الخبز بالسکین فقال یکرہ لانہ من صنع الاعاجم
المترفین یعنے پوچہا مین نے اپنے والد سے کاٹنے روٹی کو چہوری سے سو فرمایا اونہون
نے کہ مکروہ ہے اسلئے کہ یہ طریقہ ہے عجم کے اترانے والون کا اور جناب **سید احمد خان**
صاحب نے جو **صفحہ** ۳۴ مین لکہا ہے کہ یہ بہی ایسی چیزین ہے کہ جسکے اوس کتاب مین بہی

کچھ قباحت ہوتے کیونکہ یہ بھی عملی نہیں لیتے سو تھا جو ربیبے گوشت کاٹنے کی حدیث لا تقطعوا اللحم

بالسکین فانہ من صنع الاعاجم میں متعلق ہے ساتھ اسکے کہ یہ طریقہ عجمیوں کا ہے لوگوں کا کہ مراد اون سے
کفار عجم مثل مجوس اور نصاریٰ کے ہیں اور مشابہت ساتھ کفار کے ممنوع ہے پس اسکے ارتکاب
میں قباحت ہوتی اور یہ بھی حکمی ہوتی کیونکہ ادنیٰ مشابہت کو تو کارہا مکروہ تحریمی ہے طحطاوی نے حاشیہ
درمختار میں مونچھوں کے بڑھانے کی وجہ کراہت میں لکھا ہے لما فیہ من التشبہ بالمجوس فقد ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

المجوس فقال انہم یوفرون سبالہم ویحلقون لحاہم فخالفوہم الخ السعود عن الحلاصہ لہج و ظاہرہ ان التطویل السبال

مکروہ تحریما للتشبہ المذکور اسے کہ اس میں تشبہ ہے ساتھ مجوس کے اور ذکر کیے گئے رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم سے مجوس پس فرمایا آپ نے کہ مجوس بڑھاتے ہیں اپنی مونچھوں کو اور منڈاتے ہیں اپنی داڑھی
کو سو مخالفت کرو تم انکی انتہی ابو السعود نے اسکو نقل کیا ہے علامہ نوح سے اور ظاہر اسکا یہ ہے کہ
بڑھانا مونچھ کا مکروہ تحریمی ہے بسبب تشبہ مذکور کے اور صرف چمچہ سے کھانے میں کچھ مشابہت کافر کی
نہیں ہے ہمیشہ مسلمان چمچہ سے کھاتے چلے آئے ہیں اور جناب سید احمد خان صاحب
نے جو صفحہ ۱۵۶ میں لکھا ہے اسطرح کبھی خوان پر یعنی میز پر کھانا تناول نہیں فرمایا پس جو ال
کہ اون چیز دیکھا ہے وہی میز پر کھانا کھانا ہے جسطرح وہ مباح ہے اسیطرح یہ بھی مباح ہے سو اس میں
دو طرح سے کلام ہے اول خوان کا ترجمہ ساتھ میز کے غلط ہے خوان ساتھ پیش خائے معجمہ اور اوسکے
کسرہ کے معرب خوان کا ہے جیسا کہ صحاح جوہری اور قاموس اور صراح اور بحر محیط اور
منتہی الارب وغیرہا میں ہے اور اسیکے مطابق کہا ہے شیخ عبد الحق نے ترجمہ مشکوٰۃ میں اور خوان ترجمہ
جائے ہیں عجم کے لوگ اوس میں کھانا جو اگر چوکیوں پر رکھ لیتے تاکہ کھانا نہ جھکے دوسرے
درمیان میز اور درمیان تشتری اور چپاتی کے فرق ہے کہ میز پر کھانے میں مشابہت ہے ساتھ
نصاریٰ کے اور تشتری اور چپاتی میں جو مشابہت ساتھ انکے نہیں ہے پس تشتری میں کھانا اور
چپاتی کھانا مباح ہو سکتا ہے بخلاف میز پر کھانے کے کہ وہ مباح نہیں ہو سکتا ہے بسبب مشابہت
کے اور جناب سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ ۱۴۱ اور صفحہ ۱۴۲ میں لکھا ہے

وفی مجمع البحار ولا اکل علی خوان قط ہو ما یوضع علیہ الطعام عند الاکل لانہ من دأب المترفین لئلا یفتقرا الی
التطاطؤ والانحناء انتہی سو یہ عبارت مجمع البحار کی نہیں ہے خوان کے اصلی معنی خوان کے ہیں

اور بعض دستر خوان کے بھی آیا ہے سو شارحین نے موافق معنی اول کے لکھا ہے الاکل علیہ من داب المترفین لیلا یفتقر الی التطاطؤ والانحناء یعنی کھانا خوان پر اترانے والون کے داب سے ہے تاکہ نہ احتیاج ہو طرف جھکنے کے کہ جب خوان کو چوکی پر رکھہ لین کے جھکنا نہ پڑیگا اور یہان مین معنی ثانی کے لکھا ہے ہو ما یوضع علیہ الطعام عند الاکل یعنی خوان وہ دستر خوان ہے کہ رکھا جاتا ہے اوسپر کھانا وقت کہانیکے سو جناب سید احمد خان صاحب نے خوان کا ترجمہ میز ثابت کرنے کے لئے دونون معنی کی عبارتون کو ایک کر کے حوالہ مجمع البحار کا دیدیا عبارت مجمع البحار کی یہ ہے

فیہ الخوان بالضم والکسر ما یؤکل علیہ المائدۃ المعدۃ ویقال الاخوان وجمعہ اخونہ وخون ن ومنہ قرب الیہ خوان واہدیہ شی نحو السفرۃ غیر ما نفی بحدیث ما اکل صلی اللہ علیہ وسلم علی خوان قط الخوان معرب والاکل علیہ من داب المترفین لیلا یفتقر الی التطاطؤ والانحناء نہ وفیہ فاذا انا بخادمین علیہا لحوم منتنۃ ہو جمع خوان وہو ما یوضع علیہ الطعام عند الاکل انتہی

اور جناب سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ ۱۲ مین لکھا ہے کہ تشبہ کسی قوم کے ساتھہ اوسیوقت کہا جاسکتا ہے کہ ما بہ التشبہ خاصہ اوسی قوم کا ہو اور کسی قوم مین نہ پایا جاوے میز پر بیٹھہ کھانا اور چھوری کانٹے سے کھانا قوم نصاری کا خاصہ نہین ہے بلکہ تمام ترک جو مسلمان ہین وہ بھی اسی طرح پر کھاتے ہین انتہی سو اسمین کئی طرح سے کلام ہے اول کہا جاسکنا تشبہ کا ساتھ کسی قوم کے اوسیوقت کہ ما بہ التشبہ خاصہ اوسی قوم کا ہو اور کسی قوم مین نہ پایا جاے ممنوع ہے دیکھو بالونکا سپید کرنا مسلمانون اور یہود دونون مین پایا جاتا تھا کچھ خاصہ یہود کا نہ تھا آنحضرت نے اوسکو تشبہ بالیہود فرما کے مسلمانون کو اوس سے منع فرمایا ترمذی نے اپنے جامع مین ابی ہریرہ سے اور نسائی نے اپنے سنن مین عبد اللہ بن عمر اور زبیر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ کہا ان سب نے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیروا الشیب ولا تشبہوا بالیہود فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بدلو بالون کی سپیدی کو اور نہ تشبہ کرو ساتھ یہود کے دوسرے اگر فرض کیا جاے کہ اطلاق تشبہ کے لئے ما بہ التشبہ کا خاصہ ہونا ضرور ہے تو خاصہ ہونا اوسکا اوسی ملک مین کہ جس مین اطلاق تشبہ کا ہے کافی ہوگا اور اسمین شک نہین ہے کہ ملک ہند مین میز و کرسی پر بیٹھہ کے چھوری اور کانٹے سے کھانا خاصہ نصاری سے ہے تیسرے اگر ترک میز اور کرسی پر بیٹھہ کے چھوری اور کانٹے سے کھاتے ہونگے تو یہ طریقہ اونہون نے کافرون ہی سے لیا ہوگا کچھ اہل اسلام

اوسکو اختیار نہین کیا ہوگا تو وہ ستنگ آستین فعل ست انکا نصاریٰ سے یا اورکافرون کا خاصہ ہونا نہین پایا مثلاً
ادھیون کا باندھنا اور داڑھی کا مونڈنا خاصہ مجوس اورکافرونکا ہے اب ہندوستان مین اہل اسلام ہمارے دیہات کے
او ترک مرتکب اسکے ہوتے ہین اسکے سبب سے انکا اونکا خاصہ ہونا نہین رہا ہے اسیطرح مثلاً
دھوتی پہننا خاصہ ہنود ہے اور بہت سے عام مسلمانون کی عورتین بھی لہنگا پہنتی ہین تو اس سے اسکا
اونکا خاصہ ہونا ٹوٹ گیا ہے اور جناب سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ ۱۴۴ مین لکھا ہے
اب لفظ تشبہ پر غور کرنا چاہیئے کہ آیا اس لفظ سے تشبہ تام یا غیر تام مراد ہے تو کسیطرح درست نہین
ہوسکتا ہے تو تشبہ سے مراد مطلق تشبہ ہے خواہ تام ہو یا غیر تام لیکن وعید آنحضرت کا بعض صورتون
مین محمول تغلیظ پر ہے اور بعض صورتون مین محمول ظاہر پر ہے بعض قسام تشبہ سے کفر لازم اور بعض حرام
اور مکروہ ترمذی نے اپنے جامع مین عمرو بن شعیب سے روایت کیا ہے کہ وہ روایت کرتا ہے
اپنے باپ شعیب سے اور شعیب روایت کرتا ہے اپنے دادا عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے کہ
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیس منا من تشبہ بغیرنا لا تشبہوا بالیہود ولا بالنصاریٰ فان تسلیم الیہود
الاشارۃ بالاصابع وتسلیم النصاریٰ الاشارۃ بالاکف یعنے نہین ہے ہم مین سے جسنے کہ تشبہ کیا ساتھ
غیر ہمارے کے نہ تشبہ کرو تم ساتھ یہود کے اور نہ ساتھ نصاریٰ کے اسلیئے کہ سلام کرنا یہود کا
اشارہ ہے ساتھ انگلیون کے اور سلام کرنا نصاریٰ کا اشارہ ہے ساتھ ہتھیلیون کے اور سعید بن منصور
نے اپنے سنن مین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہا کرہت الاختصار فی
الصلوۃ وقالت لا تشبہوا بالیہود کہ تحقیق عائشہ رضی اللہ عنہا نے مکروہ کہا ہے اختصار کو نماز مین اور کہا
عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نہ تشبہ کرو ساتھ یہود کے اور صحیحین مین روایت ہے رافع بن خدیج سے
کہ کہا رافع نے کہ کہا مین نے یا رسول اللہ تحقیق مین ملنے والا ہون دشمنون سے یعنی قوم کفار سے
کل کو اور نہین ہین ساتھ ہمارے چھریان کیا ذبح کرلین ہم کھپاچ سے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
ما انہر الدم وذکر اسم اللہ فکل لیس السن والظفر وسأحدثک عنہ اما السن فعظم واما الظفر فمدی الحبش جو چیز بہا دے
خون کو اور ذکر کیا جاوے نام اللہ کا پس کہا تو سوا دانت اور ناخن کے اور نزدیک ہے کہ بیان کرتا ہون مین
تجھسے حال اسکا اے پر دانت پس ہڈی ہے اور لیکن ناخن سو چھریان ہین حبشیون کے کہ نصاریٰ ہے
تھے نووی نے شرح صحیح مسلم مین ذیل واما الظفر فمدی الحبش کے لکھا ہے ومعناہ انہم کفار وقد

عن التشبہ بالکفار وہو اشعار اسم ہو معنی اسکے یہ ہین کہ حبشی کافر ہین اور تخصیص منع کے سبب یہ ہو کہ تشبہ
ساتھ کافرون کے اور ناخن سے ذبح کرنا اونکا شعار ہے اور ایسا ہی کہا ہے ابن الصلاح نے شرح
صحیح مسلم مین اگرچہ سلام کرنے مین ساتھ اونگلیون یا ہتیلیون کی اور ناخن کاٹنے کو ان پر بات رکھنے مین اور
ناخن سے ذبح کرنے مین تشبہ ہے ساتھ یہود اور نصاریٰ کے تھا لیکن سبب ہے اس سے ان
ساتھیون مین منع کیا گیا تو صاف معلوم ہوگیا کہ مطلق تشبہ ساتھ کافرون کے ممنوع ہے خواہ تشبہ تام ہو یا تشبہ غیر تام خواہ کتب
فقہ مین بھی نہایت ہین اسکے علما تنبیہ اور فتاوی قاضیخان مین مرقوم ہے یکرہ مسح الاصابع بالکاغذ علی المائدۃ لانہ
تشبہ بالفرنجۃ یعنی مکروہ ہے پوچھنا اونگلیونکا ساتھ کاغذ کے دسترخوان پر اسلیئے کہ یہ تشبہ ہے ساتھ
کافرونکے اور فتاوی عالمگیری مین ہے کہ یکرہ السکوت حالۃ الاکل لانہ تشبہ بالمجوس کذا فی
السراجیۃ یعنی مکروہ ہے سکوت وقت کھانا کھانے کے اسلیئے کہ یہ تشبہ ہے ساتھ مجوس کے
ایسا ہے سراجیہ مین اور جناب سید احمد خان صاحب نے صفحہ ۴۴ مین لکھا
ہے تشبہ ساتھ اہل کتاب کے خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا ہے چنانچہ
ترمذی نے شمائل مین ابن عباس سے روایت کی ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کان یسدل شعرہ وکان المشرکون یفرقون رؤسہم وکان اہل الکتاب فیما یسدلون رؤسہم
وکان یحب موافقۃ اہل الکتاب فیما لم یؤمر فیہ بشیء ثم فرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہی سو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے تشبہ ساتھ اہل کتاب کے جزئیات مین پسند نہین فرمایا ہے بلکہ اوس سے
منع کیا ہے ہان عادت شریف یون تھی کہ جب چارہ ہوتا مگر طریقہ اہل کتاب یا طریقہ مشرکین سے
تو اختیار فرماتے آپ طریقہ اہل کتاب کو جب تک وحی نہ آتی اوسمین اور بعد آنے وحی کے مطابق
وحی کے عمل فرماتے لہذا اول آنحضرت نے سدل کو کہ طریقہ اہل کتاب تھا اختیار کیا اور فرق کہ طریقہ
مشرکین تھا ترک کیا جب وحی سے مشروعیۃ فرق کے مکشوف ہوئے سدل کو ترک کیا اور فرق
کو اختیار کیا بخاری اور مسلم نے صحیحین مین ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے
کہ قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الیہود والنصاری لا یصبغون فخالفوہم کہا ابوہریرہ نے کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود اور نصاری نہین رنگتے ہین بالون کو تو خلاف کرو تم اونکا اور
ابوداود نے بیچ سنن مین شداد بن اوس سے روایت کیا ہے کہ قال قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم خالفوا الیہود فانہم لا یصلون فی نعالہم ولا خفافہم کہا شداد بن اوس نے کہ فرمایا رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مخالفت کرو تم یہود کی کہ وہ نماز نہیں پڑھتے ہیں اپنے جوتوں میں اور نہ اپنے
موزوں میں اور ابو داؤد اور ابن ماجہ نے اپنی اپنی سنن میں اور ترمذی نے اپنے جامع میں روایت کیا ہے

عبادہ بن الصامت سے کہا عبادہ نے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتبع جنازۃ لم یقعد حتی توضع
فی اللحد فعرض حبر من الیہود فقال لہ انا ہکذا نصنع یا محمد قال فجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال خالفوہم
تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب ساتھ جاتے آپ کسی جنازہ کے نہ بیٹھتے یہاں تک کہ رکھا جاتا
جنازہ لحد میں سو سامنے آیا آپ کے ایک شخص احبار یہود میں سے سو کہا اوس نے بتحقیق ہم ایسا ہی
کرتے ہیں یعنی کھڑے رہتے ہیں بیٹھتے نہیں کہا عبادہ نے پس بیٹھ گئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
اور فرمایا مخالفت کرو تم یہود کی اور ابو داؤد اور ابن ماجہ نے اپنی اپنی سنن میں ابو ہریرہ سے روایت

کیا ہے کہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال الدین ظاہرا ما عجل الناس الفطر لان الیہود
والنصاری یوخرون کہا ابو ہریرہ نے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ رہیگا دین غالب
جب تک کہ جلدی کرینگے لوگ روزہ کے افطار میں اسلئے کہ یہود اور نصاری تاخیر کرتے ہیں اور جناب
سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ ۴۴ اور ۴۵ میں لکھا ہی انتہا کہ لفظ مشابہت سے مشابہت تام مراد ہے
بان لا یعرف ام ہو من النصاری ام ہو من الا تراک لو ایسی مشابہت میز پر بیٹھکر کھانے پر متحقق نہیں
کیونکہ کوئی شخص کہ جسکی ظاہری و باطنی آنکھیں خدا تعالی نے اندھی نکر دی ہوں اگر مسلمانوں کو میز پر کھاتے
دیکھے تو کبھی اوسکو یہ شبہ نہیں ہوئیگا کہ یہ لوگ انگریز ہیں بلکہ مسلمان ہی سمجھیگا انتہی سو جب کہ میز اور
کرسی پر چھوری اور کانٹے سے ہمارے ملک میں کوئی مسلمان نہیں کھاتا ہے اسطرح کھانا شعار
نصاری کا پایا جاویگا کہ جنہوں نے ارتداد طرف دین نصاری کے حاصل کرکے خذلان ابدی کمایا ہی
تو جسکی ظاہری آنکھیں ہیں اونکو اس طریقہ سے ہندوستانی کھانے والے پر اگرچہ یہ شبہ نہوگا کہ یہ انگریز ہے
لیکن یہ شبہ ضرور ہوگا کہ یہ شخص کرسٹان ہے اور جناب سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ ۴۶
میں فتوی مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی کا نقل کیا ہے حاصل اوسکے مضمون کا یہ ہے کہ جو چیز مخصوص
ساتھ کافروں کے ہو یعنی نکالے ہوئے کافروں کے ہو اور مسلمانوں کے دین میں اوسکی اصل نہو مسلمانوں کو چاہیے
کہ اوسکو استعمال نکریں خواہ لباس میں ہو خواہ اور چیزوں میں بطریق اولی کہ جو شعار ہے اور جو چیز مخصوص

باتے کافرون سے کے ... بت اور ... اوسکے وہ نہین ہین بلکہ اصل اوسکے دین اسلامی سے ہے گو کہ کافر
اوسکو بہت استعمال کرتے ہون تو ایسی باتون کے کرنے مین کچھ مضائقہ نہین ہے اور چھوری کانٹے سے میز و کرسی پر
کہانا مسلمانون کے یہان کا طریقہ نہین ہے بلکہ اصل یہ طریقہ نکالا ہوا کافرونکا ہے تو یہ داخل قسم اول مین ہے اور اگر بعض
امور مخصوص کافرونکے جیسے بعضی لباس گرم ایجاد کئے ہوئے کافرونکی یا بعضی سواری ایجاد کی ہوئے
اونکی واسطے صرف آرام کے یا بعضے دوا اونکے تجربہ کی بنا پر فائدہ کے استعمال کرین بدون اسکے کہ اپنے آپکو
اونکا مشابہ کرنا منظور ہو مضائقہ نہین ہے ہان تشبہ مطلقاً امر مخصوص مین آرام اور فائدہ کی چیز مین ہو
یا غیر آرام و فائدہ کی چیز مین ممنوع ہے اگر اس تشبہ سے اپنے آپکو اونکے گنتی مین داخل کرے اور
دل کے میل سے اونکی طرف ہو جیسکہ حال اوس ہندوستانی کا ہے کہ خلاف اپنی عادت کے بہ تکلف
میز کرسی لگا کر چھوری اور کانٹے سے کہاتا ہے کہ مقصود اوسکا سوا اسکے کہ صاحب لوگون مین شمار کیا جاوے
اور اوسکا میلان خاطر اونکی طرف ہے اور کچھ معلوم نہین ہوتا ہے بہرحال یہہ فتوی مفید مدعا جناب
سید احمد خان صاحب نہین ہے اور جناب سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ ۴۴
مین لکہا ہے کہ جناب مولانا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس فتوے مین تشبہ ممنوع کی نسبت بہت
سی قیدین لگائی ہین او بالکل مدار تشبہ ممنوع کا ان لفظون پر رکہا ہے کہ خود را در عداد انہا داخل کند
انتہی سو جناب شاہ صاحب نے اپنے اس فتوے مین تشبہ کو امور مخصوصہ کفار مین ممنوع لکہا ہے ہان مطلق
تشبہ کو بدون قید امور مخصوصہ اور مقید کے اور صورت مین ممنوع فرمایا ہے کہ اونکے عداد مین شمار کرے
اور میل خاطر سے ہو اور آخر فتوی مین لکہا ہے کہ تشبہ در عبادت و اعیاد مطلقاً ممنوع است احادیث
دالہ برین بسیار اند غرض کہ تشبہ بانہا بر چیزیکہ باشد داخل منع است انتہی پس یہ کہنا کہ بالکل
مدار تشبہ ممنوع کا ان لفظون پر رکہا ہے کہ خود را در عداد انہا داخل کند افترائے صریح ہے اور
جناب سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ ۴۴ مین لکہا ہے اب لفظ منہم پر غور
کرنا چاہئے کہ منہم کی لفظ کے کیا معنی ہین آیا یہ معنی ہین کہ جس شخص نے مشابہت تام انصاری کے
ساتھہ کی تو وہ بھی نصرانی ہو گیا وان اعتقد ان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ وان استقبل قبلتنا
واکل ذبیحتنا وان صلی صلوتنا وصام صیامنا غالباً امید یہ ہے کہ کوئی متعصب سے متعصب
یہان تک کہ نصرانی بھی منہم کی لفظ سے یہہ مراد نہین لین گے انتہی سو اوپر معلوم ہوا کہ تشبہ

اس سے کہ تام ہو یا غیر تام اور تشبہ کے معنے اوسمین سے ہو سکے ہین پہر اگر متشبہ بہ شعار کفار یا اعمال اور عقائد
کفریہ مین ہے یا تشبہ کرنیوالا متشبہ بہ کو اچھا سمجھ کر تشبہ کرتا ہے تو ان دونون صورتون مین حرام اور کفر ہے
بطور تغلیظ اور تشدید کے یا در شیخ الاسلام احمد بن عبد الحلیم حنبلی نے اپنی کتاب منع تشبہ بالکفار مین لکہا ہے انکا ادنی حال ہو تقاضے کرتا ہے تحریم کا جیسا کہ
قولہ تعالی ومن یتولہم منکم فانہ منہم وہو نظیر ما سنذکرہ عن عبد اللہ بن عمرو انہ قال من بنی بارض المشرکین
وصنع نیروزہم ومہرجانہم حتی یموت حشر معہم یوم القیامۃ فقد یحمل ہذا علی التشبہ المطلق فانہ یوجب الکفر ویقتضی تحریم
ابعاض ذلک وقد یحمل علی انہ منہم فی القدر المشترک الذی یشابہہم فیہ یعنے اگرچہ ہے ظاہر تشبہ کا مقتضے کفر
متشبہ بالکفار کو جیسا کہ ہے قول اللہ تعالی ومن یتولہم منکم فانہ منہم مین اور یہ نظیر اسکی ہے جو ذکر کرینگے ہم
اوسکو عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے کہ اونہون نے فرمایا ہے جو شخص کہ
مکان بناوے مشرکون کی زمین مین اور کرے اونکے نیروز اور مہرجان کو یہانتک کہ مرجاوے
اوٹھایا جائیگا اونکے ساتھ روز قیامت کے پس کبھی حمل کیا جاتا ہے یہ تشبہ مطلق اور تام پر کہ وہ
موجب ہے کفر کا اور مقتضے ہے تحریم اوسکے ابعاض کو اور حمل کیا جاتا ہے اسپر کہ تشبہ کرنیوالا
انہین مین سے ہے قدر مشترک مین کہ متشابہ ہے تشبہ کرنیوالا کافرون کے اوسمین اور شیخ علی قاری
نے مرقات شرح مشکوۃ مین لکہا ہے فہو منہم ای فی الاثم والخیر یعنے پس وہ انہین سے ہے گناہ
مین اور نیکی مین اور شیخ عبد الحق دہلوی نے لمعات شرح مشکوۃ مین لکہا ہے والمتعارف فی التشبہ
ہو التلبس بلباس قوم وبہذا الاعتبار اوردہ فی کتاب اللباس وہو باطلاقہ قد یشمل الاعمال والاخلاق
واللباس سواء کان بالاخیار او بالاشرار فان کان فی الاخلاق والاعمال یجری حکمہ فی الظاہر والباطن
وفی اللباس یختص بالظاہر والحاصل ان حکم المتشابہ یقتضی بحکم الظاہر کان او باطنا اور متعارف تشبہ مین وہ
تلبس ہے ساتھ لباس کسی قوم کے اور ساتھ اسی اعتبار کے لایا ہے صاحب مشکوۃ اس حدیث کو کتاب اللباس مین
اور تشبہ باطلاقہ شامل ہے اعمال اور اخلاق اور لباس کو برابر ہے کہ ہو ساتھ نیکون کے یا ساتھ بدون کے
پس اگر ہو تشبہ اخلاق اور اعمال مین جاری ہو گا حکم اوسکا ظاہر اور باطن دونون مین اور اگر ہو تشبہ لباس مین
تو خاص ہو گا حکم اوسکا ساتھ ظاہر کے اور حاصل یہ ہے کہ حکم متشابہ ہونے کا حکم اوس شے کا ظاہر
مین ہو یا باطن مین بالجملہ جو شخص تشبہ تام ساتھ کفار کی کرے یا تشبہ اونکے شعار مین کرے
وہ کافر ہے ظاہر حکم شرع مین اگرچہ معتقد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ہو اور مستقبل مسلمانون کے قبلہ کا ہو

اور ذبیحہ مسلمانونکا کہاتا ہو اور نماز اور روزہ مسلمانونکا سا کرتا ہو اور یہہ بات کتب عقائد اسلامیہ مین
اسطور پر منصوص ہے کہ کوئی مسلمان مذاہب سے مذاہب اسکا انکار نہین کرسکتا ہے اور مشابہ دز منہم
سے حدیث مین یہی ہے ہان اگر کوئی نصرانی یا متصر منہم سے کچھ اور ہے لہذا اسکا انکار کرے تو دوسری
بات ہے کفر شاذ زنا در البس غیار اور ساجد صنم اسی بنا پر نبیح علیہ السلام اور فتاوی صغری مین مرقوم ہے
ولو شبہ نفسہ بالیہود والنصاری علی طریق المزاح او الہزل کفر اور اگر تشابہ کیا اپنے نفس کو ساتھ یہود یا
نصاری کے یعنے صورت مین یا سیرت مین خوش طبعی یا ٹھٹھے کی راہ سے یعنی اگرچہ اسطرح یہہ ہو کافر ہوگا
اور جناب سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ ۸۱ مین لکہا ہے کہ اصل یہ ہے کہ اس حدیث
کو نہ طعام سے علاقہ ہے نہ کسی قسم کے تشبہ سے جو اور کسی قوم کے ساتھ کیا جائی تعلق ہے نہ اس
حدیث سے کوئی حکم شرعی بحالت التشبہ بقوم آخر بجز ایک حکم کے جسکا بیان کیا جاتا ہے مراد ہے
اور وہ ایک حکم یہ ہے کہ حالت جدال وقتال یا اور کسی واقعہ مین جو مسلمان اور اور کسی قوم کے لوگ
ایک جگہ مارے جائین تو اونکی شناخت کہ کون مسلمان ہین کون نہین ہین کیونکر کیجاوے یا کہ مراتب
تجہیز و تکفین موافق اوس قوم کے ادا کیا جاوے پس صرف اسی بات مین یہ حدیث ہے اور یہ حکم ہے
کہ جس قوم سے مشابہ جو ہو اوسی قوم مین اوسکو شمار کرنا چاہئے اور چونکہ اسطرح کی شناخت اغلب اور
لباس سے ہوتی ہے اس سے تمام محدثین نے اس حدیث کو کتاب اللباس مین ذکر کیا ہے اور اسی حدیث
کی بنا پر روایات فقہیہ کتب فقہ مین درج ہوئی ہین انتہی سو یہہ سب ناشی ہے تحریف حدیث اور خلاف تقریر صحابہ کرام
اور ائمہ عالیمقام اور فقہائے عظام سے باتباع ہوا اور خواہش نفسانی کے ہوا اور حدیث خود الفاظ حدیث سے
جو اور طرق سے مروی ہے ظاہر ہے کہ تشبہ بکفار مطلقا اختیار اونکے طریقہ کے ہے طریقہ اسلامیہ چہوڑ کر اور
منع کیا صحابہ اور امامون اور فقہا کا بدعت کا موجب ہے بسبب مشابہت کفار کے دلیل لاکر اس حدیث سے
مؤید اسکا ہے اور یہی مقصود انکا کراہت کا ہونیکا حکم بحالت تشبہ بقوم آخر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے
امام احمد نے اپنی مسند مین اور ابو نعیم نے تاریخ اصبہان مین حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے
کہ کہا حضرت انس نے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جعل الذلۃ والصغار علی من خالف
امری من تشبہ بقوم فہو منہم یعنی گردیدہ گئے ہے ذلت اور خواری اوس شخص پر کہ خلاف کرے میرے حکم کا
یعنے طریقہ اسلامیہ کا اور جو تشبہ کرے ساتھ کسی قوم کے تو وہ آدمی اوسی قوم مین سے ہے اور ابو یعلی نے

مسند میں روایت کیا ہے عبد اللہ بن عمر سے کہ کہا اونہوں نے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
نہی عن التشبہ بالاعاجم وقال من تشبہ بقوم فہو منہم تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تشبہ
سے ساتھ اعاجم کے کہ اوس وقت میں مجوس تھے اور فرمایا جو تشبہ کرے ساتھ کسی قوم کے تو وہ
اوسی قوم میں سے ہے اور ابو محمد خلال نے اپنے سنن میں محمد بن سیرین سے روایت کیا
کہ کہا محمد بن سیرین نے کہ ان حذیفة بن الیمان دعی الی ولیمة فی بیت فاتاہ فرای فیہ شیئا من
زی العجم فخرج وقال من تشبہ بقوم فہو منہم تحقیق حذیفہ بن الیمان بلائے گئے طرف ولیمہ کے کہ
کہیں تھا ہوا سے اوس گھر میں پس جو گیا اوس گھر میں کچھ عجم کے طریقوں میں سے پس نکل آئے اور
فرمایا جو تشبہ کرے ساتھ کسی قوم کے تو وہ اوسی قوم میں سے ہے اور شیخ الاسلام احمد بن
تیمیہ حنبلی نے کتاب منع مشابہت کفار میں کہا ہے قال الاوزاعی سألت ابا عبد اللہ یعنی احمد بن حنبل
عن حلق القفا فقال ہو من فعل المجوس ومن تشبہ بقوم فہو منہم کہا مروزی نے کہ پوچھا میں نے ابا
عبد اللہ یعنی امام احمد بن حنبل سے گردن کے بال مونڈنے سے کہا امام احمد نے کہ یہ فعل مجوس کا
ہے اور جو تشبہ کرے ساتھ کسی قوم کے تو وہ اوسی قوم میں سے ہے اور جامع صغیر
میں لکھا ہے المسلم اذا اہدی یوم النیروز الی مسلم آخر شیئا ولم یرد بہ تعظیم ذلک الیوم ولکن جری
علی ما اعتادہ بعض الناس لا یکفر ولکن ینبغی ان لا یفعل ذلک فی ذلک الیوم خاصة ویفعلہ قبلہ او بعدہ
لکیلا یکون تشبہا بہولاء القوم وقد قال علیہ السلام من تشبہ بقوم فہو منہم یعنی مسلمان جب ہدیہ بھیجے دن نیروز
کے طرف دوسرے مسلمان کے کسی چیز کو اور نہ ارادہ کی ہو اوس ہدیہ دینے سے ساتھ اوسکے تعظیم اوس دن
کے لیکن چلا ہو عادت پر بعض آدمیوں کے نہ کافر ہوگا ولیکن لائق یہ ہے کہ نہ کرے اسکو اوس دن میں
خاص اور کرے اوسکو پہلے اوس دن کے یا پیچھے اوس دن کے تاکہ نہ ہو تشبہ کرنیوالا ساتھ اوس
قوم کے اور فرمایا ہے آنحضرت علیہ السلام نے کہ جو تشبہ کرے ساتھ کسی قوم کے تو وہ اوسی قوم
میں سے ہے اور نہایہ حاشیہ ہدایہ میں مسطور ہے انہ اذا دخل الطاق صار ممتازا عن القوم
فی المکان لانہ فی معنی بیت آخر وذلک صنیع اہل الکتاب والتشبہ بہم مکروہ قال علیہ السلام من تشبہ بقوم
فہو منہم تحقیق امام جب داخل ہوگا محراب میں ہو جاییگا الگ قوم سے مکان میں اسلئے کہ محراب
معنی میں دوسرے گھر کے ہے اور یہ طریقہ اہل کتاب کا ہے اور تشبہ ساتھ اہل کتاب کے مکروہ ہے

فرمایا آنحضرت علیہ السلام نے جو تشبہ کرے ساتھ کسی قوم کے تو وہ اوسی قوم مین سے ہے اور ابن القیم
نے زاد المعاد مین لکھا ہے رای انس جماعۃ علیہم الطیالسۃ فقال ما اشبہہم بیہود خیبر ومن ہہنا کرہ لبسہ
جماعۃ من السلف والخلف لما روی ابو داؤد والحاکم فی المستدرک عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال
من تشبہ بقوم فہو منہم یعنی دیکھا حضرت انس نے ایک جماعت کو کہ اونکے اوپر طیلسا ئین تہین سو کہا
انس نے کیا مشابہ ہین یہ ساتھ یہود خیبر کے اور یہین سے مکروہ جانا ہے پہننے طیلسان کو ایک
جماعت نے سلف اور خلف مین سے اسلئے کہ روایت کیا ہے ابو داؤد نے اپنے سنن مین
اور حاکم نے اپنی مستدرک مین عبد اللہ بن عمر سے کہ روایت کیا ہے عبد اللہ بن عمر نے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا جو تشبہ کرے ساتھ کسی قوم کے تو وہ اوسی قوم مین سے
ہے اور ابن ابی جمرہ نے شرح صحیح بخاری مین لکھا ہے ان التشبہ باہل الشر مین الشر
یعضد ذلک نہی صلی اللہ علیہ وسلم عن التشبہ باہل الکتاب وقد ورد عنہ صلی اللہ علیہ وسلم من تشبہ بقوم فہو منہم
تشبہ ساتھ اہل شر کے شر ہی قوت دیتا ہے اسکو وہ جو منع فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
تشبہ سے ساتھ اہل کتاب کے اور تحقیق وارد ہوا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ جو تشبہ کرے
ساتھ کسی قوم کے تو وہ اوسی قوم مین سے ہے اور طحطاوی نے ابو السعود سے نقل کیا ہے کہ وہ
نقل کرتا ہے ابن القیم سے کہ ابن القیم نے ذکر کیا ہے کہ نام تین قسم کے ہین ایک قسم کے نام
خاص ساتھ مسلمانون کے اور ایک قسم کے نام خاص ہین ساتھ کافرون کے اور ایک قسم کے نام
مشترک ہین اور اون نامون کے بیان مین کہ خاص ہین ساتھ کافرون کے لکھا ہے والثانی کجرجیس وبطرس و
یوحنا ونحوہا فہذا لا یمنعون منہ ولا یجوز للمسلمین التسمی بہ لما فیہ من المشابہۃ اور دوسری قسم نامون کی کہ خاص ہین
ساتھ کافرون کے مانند جرجیس اور بطرس اور یوحنا اور اسکے مانند کے پس اس قسم کے نام نہ منع کیے
جائین کافر انکے رکھنے سے اور نہین جائز ہے مسلمانون کو نام رکھنا ساتھ ان نامون کے اسلئے
کہ اس نام کے رکھنے مین مشابہت ہے ساتھ کافرون کے اور ذکر کرنا اس حدیث کا کتاب اللباس مین باعتبار
متعارف ہے کہ متعارف تشبہ مین تلبس بلباس قوم آخر ہی ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا اور حاصل اسکا کہ
اوسی حدیث کے بنا پر روایات فقہیہ کتب فقہ مذکور ہین کچھ نہین کہتا ہے اور جناب سید احمد خان
صاحب نے جو صفحہ ۹۴ مین لکھا ہے کہ تشبہ سے کے اور موید اور مثبت اس گفتگو کی

ایک اور حدیث ابوداود مین آخر کتاب الجہاد مین موجود ہے عن سمرۃ بن جندب اما بعد قال قال النبی

صلی اللہ علیہ وسلم من جامع المشرکین وسکن معہ فانہ مثلہ یعنی جسطرح لڑائی مین مشرک کا خون یا غارت مال اور اسباب

محفوظ نہین رہسکتا ہے اسیطرح اوسکا بھی محفوظ نہین رہسکتا انتہی سوا اوس کی یا ذیل ہے اسپر کہ حدیث سمرۃ

بن جندب اور حدیث من تشبہ بقوم فہو منہم متعلق ایک ہی حادثہ سے ہے تاکہ موید اور مثبت ہو حدیث عمرو

کا اس گفتگو کے لئے متصور ہو وے ہے متعلق ہونا حدیث سمرہ کا اوس حکم سے جو اس گفتگو مین

بیان کیا گیا ہے کہ مسلم سے جیسے حدیث سمرہ مین تو منع ہے قرب وجوار کا فرون کا اختیار کرنے سے اور

تعلیظا ہے ساتھ اونکے مجانست اور مجانبت سے بلکہ خود جناب سید احمد خان صاحب نے جو

حاصل حدیث سمرہ کا بلفظ بعینہ ذکر فرمایا ہے وہ بھی اونکے اس گفتگو کی اثبات اور تائید سے بے غلاوہ ہے

شرح حدیث سمرہ کی وہی ہے جو شرح لائیترا ای نارہما کے کشف للکشاف سے اوپر مذکور ہوئے

فتح الودود حاشیہ سنن ابی داود میں مسطور ہے قولہ فانہ مثلہ ای تیارب ان یصیر مثلہ لتاثیر الجوار والصحبۃ

ویحتمل انہ تغلیظا قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فانہ مثلہ کے معنے یہ ہین کہ نزدیک ہے اسکے کہ ہو جاوے

مانند مشرکین کے بسبب اثر کرنے جوار اور صحبت کے اور محتمل ہے کہ یہ تغلیظا ارشاد ہوا ہو اور موافق روایت

ابی داود کے ترمذی نے بھی سمرہ بن جندب سے روایت کیا ہے کہ کہا سمرہ نے کہ فرمایا نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے لا تساکنوا المشرکین ولا تجامعوہم فمن ساکنہم او جامعہم فہو مثلہم یعنی نہ رہو ساتھ مشرکون کے اور نہ

جمع ہو ساتھ اونکے اور جو شخص رہے ساتھ اونکے یا جمع ہو ساتھ اونکے سو وہ مانند اونکے ہے اور بڑے

تعجب کی یہ بات ہے کہ جناب سید احمد خان صاحب نے جامع المشرکین کو روایت سنن ابی داود

مین جامع مع المشرکین پڑھکر ترجمہ اوسکا حاشیہ پر یہ لکھا جو شخص کہ آیا ساتھ مشرکین کے انتہی اور جناب

سید احمد خان صاحب نے جو صفحہ ۱۵ مین لکھا ہے کہ انصاف کرنیکی بات ہے کہ

میز پر کہانا تو تشبہ بالنصاری ہو وے اور مباح کو یعنی اونکے کہانیکو ترک کرنا اور اونکے کہانیوالیکو کافر جاننا اور نفرت

سے گزر دینا اور حقہ پانی بند کر دینا تشبہ بالیہود و ہنود ہی نہو انتہی سوا اسپر معلوم ہو چکا ہے کہ اونکے کہانیکو ترک کرنا

بنظر اختلاف غالب حال کے اور اونکے کہانیوالیکو کافر جاننا باعتبار ظاہر کے مبنی قواعد اہل اسلام پر ہے نہ بطریقہ

ہنود پر تاکہ مشابہت ساتھ ہنود کے لازم آوے معہذا اگر غالب حال نصاری کا عدم ذبح ہو تو واجب ہے

اونکے کہانیکا ترک اولیٰ ہے فتح القدیر مین مسطور ہے ویجوز تزوج الکتابیات والاولیٰ ان لا یفعل

مسلمانوں نے جنہیں الا للضرورۃ اور جائز ہے نکاح کرنا کتابیات سے اور اولی نکرنا ہے اور کہانا انکے ذبیحہ کا مگر وقت
ضرورت کے اور بحر رائق میں مذکور ہے والاولی ان لایتزوج کتابیۃ ولا یاکل ذبائحہم اور اولی یہ نکاح کرنا کتابیہ
سے اور نہ کہانا ذبائح اہل کتاب کا ہے اور علاوہ اسکے میز پر چہوری اور کانٹے سے کہانا اس نیت کی
کہ اس میں ترفع حال ہے اور طریق ماثور دین اسلام اور سنت آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام میں ذلت اور حقارت
جیسا کہ معتقد جناب سید احمد خان صاحب کا ہے چنانچہ صفحہ ۵۰ میں لشبد و مد ایک
عبارت عربی بنا کر اسکو لکہا ہے کہ اوسکا ترجمہ یہ ہے اے مسلمانو برتاؤ کرو تم اسپر نہ بہ نیت غرور اور
تکبر کی بلکہ بہ نیت ترفع حال مسلمانوں کے تاکہ نہ دیکہہ سکے اونکو کوئی قوم ساتھ حقارت کے بسبب انکے
ان عادتوں کے جو ذلت اور مسکنت کے ہیں انتہے منجر الی الکفر ہے کیونکہ تحسین امر کفار اور تحقیر
عادت مسلمین اخیار اور سنت سید الابرار ہے بحر رائق اور فتاوی عالمگیریہ میں مرقوم ہے و
یکفر بتحسین امر الکفار اتفاقا حتی قالوا لو قال ترک الکلام عند اکل الطعام حسن من المجوس او ترک المضاجعۃ
حالۃ الحیض منہم حسن فہو کافر اور کافر ہوتا ہے آدمی ساتھ اچہا سمجہنے کافروں کے کام کو بالاتفاق یہاں تک
کہ فرمایا ہے علما نے اگر کہے کہ ترک کلام وقت کہانا کہانے کے اچہا کام ہے مجوس کا یا ترک مضاجعت
اپنی عورت کے حالت حیض میں مجوس کے یہاں اچہا کام ہے تو یہ کہنے والا کافر ہے اور
فصول عمادیہ میں مسطور ہے من لم یرض بسنۃ من سنن المرسلین فقد کفر جو راضی نہو ساتھ
کسی سنت کے پیغمبروں کی سنتوں میں سے پس تحقیق وہ کافر ہے اور جناب سید احمد خان
صاحب نے جو صفحہ ۳۵ میں لکہا ہے کہ یہ گفتگو نہایت عجیب ہے مواقع تہم وہی جو
محظور شرعی ہیں اور جو امر کہ شرعا مباح ہیں اونپر مواقع تہم کا اطلاق کسیطرح نہیں ہو سکتا انتہی صاحب
گفتگو کے عجیب کہنے سے ہر عاقل ذی شعور نہایت تعجب کرتا ہے اسلیے کہ محظورات شرعیہ مواقع
ارتکاب حرام ہیں نہ مواقع تہم مواقع تہم اس قسم کی مباحات ہیں کہ اونمیں واقع ہونے سے آدمی متہم بمحظور شرعی
ہوجاتا ہے دیکہو اپنی عورت سے راہ میں بات کرنا مباح ہے لیکن حضرت عمرؓ نے اسپر تعزیر جاری
فرمائی بسبب وقوع کے مواضع تہم میں نصاب الاحتساب میں مرقوم ہے ان عمر رضی اللہ عنہ
رای رجلا مع امرءۃ یتحدثان فی الطریق فضربہما بالدرۃ فقال الرجل ہی امرأتی فقال لہ لو کانت امرأتک
فلم اللہ علیہا فی بیتک حتی لایتہمک احد فی الطریق تحقیق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکہا ایک مرد کو ساتھ

عام مشرکین کے نسبت ہین جو اہل کتاب سے علاقہ تعین رکھتے ہین ان روایتون کو اہل کتاب کے
ساتھ کہانے پر استدلال کرنا صریح غلطی ہے اور نہ یہ روایتیں ایسی قوی ہین جو قرآن اور احادیث صحیح کے مقابل
ہو جاتی تھے سوا ان روایتون مین یہ حکم عام ہی شامل ہے سب مشرکین کو اور اہل کتاب پر اطلاق
شرک کا اگرچہ محاورہ قرآن مین شائع نہین ہے لیکن فی الحقیقت اہل کتاب بھی مشرک ہین اور عقیدہ مین خلق
شرک اونمین آگیا ہے پر یہ حکم اون احکام مین سے نہین ہے کہ قرآن مین مشرکین کی نسبت ہین اور اہل
کتاب سے علاقہ نہین رکھتے ہین پس شمار کرنا اس حکم کا اون احکام مین سے کہ جنمین تفاوت مشرکین اور
اہل کتاب کا ہے کسی عالم کا کام نہین ہو سکتا کہ جیسے سوا استادانی جی کے اونکی تعلیم نہین ہی سے کام
نہین ہے پس ان روایتون سے اہل کتاب کے ساتھ کہانے کی کراہت پر استدلال کرنا بہت صحیح
اور نہ یہ یقین موافق ہوا ہے قرآن اور احادیث صحیح کے ہین بمقابل قرآن اور احادیث صحیح کے فتاوی
ما وراء النہر مین مرقوم ہے وتکرہ المواکلۃ مع الکفرۃ وہم علی غیر دینک یعنی مکروہ ہے مواکلت ساتھ
کافرون کے اوس حال مین کہ وہ اوپر غیر دین تیرے کے ہین اور ابو حامد غزالی نے احیاء العلوم
مین لکھا ہے الکافر ان کان حربیا فہو مستحق القتل والارقاق ولیس بعد ہذین الامرین اہانۃ واما الذمی
فانہ لا یجوز ایذاؤہ الا بالاعراض عنہ والتحقیر لہ بالاضطرار الی اضیق الطریق وترک المفاتحۃ بالسلام فاذا قال
السلام علیک قلت وعلیک والاولی الکف عن مخالطتہ ومعاملتہ ومواکلتہ فاما الانبساط معہ والاسترسال الیہ
کما یسترسل الی الاصدقاء فہو مکروہ کراہۃ شدیدۃ یکاد ینتہی الی حد التحریم کافر اگر ہو حربی تو وہ مستحق ہے قتل اور
ارقاق یعنی لونڈی غلام بنانیکا اور نہین ہے بعد ان دو کامون کے اہانت یعنی اس سے بڑھکر اہانت
نہ ہوگی اور ذمی پس نہین جائز ہے ایذا اونکی مگر ساتھ اعراض کے اوس سے اور ساتھ اونکی
حقارت کرنیکے ساتھ لاچار کرنے انکے طرف تنگ تر راہ کے اور ساتھ ترک ابتدا کے سلام سے کے
پس جب کہی ذمی السلام علیک تو کہے تو وعلیک اور اولی ہے باز رہنا اوسکے مخالطت اور معاملت اور
مواکلت سے پس اوپر خوش ہونا ساتھ اوسکے اور مانوس ہونا اوس سے جیسا کہ الفت پکڑا جاتا ہے
ساتھ دوستون کے پس مکروہ ہے کراہت شدید کہ نزدیک ہے پہونچنے کی طرف حد تحریم کی

تمام شد

الحمد لله